...!! دُنیائے اسلام کی ایک نہایت ضروری کتاب !!...




مصنفہ

محمد صادق حسین سردھنوی

آنحضرت صلعم کے زمانہ کا بہترین شاہکار

الموسومہ

# آفتاب عالم حصہ دوم

جس نے دنیائے اسلام میں ایک دھوم مچا رکھی ہے واقعات نہایت دلچسپ نتیجہ خیز اور سنسنی پیدا کرنے والے ہیں آنحضرت صلعم کا زغرۂ اعدا میں اسیر ہونا کفار کے مظالم اور شدائد۔ آنحضرت صلعم کا صبر و استقلال سے مظالم برداشت کرنا وغیرہ

مصنفہ مورخ اسلام مولانا محمد صادق حسین صاحب صدیقی سردھنوی

حسب فرمائش

جہانگیر بک ڈپو بیرون شیرانوالہ دروازہ جہانگیر منزل لاہور

اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء

(مجازی پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد اسمٰعیل صاحب پرنٹر چھپوا کر پبلشر محمد جہانگیر صاحب نے شائع کیا)

# شہزادی عباسہ

## عرف

# شیر بغداد

خلیفہ ہارون رشید اور قیصر روم ویونان کی نہایت خونریز جنگ خاندان برمک کا عروج اور عبرتناک زوال وزیر اعظم جعفر برمکی کے قتل کے عبرتناک واقعات قیصر روم کی شکست فاش۔ شیران اسلام کے مجاہدانہ کارنامے اور فدایان مسیح کے جوشیلے حملے اور جانبازان اسلام کے سرفروشانہ واقعات۔ شہزادی عباسہ پر الزام عصمت سوزی اور وزیر اعظم کی بغاوت پر ایک حقیقت افروز بحث۔ مخالفین اسلام کیلئے دندان شکن جواب۔ شہزادی موصوف کی عصمت مآبی پر مدلل اور لمبی بحث۔ خلیفہ کا وزیر اعظم جعفر کو بنظر اشتباہ دیکھکر اور خود جعفر کو آزادانہ بغاوت کا موقع دیتے ہوئے محاذ جنگ پر جاکر خفیہ طور پر اپنے دو مخصوص غلام بطور جاسوس مقرر کرنا۔ بغاوت کا تحریری ثبوت بہم پہنچانا اور خلیفہ کا اس اطلاع سے نعل در آتش ہو کر جعفر برمکی کے قتل کا حکم دینا۔ بغاوت نہایت دلگداز واقعات کیساتھ ختم کرنا قیمت مکمل کتاب پانچ روپے

ملنے کا پتہ

**جہانگیر بک ڈپو بیرون شیرانوالہ دروازہ جہانگیر منزل لاہور**

# آفتاب عالم
## حصّہ دوم



## پہلا باب (۱)

### دربار

صبح کے وقت کفار مکہ کو معلوم ہوا کہ کچھ مسلمان ہجرت کر کے حبش کی طرف روانہ ہو گئے ہیں یہ ایک نئی بات تھی اس سے کفار مکہ میں ایک ہلچل پڑ گئی انہیں خیال ہوا کہ مسلمان حبش میں جا کر ہمارے معبودوں کی برائیاں بیان کریں گے اس سے ان کے مذہب کی بے حد توہین ہوگی وہ نہ چاہتے تھے کہ ان کے مذہب یا ان کے معبودوں کے متعلق کوئی بات عرب سے باہر نکلے اس سے انھیں بڑا فکر ہوا وہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے بصد رد و کد یہ قرار پایا کہ ساٹھ ستر بہادر لوگوں کو مہاجرین کے تعاقب میں روانہ کیا جائے جو انہیں اپنے ساتھ واپس لوٹا دیں اور اگر وہ واپس آنے پر آمادہ نہ ہوں تو سب کو قتل کر ڈالیں

یہ طے ہوتے ہی شتر آدمیوں کو روانہ کیا گیا۔ یہ لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر چلے جبکہ وہ مکہ معظمہ سے باہر چلے تو انہوں نے رات کو ہجرت کو کرنیوالے قافلے کے نقش قدم دیکھے وہ تیزی سے روانہ ہوئے لیکن جب وہ جدہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ دو جہاز حبش جانے کیلئے آمادہ تھے وہ مہاجرین کو سستے کرایہ پر حبش لے گئے۔ چونکہ اور کوئی جہاز بندرگاہ پر موجود نہ تھا اور جو لوگ گئے تھے وہ صرف کرایہ کے ٹٹو تھے جس قدر انکو بتایا جاتا تھا اسی قدر کام کرتے تھے انہیں جدہ سے آگے بڑھنے کے لئے نہ کہا گیا تھا اسلئے وہ واپس لوٹ آئے اور انہوں نے بتایا کہ مہاجرین حبش روانہ ہو گئے ہیں تو کفار مکہ کو بڑا غصہ آیا مگر کیا کر سکتے تھے۔

مہاجرین انکی گرفت سے نکل چکے تھے اب انھوں نے اور بھی سختی سے مسلمانوں کی نگہداشت شروع کر دی اور ان بیکسوں پر اسقدر مظالم کئے جنکی نظیر تاریخی دنیا میں بہت کم ملتی ہے مسلمانوں کیلئے شہر مکہ کی وسیع زمین تنگ ہو گئی لیکن سختیاں اٹھاتے تھے ظلم سہتے تھے۔ جفائیں برداشت کرتے تھے مگر یاد الٰہی سے ایک دم غافل نہ رہتے تھے وقت پر نماز پڑھتے تبلیغ اسلام کرتے اور سچی بات کہنے پر کبھی پس وپیش نہ کرتے تھے۔ کفار مکہ کی سختیاں مسلمانوں پر ناقابل برداشت ہو گئی تھیں مظلوم مسلمانوں کی دردناک کیفیت مسلمان نہ دیکھ سکتے تھے حضرت ابوبکر صدیق ان کی یہ حالت دیکھ دیکھکر غمزدہ ہوتے تھے۔

انہوں نے غلاموں اور کنیزوں کے خریدنے کا ارادہ نہیں بلکہ کوشش بھی کی مگر کفار مکہ نے کسی دقت پر بھی انہیں فروخت کرنیکی حامی نہ بھری۔ مجبور ہو کر صدیق اکبر رضہ باہر کے لوگوں کے پاس گئے اور ان کے ذریعہ سے مسلم غلاموں اور

کنیز دل کو بھاری بھاری رقوم ادا کر کے خرید خرید انہیں آزاد کر دیا۔
ان ستم کشوں میں جنھیں صدیق اکبرؓ نے خرید خرید کر آزاد کر دیا۔ حضرت بلالؓ
حضرت عامرؓ بن فہیرہ۔ دو غلام حضرت لبینہؓ۔ حضرت زنیرہؓ۔ حضرت
نہدیہؓ حضرت ام عبیسؓ چار کنیزیں تھیں۔ مدت کے بعد ان آشنائے لذت درد
نے کفار مکہ کے مظالم سے نجات پائی اور آزادی کی فضا میں اطمینان کا دم لیا!
کفار قریش نے نت نئے مظالم سے مسلمانوں کو اسقدر تنگ کیا کہ ان کا
مکہ میں رہنا دشوار کر دیا۔ بالآخر تنگ آکر انہوں نے چپکے چپکے خفیہ طریقہ پر
ہجرت شروع کی۔ دو دو چار چار روزانہ رات کو چھپ کر مکہ سے نکل جاتے
تھے اور جدہ میں پہنچکر جہازوں کے انتظار میں چھپے رہتے تھے اور جب کوئی
جانے والا جہاز مل جاتا تو حبش روانہ ہو جاتے:۔
کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آکر حضرت جعفر طیار بن ابو طالب نے بھی
ہجرت کی اور وہ بھی اپنے مسلمان بھائیوں کے پاس حبش میں پہنچ گئے اس
طرح سے تراسی مسلمان ہجرت کر کے حبش میں جا پہنچے اور وہاں نہایت اطمینان
سے زندگی بسر کرنے لگے۔ کفار مکہ کو جب معلوم ہوا کہ مسلمان حبش میں نہایت
فارغ البالی سے بسر اوقات کر رہے ہیں تو انکے سینے پر سانپ لوٹ گیا انہوں
نے فوراً ہی مجلس شوریٰ منعقد کی تمام اکابران قوم کو جمع کیا گیا بڑی دھواں دھار
تقاریر کی گئیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلا گیا:۔
بالآخر یہ بات قرار پائی کہ نجاشی کے حضور میں بیش قیمت تحائف لیکر
ایک وفد حاضر ہو۔ جو ارکان سلطنت کو ہموار کر کے مسلمانوں کی واپسی کا

مطالبہ کرے قریش مکہ اور نجاشی شاہ حبش کے درمیان پہلے سے تجارتی معاہدہ تھا اور اس معاہدہ کے مطابق عربوں کی ملک حبش میں تجارت قائم تھی۔ انہیں یقین کامل تھا کہ شاہ حبش بیکس اور بے یار و مددگار مسلمانوں کو انکے وفد کے ہمراہ بھیج دیگا۔ وفد مرتب کیا گیا۔ عمرؓو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ جو بڑے معززاور عالی خاندان تھے۔ رئیس الوفد بنائے گئے۔ قیمتی تحائف اور بیش قیمت ہدایا درباریوں اور شاہ حبش کے لئے اُن کے سپرد کئے گئے۔

یہ وفد تزک و احتشام سے بہ شان تجمل اور بڑے طمطراق سے جدہ کی طرف روانہ ہوا۔ جدہ پہنچکر جہاز پر سوار ہو کر حبش جا پہنچا۔ چونکہ شاندار وفد تھا اسلئے تمام حبش اس کی آمد سے مطلع ہو گیا۔ مظلوم مسلمانوں کو بھی اُن کی آمد کا حال معلوم ہوا بیکس مسلمان گھبرا گئے اور انھیں خوف ہوا کہ مبادا نجاشی اُن کو واپس جانے پر مجبور نہ کرے۔

انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اگر شاہ حبش نے انھیں وفد کے سپرد کر دیا تو وہ کسی اور طرف نکل جائیں گے۔ وفد نے ارکان سلطنت اور درباریوں کو تحائف دیکر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ تارکان وطن مسلمانوں کو واپس بھیجے جانے پر بادشاہ کو آمادہ کریں۔ رشوت خور لوگوں نے ان سے وعدہ کر لیا جب وہ مذہبی لوگوں اور درباریوں کو ہموار کر چکے تو ایکدن نجاشی کے دربار میں باریاب ہوئے نجاشی نے نہایت شاندار طریقہ سے دربار آراستہ کیا تھا۔ اس نے عربوں کو مرعوب کرنے کے لئے تزئین دربار میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی جب وفد دربار میں پہنچا تو دربار کی آرائش دیکھکر حیران رہگیا اور عمرو بن عاص

اور عبداللہ بن ربیعہ نے نہایت ادب سے سر بسجود ہو کر سلام کیا۔ انکے تمام ساتھی جو وفد کے ہمراہ شامل تھے نجاشی کے سلام کیلئے جھک گئے۔ سلام کر کے تحائف پیش کئے۔ نجاشی نے دریافت کیا معزز عربو تم میرے دربار میں کس لیے آئے ہو اور یہ کیا چاہتے ہو؟

عمرو بن العاص نے کہا۔ ہماری قوم نے بالاتفاق رائے ہمیں جہاں پناہ کے حضور میں اسلیئے بھیجا ہے کہ ہم حضور سے عرض کریں کہ ہمارے شہر میں ایک ساحر (نعوذ باللہ) پیدا ہوا ہے اسکا نام محمد (صلعم) ہے اس نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے ایسا مذہب جو کسی مذہب سے بھی مطابقت نہیں رکھتا بالکل نیا ہے ہمارے شہر کے چند نادان لوگ مسحور ہو کر اسکا مذہب قبول کر چکے ہیں ہم نے اس نئے مذہب کو ترک کرنے پر جب ان پر زور دیا تو وہ بیوقوف وہاں سے بھاگ کر حضور کی قلمرو میں آ گئے ہم ان کو واپس لیجانے کے لئے حضور کے دربار میں حاضر ہوئے ہیں:۔

نجاشی انکی گفتگو سن کر سخت متعجب ہوا اور اُس نے کہا۔ نیا مذہب ایجاد کیا ہے لوگ مسحور ہو گئے ہیں یہ سمجھ میں آنیوالی بات نہیں ہے عمرو بن عاص نے کہا۔ عالیجاہ ہمکو خود افسوس ہے محمد صلعم ایسا جادو گر ہے جو اُس سے ایک مرتبہ بات کر لیتا ہے وہ اس کا ہی گرویدہ ہو جاتا ہے اُس نے ہماری قوم میں ایک نیا فتنہ پیدا کر دیا ہے۔ نیا مذہب ایجاد کیا ہے حضور اُن لوگوں کو بلا کر دریافت کریں، نجاشی نے کہا۔ میں ضرور بلالوں گا مجھے انکے دیکھنے کا شوق ہے وہ اپنے آپ کو کیا بتلاتے ہیں:۔

عمرو۔ وہ خود کو مسلمان کہتے ہیں بھلا مسلمان بھی کسی مذہب کا نام ہو سکتا ہے؟

اب وزیر اعظم اٹھا یہ عمر رسیدہ آدمی تھا اُس نے کہا۔ ذرہ نواز یہ مسلمان نئے مذہب کے پرستار ہیں ان سے مل چکا ہوں وہ عجیب عقیدہ رکھتے ہیں نہ یہودی نہ عیسائی نہ بُت پرست مجھے خدشہ ہے کہ وہ کہیں اپنے نئے مذہب کی تبلیغ ملک حبش میں نہ شروع کر دیں اسلئے میرے خیال میں ان تمام لوگوں کو اس وفد کے ہمراہ روانہ کر دیجئے اور اپنے ملک اور اپنی قوم کو اُنکے شر سے بچائیے۔ نجاشی نے کہا۔ ابھی نہیں کچھ کہا جا سکتا اچھا مسلمانوں کو بلاؤ۔ وزیر اعظم نے کرنیل کی طرف اشارہ کیا۔ وہ چلا دربار سے باہر آیا۔ کچھ سپاہیوں کو ہمراہ لیا اور مسلمانوں کی طرف چل پڑا۔ مسلمانوں کو پہلے ہی سے خوف تھا وہ سہم رہے تھے کہ دیکھیے اب کیا ہوتا ہے۔ مکہ میں ان پر اسقدر سختیاں ہوئیں تھیں کہ وہ وہاں جانے پر موت کو ترجیح دیتے تھے۔ اُنہوں نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ مر جائینگے مگر یہاں سے ہرگز نہ جائینگے۔ جب حبشی سپہ سالار انکی طلبی کے لئے آیا تو سب لوگ اُسکے ہمراہ دربار میں پہنچے سب نے بادشاہ کو سلام کیا نجاشی نے اُن کو بیٹھنے کے لئے کرسیاں ڈلوا دیں جب سب بیٹھ گئے تو نجاشی نے دریافت کیا تم نے کونسا مذہب ایجاد کیا ہے جو نصرانیت اور بُت پرستی دونوں کے خلاف ہے۔ حضرت جعفر طیار جواب دینے کیلئے کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا۔ یا ایہا الناس ویا ایہا الملک ہم لوگ جاہل تھے۔ بُت پرست تھے بتوں کو پوجتے تھے مردار کھاتے تھے حرام و حلال کی کچھ تمیز نہ تھی بدکاریاں

کرتے تھے ہمسائیوں کو ستاتے تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا اور ہر قوی ہر کمزور
کو ہمیں ڈالتا تھا۔ گویا دنیا بھر کے عیوب ہم میں تھے۔ خدا نے ہم پر رحم کیا اور اپنے
پیارے نبی صلعم کو ہم پر بھیجا۔ اس نبی کی شرافت۔ دیانت اور صداقت سے
ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو دعوت اسلام دی ہمیں سکھلایا کہ ہم
پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں ہمیشہ سچ بولیں۔ خونریزی نکریں۔ یتامی کا مال
نہ کھائیں۔ پڑوسیوں کو آرام دیں۔ عصمت مآب عورتوں پر بدنامی کا داغ
نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں روزے رکھیں۔ زکواۃ دیں ہم نے اس کی دعوت کو
لبیک کہا۔ خدا پر ایمان لائے۔ شرک اور بت پرستی چھوڑ دی۔ بدکاریوں
سے توبہ کی۔ اس جرم میں ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی۔ ہم پر سختیاں کرنے لگی
اور ہم پر ایسے ایسے ظلم و ستم کئے گئے جنکے سننے سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے
ہیں۔ ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ پھر گمراہی کے گڑھے میں گر پڑیں ہم تنگ آکر
وہاں سے نکل آئے۔ آپکے ملک میں آکر پناہ لی۔ اب یہ ہم پر پھر ظلم وستم
کرنے کے لئے یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں۔ نجاشی اور تمام درباری
نہایت توجہ سے حضرت جعفر طیار کی گفتگو سنتے رہے جب خاموش ہوئے تو نجاشی نے کہا
جو باتیں تم نے بیان کی ہیں وہ تو کچھ بری نہیں ہیں حضرت جعفرؓ نے کہا
آپ ان سے یہ دریافت فرمائیے کہ کیا ہم انکے غلام ہیں؟
اب مسلمانوں کی گفتگو نجاشی کے وسیلہ سے عمرو بن العاص سے شروع
ہوئی۔ عمرو نے جواب دیا۔ ان میں سے ایک بھی غلام نہیں ہے سب
کے سب آزاد ہیں؟

جعفرؓ طیار۔ ہم میں سے کسی نے اسی کا خون کیا ہے؟
عمرو۔ تمہارا دامن اس الزام سے بھی پاک ہے۔
جعفرؓ طیار۔ ہم میں سے کوئی کسی کا مال چرا لایا ہے؟
عمرو۔ نہیں۔
جعفرؓ طیار۔ ہم میں سے کوئی آپکا یا آپکی قوم کے کسی آدمی کا مقروض ہے؟
عمرو۔ یہ بات بھی نہیں ہے۔
جعفرؓ طیار۔ کیا تمہارا دلی منشا یہ نہیں ہے کہ ہم تمہارے مذہب میں لوٹ آئیں؟
عمرو۔ بے شک ہم یہی چاہتے ہیں۔
جعفرؓ طیار۔ کیا تم بتوں کو نہیں پوجتے!
عمرو۔ ہمارا آبائی مذہب یہی ہے۔ تمہارا باپ دادا بھی اسی دین کا حامل تھا۔ اب تم نے نیا دین اختیار کیا ہے!!

جب نجاشی نے دیکھا کہ گفتگو بڑھتی جارہی ہے تو اس نے دونوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا۔ دونوں چپ ہو گئے۔ اب نجاشی نے حضرت جعفرؓ طیار سے کہا۔ کیا تمہارے نبی پر کوئی کتاب بھی نازل ہوئی ہے؟

حضرت جعفرؓ نے کہا۔ ہاں ہمارے محترم نبی پر قرآن مجید نازل ہو رہا ہے
نجاشی۔ تم کو قرآن شریف کا کوئی حصہ یاد ہے؟
جعفرؓ طیار۔ یاد ہے!!
نجاشی۔ تو سناؤ
تمام مسلمان ہاتھ باندھکر کھڑے ہو گئے۔ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم

کی تلاوت شروع کی آپ نے نہایت ہی خوش الحانی آواز سے کہا:۔
کٓھٰیٰعٓصٓ ۞ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا ۞ اِذْ نَادٰی
رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ۞ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَھَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ
الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ۔ وَاِنِّیْ
خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَھَبْ
لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ۞ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ
وَاجْعَلْہُ رَبِّ شَقِیًّا ۞ رَضِیًّا ۞

ترجمہ: یعنے تیرے پروردگار کی رحمت بندہ ذکریا کو یاد کرتی ہے
جس وقت اُس نے اپنے پروردگار کو آہستہ سے پکارا اس نے کہا
اے میرے پروردگار میری ہڈیاں سست ہو گئی ہیں میرے سینے
بڑھاپے کا شعلہ مارا ہے اور اے میرے پروردگار میں تجھے
پکارنے میں بے نصیب تھا اور میں ڈرتا ہوں کہ میرے کوئی
وارث نہیں ہے۔ میری عورت بانجھ ہے اے پروردگار
مجھے اپنے پاس سے ولی بخش تاکہ میرا وارث ہو اور اے میرے
پروردگار اُسے پسندیدہ کر!!
حضرت جعفر طیار اس خوش الحانی سے تلاوت کر رہے تھے کہ تمام
دربار ترنم ریز پیاری آواز سے بھر گیا تھا نجاشی۔ اس کا وزیر۔ درباری بہادر،
اراکین سلطنت سب خاموش سر جھکائے بیٹھے نہایت توجہ سے سن رہے تھے
نجاشی کی شان کہہ رہی تھی کہ وہ بہت کچھ ضبط کر رہا ہے۔ صدائے حق کے تاثر

نے اُسکے دل کو گداز کر دیا ہے۔ بالآخر اس سے نہ رہا گیا اور بے تابانہ اُسکے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت جعفر رضؓ طیار چند اور آیات پڑھکر خاموش ہو گئے۔ دیر تک آپکی آواز گونجتی رہی یا ان لوگوں کے کان آپکی آواز کا لطف اٹھاتے رہے۔ کچھ عرصے کے بعد نجاشی نے اپنا سر اٹھایا۔ ریشمی رومال سے آنسو پونچھے اور کہا۔ خدا کی قسم اس کلام سے صداقت کی بو آتی ہے۔ یہ ایسا ہی کلام معلوم ہوتا ہے جیسا کہ توریت میں ہے میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ کلام انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ یہ خدا کا کلام ہے نجاشی کے ان الفاظ سے جہاں مسلمان اسلئے خوش ہوئے کہ انہیں امید بڑی کہ شاہ نجاشی انہیں قریشی وفد کے حوالہ نہ کریگا۔ وہاں اہل وفد کو یہ خوف ہوا کہ شاید وہ یہاں سے ناکام ہی واپس جائیں گے۔

عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا۔ حضور والا غضب تو یہی ہے کہ جب وہ یہ کلام پڑھتے ہیں جو محمد صلعم ان کو لکھکر دیتا ہے تو سننے والے پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ یہ کلام خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ محمد کا کلام ہے۔

حضرت جعفر رضؓ طیار کو عمرو کی یادہ گوئی پر بڑا غصہ آیا اور وہ غصہ کی وجہ یہ تھی کہ عمرو بخوبی جانتا تھا کہ حضور صلعم امی (ان پڑھ) ہیں لیکن نجاشی کو مغالطہ ڈالنے کیلئے اب کہہ رہا تھا کہ وہ لکھکر دیتے ہیں۔

انھوں نے جوش میں آکر کہا۔ عمرو سچ بولو کیا تم نہیں جانتے کہ حضور امی (ان پڑھ) ہیں۔ عمرو مرعوب ہو گیا اور اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ وہ امی (ان پڑھ) ہیں مگر وہ دوسروں سے لکھوا لیتے ہیں۔ نجاشی نے کہا

تم جھوٹ بولتے ہو۔ جب تم اس بات کے قائل ہو کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تو ایک ان پڑھ آدمی کا کلام اسقدر فصیح کیسے ہو سکتا ہے تعصب نے تمکو اندھا کر دیا ہے۔ تم سب کچھ جانتے ہوئے بھی انجان بنتے ہو!!

عمرو ڈر گیا اُسے خوف ہوا کہ مبادا نجاشی اُسے اور اُسکے ساتھیوں کو دربار سے نہ نکلوا دے اسلئے اُس نے فوراً کہا ایک بات قابل گذارش رہ گئی ہے۔ نجاشی نے دریافت کیا وہ کیا؟

عمرو نے کہا یہ لوگ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بابت بُری بُری باتیں کہتے ہیں۔ انھیں خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ ایک پادری نے کھڑے ہو کر عمرو کے ان الفاظ کی تائید مزید کرتے ہوئے کہا۔ یہ بات بالکل صحیح ہے یہ نئے مذہب کے پرستار خداوند (عیسےٰ) کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہتے ہیں۔

یہ سنکر نجاشی کو طراوہ آیا اُس نے حضرت جعفر طیار کیا۔ کیا یہ صحیح ہے کہ تم حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہو؟ حضرت جعفر طیار نے نہایت دلیری سے جواب دیا۔ یہ بات بھی غلط ہے ہم حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں اور اسکی شان میں وہی کچھ کہتے ہیں۔ جو خدا نے اُن کی شان میں فرمایا ہے:۔

نجاشی۔ وہ کیا ہے؟

حضرت جعفر طیار نے کہا۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ ھُوَ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ

ترجمہ۔ وہ اللہ کے بندہ اور اللہ کے رسول ہیں اور اس کا حکم ہیں اِن کو

مریم کی طرف ڈال دیا اور یہ روح کی طرف سے ہے)
نجاشی نے کہا۔ خدا کی قسم انجیل میں بھی یہی لکھا ہے تم سچ کہتے ہو۔
اب عمرو کو یقین ہو گیا کہ نجاشی مسلمانوں کو انکے حوالہ نہ کریگا اُس نے کہا عالی مرتبت شہنشاہ ہمارے یہ آدمی ہیں جو ہم سے اپنی قوم اور اپنے ملک اور معبودوں سے باغی ہو کر بھاگ آئے ہیں لہذا آپ اُن کو ہمارے حوالہ کر دیں یہی بہتر ہے :۔

نجاشی نے جوش سے بھر کر کہا۔ ہرگز نہیں کوئی طاقت انہیں میرے ملک سے نہیں لے جا سکتی۔ تم مجھکو لالچ دینے کے لئے یہ تحائف لائے ہو۔ انکو واپس لے جاؤ اور قریش کے سرداروں سے کہہ دو کہ شاہ حبش ایک مسلمان کو بھی تمہیں واپس نہ دے گا اور اے مسلمانو! تم آزاد ہو۔ بےفکری اور فارغ البالی سے میرے ملک میں رہو۔ جب تک میری زندگی ہے کوئی آدمی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا :۔

حضرت جعفر طیار اور تمام مسلمانوں نے نجاشی کا شکریہ ادا کیا۔ وہ نجاشی دربار سے رخصت ہو کر اپنی قیامگاہ پر چلے گئے۔ قریشی وفد تمام تحائف لے کر بڑی بددلی سے رخصت ہوا اور اسی دن جہاز پر بیٹھ کر جدّہ کی طرف روانہ ہو گیا :۔

# دوسرا باب (۲)

## حضرت امیر حمزہؓ حلقۂ اسلام میں

یہ وفد جدہ میں پہنچکر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ مکہ والوں کو کامل یقین تھا کہ شاہ حبش (نجاشی) مسلمانوں کو وفد کے حوالہ کر دیگا انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب تمام مسلمانوں کو قید کر دینگے تاکہ وہ باہر نہ جاسکیں نہ کسی سے مل سکیں چاہتے تو وہ یہ تھے کہ تمام مسلمانوں کو قتل کر ڈالیں۔ لیکن مسلمان کسی ایک قبیلہ سے تعلق نہ رکھتے تھے اسلئے انہیں یہ اندیشہ تھا کہ اگر ایک قبیلہ بھی کسی ایک مسلمان کے انتقام خون کیلئے اُٹھ کھڑا ہوا تو پھر عام قبائل میں جنگ چھڑ جائیگی اور چونکہ روزمرہ کی جنگوں نے انکا تمام کس بل نکال دیا تھا۔ اسلئے وہ کسی ایک جنگ کیلئے بھی تیار نہ تھے۔ جس سے کہ تمام عرب میں آگ لگ جائے اور عربستان کا امن وامان خاک میں ملجائے۔

اس خوف سے وہ مسلمان کو قتل کرنے سے لیت و لعل کر رہے تھے۔

انہوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ جسقدر مسلمان ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے قید کر دیں۔ اور نہایت شدت سے ان کی نگرانی کیجائے۔

وہ یہ خیالی پلاؤ پکا رہے تھے کہ وفد آگیا اور اس نے اپنی ناکامی کی

مفصّل داستان قریش مکہ سے کہہ سنائی۔ وفد کے ناکام آنے سے تمام کفار مکہ کو بیحد رنج ہوا۔ حبش کے بادشاہ نجاشی پر غصہ بھی آیا۔ مگر انہیں اسقدر طاقت نہ تھی کہ شاہ حبش پر لشکر کشی کر سکتے اور اس سے بزور شمشیر اپنا مطالبہ منظور کرا سکتے۔ لہذا خموشی ہی کو بہتر سمجھا۔ انہیں اب یہ خدشہ ہوا کہ مبادا حبش کے مسلمان مسیحی بادشاہ نجاشی کو مکہ پر نہ چڑھا لائیں اسلئے انہوں نے مخفی طریقے سے جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور جدہ میں سراغرساں بھیجدئے گئے۔ تاکہ جب وہ مسیحی لشکر کو آتا دیکھیں تو دوڑ کر مکہ والوں کو خبردار کر دیں۔

اس انتظام کے بعد انہوں نے اب ان مسلمانوں پر جو مکہ میں رہ گئے تھے اور محبت رسُول کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکتے تھے اس قدر سختیاں کرنا شروع کر دیں کہ انہیں زندگی سے موت بدرجہا بہتر نظر آنے لگی۔ کفار مکہ نے یہ کوشش کی کہ مسلمانوں کو خورد و نوش کا سامان نہ مل سکے اسلئے دوکانداروں کو ہدایت کر دی کہ وہ کوئی جنس کسی مسلمان کے ہاتھ کسی قیمت پر ہرگز ہرگز نہ فروخت کریں اور پانی پر بھی چوکی بٹھا دی گئی اس سے مسلمانوں کو کھانے پینے کی بیحد تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ کئی کئی دن تک کھانا نہ ملتا تھا اور بقدر ضرورت پانی بھی میسر نہ آتا تھا۔ لہذا وہ بھوکے اور پیاسے گھروں میں چھپے بیٹھے رہتے۔ باہر نکلتے تو آوارہ لڑکے اور اوباش نوجوان نیز نابکار بڈھے ان کے پیچھے لگ جاتے۔ خاک ڈالتے اور غلاظت پھینکتے۔ سنگریزے مارتے۔ گالیاں دیتے۔ حتی کہ کپڑے پھاڑ ڈالتے تھے مسلمان سخت مصیبت اور تکلیف میں تھے:۔

مگر وہ ایسے پکے اور راسخ العقیدہ تھے کہ سختیاں برداشت کر رہے تھے مصائب پر مصائب جھیل رہے تھے مگر اُن کے پائے ثبات میں لغزش نہ آتی تھی۔ کوئی مصیبت بھی اُنکے پائے استقلال کو صراط مستقیم سے متزلزل نہ کرسکی جادہ مستقیم سے ہٹنا تو بجائے خود رہا۔ کبھی انکی زبان پر حرف شکوہ بھی نہ آیا ہر مصیبت ہر تکلیف اور ہر سختی کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا ہمیشہ اور ہر حال میں خدا کا شکریہ ادا کرتے رہے۔ مسلمان غور کریں کہ انمیں اپنے بزرگوں کی کون کونسی خوبیاں ہیں ان کا ایمان کسقدر راسخ ہے خدا پر کتنا اعتماد ہے ابتلاء میں کس قدر شکر سکتے ہیں۔ غالباً ان تمام باتونکا جواب انکا ضمیر ان کا دل اور دماغ نفی میں دے گا حقیقت میں اگر مسلمان مسلمان ہوتے۔ خوشی غم۔ مصیبت اور راحت وغیرہ خدا کی طرف سے سمجھتے:۔

خدا پر۔ خدا کی رحمت پر یقین رکھتے۔ راسخ العقیدہ مسلمان ہوتے خدا اور رسُول کے احکام کی تعمیل کرتے تو کبھی ایسی ذلت و پستی کی حالت میں اسیر نہ ہوتے جیسے کہ اب ہیں۔ دیکھا تو یہ جاتا ہے کہ جب کبھی مسلمان پر مصیبت آتی ہے تو خدا کے تمام احسانات بھول کر شکوہ بیداد پر اُتر آتا ہے۔ خدا کی شکایات کرنے لگتا ہے کیا یہ مسلمان ہونے کی یہی دلیل ہے؟ وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو مذہب سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے دنیا کے پیچھے دین کو چھوڑ بیٹھے خدا ناراض ہو گیا۔ دین کو خود چھوڑا اور دنیا خدا نے چھین لی۔ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ ذلت و افلاس میں پھنس گئے!!

جب تک مسلمان حقیقت میں مسلمان نہ بنیں گے خدا اور اُسکے احکام کی

مطابقت نہ کرینگے کبھی فارغ البال نہ ہونگے۔ پنپنے کی صرف ایک ہی دلیل ہے انگریزی پڑھیں۔ یورپ جائیں مگر دنیا کمانیکے لئے۔ غربی معاشرت سیکھنے کے لئے نہیں بلکہ اسلام کا نمونہ بن کر جائیں۔ اسلام کی خوبیاں اہل مغرب کے ذہن نشین کرانے کے لئے جائیں:۔

قریش مکہ نے مسلمانوں کو ستانے اسلام سے منحرف کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ لیکن جسقدر وہ مظالم کرتے تھے اُسیقدر صبر اور استقلال سے کام لیتے تھے۔ کفار مکہ اُن کے صبر و استقلال کو دیکھکر حیران رہ گئے ایک دن آنحضرت صلعم لوگوں کی نظروں سے چھپ کر کوہ صفا پر جا پہنچے عصر کا وقت ہوگیا تھا۔ آپ ایک گھاٹی میں نماز پڑھنے لگے اتفاق سے ابوجہل اس طرف آنکلا۔ آپ کو نماز پڑھتے دیکھکر کھڑا ہوگیا اور غیظ و غضب بھری نظروں سے آنحضرت صلعم کی طرف دیکھنے لگا:۔

جب آنحضرت صلعم نماز سے فارغ ہوئے تو ابوجہل بڑھکر آپکے پاس پہنچا اور نہایت گستاخانہ طریقہ سے بولا۔ محمدؐ! تیری ذات نے تمام قوم۔ سارے عرب کو بڑی کشمکش اور بڑے فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے کیوں نہ میں آج تیرا خاتمہ کر ڈالوں

آنحضرت صلعم نے اُنکی اِس دریدہ دہنی کا کوئی جواب نہ دیا آپ جو کچھ پڑھ رہے تھے بدستور وہی پڑھتے رہے۔ اتفاق سے ابوجہل کی ایک کنیز بھی اُدھر آنکلی۔ یہ عفیفہ مسلمان تو نہ تھی۔ مگر مسلمان کی خیر طلب تھی آنحضرت صلعم کو بے کسی و لاچاری سے مجبور سمجھ کر ان سے محبت رکھتی تھی:۔

وہ ایک چٹان کے پیچھے چھپ کر دیکھنے لگی کہ دیکھوں ابوجہل محمد صلعم کے

ساتھ کیا سلوک کرتا ہے جب آنحضرت صلعم نے ابوجہل کو کچھ جواب نہ دیا۔ تو اس نے پھر کہا۔ محمد صؐ تم نے قوم کو بے حد مشکلات میں مبتلا کر دیا ہے!! آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ابوجہل میں نے قوم کو مشکلات میں پھنسا دیا ہے یا قوم نے مجھے اور مسلمانوں کو مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے!!

**ابوجہل**۔ اگر تو تبلیغ اسلام چھوڑ دے تو ہم تجھے مکہ کا بادشاہ بنا دیں۔

**محمد صلعم**۔ میں بادشاہی نہیں چاہتا!

**ابوجہل**۔ جسقدر تو دولت کہے تجھے دے دیں۔

**محمد صلعم**۔ بخدا! مجھے دولت کی پرواہ نہیں ہے

خدا کا نام کفار کے لئے چڑ تھا۔ ابوجہل بھی خدا کا نام سنکر پھنکاریں مارنے لگا۔ اس نے کہا۔ خدا؟ اس نے دل کھولکر آنحضرت صلعم کو برا بھلا کہا۔ آنحضرت صلعم کی شان میں جسقدر گستاخی کر سکتا تھا کی۔ آنحضرت صلعم خموشی سے بیٹھے سنتے رہے اور انھوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ ابوجہل کا غصہ بڑھتا گیا۔ چنانچہ اس نے طیش وغضب سے بھر کر ایک پتھر اٹھایا اور اپنی پوری طاقت سے کھینچ مارا۔ پتھر آنحضرت صلعم کی پیشانی پر پڑا۔ خون کا فوارہ ابل آیا اور دم کے دم میں روئے انور لہو سے لبریز ہو گیا۔ آپ ہاتھ سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ ابوجہل تم جسقدر بھی مجھکو ستا سکتے ہو ستا لو۔ مجھے کسی سے کوئی شکوہ نہیں۔ خدا کو یہی منظور تھا۔ ابوجہل ڈر گیا کہ آنحضرت صلعم کی کہیں وفات ہی نہ ہو جائے جس کی وجہ سے خاندان ہاشم اس سے اس کے خاندان سے نیز اسکے قبیلے سے

آنحضرت صلعم کا انتقام خون ہے۔ اسلئے وہ فوراً ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہاں سے چل پڑا۔ اس کے چلے جانے کے بعد آنحضرت صلعم بھی اٹھے اور اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے اُنکے بعد کنیز چلی:۔

اگرچہ یہ کنیز ابوجہل کی لونڈی تھی۔ اُسے ابوجہل کا پاس ولحاظ تھا مگر آنحضرت صلعم کی معصومیت پر ان کا دل بہت کڑھتا۔ اُسے ابوجہل کی بیجا سختی پر بہت غصہ آیا۔

عورت فطرتاً رحم دل ہوتی ہے کنیز بھی عورت تھی اس کا دل رحم و ہمدردی کے جذبات سے بھر گیا۔ وہ اس فکر میں چلی کہ اگر کوئی ایسا شخص ملجائے جسے آنحضرت صلعم محمد سے ہمدردی ہو تو وہ تمام واقعہ اس سے کہدے۔

وہ جانتی تھی کہ آنحضرت صلعم اس قدر حلیم الطبع واقع ہوئے ہیں کہ ابوجہل کی زیادتی کا کسی سے بھی تذکرہ نہ کرینگے اور اس طرح سے ابوجہل سے انتقام نہ لیا جا سکے گا۔ اسلئے اُسے یہ خیال آیا کہ وہ خود ہی اس واقعہ کو کسی سے بیان کر دے۔

اس وقت آفتاب غروب ہو گیا تھا اور شرقی جانب سے سیاہی پھیلنے لگی تھی۔ کنیز آہستہ آہستہ چلکر خانہ کعبہ کے قریب پہنچی یہاں اُسے حضرت امیر حمزہ رضہ مل گئے حضرت امیر حمزہ رضہ نہایت بہادر بڑے دلاور اور کمال طاقتور تھے پورے جنگجو اور مشہور پہلوان تھے۔ متمول بھی تھے۔ یہ لوگ انہیں امیر حمزہ رضہ کے نام سے خطاب کیا کرتے تھے:۔

یہ آنحضرت صلعم کے حقیقی چچا اور رضاعی برادر بھی تھے انھیں شکار کا

بیحد شوق تھا انکا معمول تھا کہ صبح سویرے ہی مُسلح ہوکر شکار کیلئے چلے جاتے اور شام واپس آتے ہی اوّل خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور پھر گھر جاتے۔

آج بھی وہ شکار گئے تھے اور اسوقت واپس آرہے تھے تیر کمان آپ کے ہاتھ میں تھی۔ کنیز نے آپ کو دیکھا وہ آپکے پاس پہنچی اور اس نے کہا!!

یا امیر ٹھہر جاؤ! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔

حضرت امیر حمزہؓ کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے کہا کیا کہنا چاہتی ہے

کنیز نے کہا۔ کیا محمد صلعم تمھارے بھتیجہ اور رضاعی برادر نہیں ہیں؟

حضرت امیر حمزہؓ نے جواب دیا ہیں کیوں نہیں۔

کنیز۔ کیا آپ کو ان سے محبت نہیں ہے؟

**امیر حمزہؓ** - مجھے اُن سے بہت زیادہ محبت ہے۔

کنیز۔ افسوس ہے یا امیر تمہارے بھتیجہ پر لوگ ناروا سختیاں کرتے ہیں اور تمکو پرواہ تک نہیں ہوتی یہ کیسی محبت ہے۔ کیسی یگانگت ہے کیا دنیا کا خون سفید ہو گیا ہے۔ ابھی محمد صلعم کوہ صفا پر بیٹھے تھے۔ ابوجہل نے انکو سیکڑوں گالیاں دیں۔ جب آنحضرت صلعم نے جواب نہ دیا تو اُس نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر ان کے سر پر دے مارا۔ اس صدمہ سے ان کا سر پھٹ گیا اور خون کا فوارہ بہ چلا۔ بیچارے صبر و شکر کر کے چُپ ہو گئے:۔

آہ آج خاندان ہاشم کی حمیت کیا ہوئی۔ ایک ہاشمی نوجوان کو لوگ اسلئے ستاتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے اور ہاشمیوں کے خون میں جوش نہیں آتا:۔

کنیز کی مطعون باتیں سن سنکر حضرت امیر حمزہؓ کو طرارہ آگیا۔ خون اور دودھ نے جوش مارا۔ انہوں نے فرمایا میں تمہارا مشکور ہوں کہ تم نے مجھے یہ بات بتادی۔ میرا بھتیجہ اس قدر بے زبان ہے کہ اس نے آجتک مجھ سے کسی کی شکایت نہیں کی۔ میں آج ابوجہل سے اپنے بھتیجہ کا انتقام لوں گا۔ یہ کہتے ہوئے وہ بڑھے اوّل خانہ کعبہ میں گئے طواف کیا۔ طواف کرکے لوٹے یہ وقت قریش کے پوجا کرنے کا تھا۔ لوگ بتوں کے سامنے سجدہ میں پڑے تھے۔ ابوجہل اپنے حلقۂ احباب میں بیٹھا تھا:۔

حضرت امیر حمزہؓ ابوجہل کے پاس پہنچے اور کمان اٹھاکر اس زور سے اس کے سر پر مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ آپ نے غضب آلود آواز سے گرجتے ہوئے کہا۔ او بدکار ابوجہل سن میں محمد صلعم کے دین پر ایمان لایا ہوں وہی کہتا ہوں جو وہ کہتے ہیں اگر ہمت ہے تو میرے سامنے بول:۔

ابوجہل کے احباب کو بڑا طیش آیا۔ وہ انتقام کے لئے اٹھے۔ ابوجہل سمجھ گیا کہ اب بیت الحرام میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ چنانچہ اس نے اشارہ سے اپنے احباب کو خاموشی سے بیٹھ جانے کا حکم دیا!!

فوراً سب بیٹھ گئے۔ گویا ان کا جوش ہنڈیا کا ابال تھا وہ دفعتاً اٹھا اور اٹھتے ہی غائب ہوگیا:۔

ابوجہل نے کہا اے امیر واقعی آج مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں نے آپکے بھتیجہ پر بیجا تشدد کیا۔ اگر تم مجھ سے اپنے بھتیجہ کا انتقام نہ لیتے تو بے حمیت شمار ہوتے:۔

ابوجہل بخوبی جانتا تھا کہ امیر حمزہؓ کسقدر بہادر ہیں اسلیئے اس صلح وآشتی
سے معاملہ رفع دفع کرنا چاہا۔ حضرت امیر حمزہؓ چپ ہو کر چلدیئے اور بات بڑھتے
بڑھتے رہ گئی۔ جب حضرت امیر حمزہؓ خانہ کعبہ سے باہر آئے تو آپ کو خیال ہوا
کہ پہلے چل کر محمد صلعم کو دیکھوں کہ ان کے زیادہ چوٹ تو نہیں آگئی :-
چنانچہ طبیعت میں جوش اور اشتعال تھا بھر راستہ بھر کسی سے نہ
بولے۔ جب آنحضرت صلعم کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت خدیجہ اور
حضرت فاطمہؓ آپ کے پاس بیٹھیں آپکے سر مبارک کو دھو اور کپڑے کو
زخم میں بھرنے کے لئے جلا رہی ہیں :-
آپ نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت خدیجہ افسردہ خاطر ہیں اور حضرت فاطمہؓ
رو رہی ہیں۔ حضرت فاطمہ ابھی بچہ ہی تھیں۔ وہ کپڑا جلا رہی تھیں اور زار و نزار
رو رہی تھیں۔ آنحضرت صلعم انھیں تشفی دے رہے تھے۔ فرما رہے تھے
میری عزیز بچی مت رو۔ انبیاء پر ہر زمانہ میں سختیاں ہوتی رہی ہیں میں
بھی نبی ہوں اسلیئے میری قوم بھی مجھ کو ستاتی ہے بیٹی تو کب تک مجھ پر
ظلم دیکھ کر روتی اور کف افسوس ملتی رہے گی !!
حضرت فاطمہؓ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ حضور ہمارا خدا ہماری
کیوں نہیں سنتا۔ ابا جان میں کیسے دیکھوں کہ لوگ آپ کو پتھر مار مار کر
زخمی کر دیں۔ جس وقت حضرت امیر حمزہؓ مکان کے اندر پہنچے۔ تو حضرت
فاطمہؓ نے دیکھا۔ وہ اٹھکر دوڑیں اور انکا دامن پکڑتے ہوئے کہا :-
دادا جان دیکھو۔ میرے ابا جان کو دیکھو ہائے انھیں پتھر مار کر مجروح

کردیا ہے تم کیوں میرے اباّ کی حمایت نہیں کرتے دادا جان!!
یہ کہتے ہوئے وہ اسقدر روئیں کہ انکی ہچکی بندھ گئی۔ حضرت امیر حمزہؓ پر بڑا اثر ہوا۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا۔ میری عزیز بیٹی اب نہ رو۔ آئندہ کسی مردود کو یہ مجال نہ ہوگی کہ تیرے اباّ کو کچھ کہہ سکے۔
انھوں نے حضرت فاطمہؓ کو گود میں اٹھاکر سینہ سے لگایا۔ حضرت فاطمہؓ اب بھی رو رہی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کے بھی آنسو بہنے لگے تھے وہ زخم میں جلا ہوا کیڑا ابھر رہی تھیں اور آنسو ٹپ ٹپ زمین پر گر رہے تھے:۔
آنحضرت نے یہ کیفیت دیکھکر ارشاد فرمایا۔ خدیجہ نہ رو تمہارے رونے سے فاطمہؓ کو مزید صدمہ ہوگا۔ حضرت خدیجہ نے دوپٹے کے آنچل سے آنسو پونچھ لئے۔ حضرت امیر حمزہؓ فاطمہؓ کو گود میں اٹھائے ہوئے آنحضرت صلعم کے پاس پہنچے۔ آنحضرت صلعم نے اُسے سلام کیا!!
حضرت امیر حمزہؓ ان کے پاس ہی بیٹھ گئے اور آپ نے ہمدردانہ انداز سے فرمایا:۔
میرے پیارے بھتیجے تم کو سنکر بہت خوش ہونا چاہیے کہ میں نے بدکار ابوجہل سے تمہارا انتقام لے لیا اور اس زور سے اُس کے سر پر کمان ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا:۔
آنحضرت صلعم نے حضرت امیر حمزہؓ کی طرف دیکھکر کہا:۔
یاعم! مجھے اس بات سے خوشی نہیں ہوسکتی کہ تم نے میرا انتقام لے لیا ہے۔ مجھے تو جب خوشی حاصل ہو جب کہ آپ مشرف بہ اسلام ہوجائیں

حضرت امیر حمزہ رضؓ آنحضرت صلعم کی حالت اور حضرت فاطمۃ الزہرا کے رونے کی کیفیت دیکھکر نرم اور گداز ہو چکے تھے :-

چنانچہ انھوں نے بے ساختہ پن سے کہا - اگر تمہاری یہی خوشی ہے تو مجھے یہ بھی منظور ہے - تم مجھے مسلمان کرلو :-

آنحضرت صلعم کو انکے اس مختصر جملہ سے بڑی مسرت ہوئی آپ زخم کی سوزش اور اس کی تکلیف کے احساس کو بھول گئے - فوراً حضرت امیر حمزہ رضؓ کی طرف متوجہ ہوئے - انھیں کلمہ پڑھایا اور مسلمان کیا!!

جب حضرت امیر حمزہ رضؓ مسلمان ہو گئے تو آپ نے فرمایا - یا عم آج مجھے سچی مسرت حاصل ہوئی ہے - یہ خدا کا انعام ہے کہ اُس نے آپ کو مسلمان کر کے میرا معاون بنا دیا ہے :-

آنحضرت صلعم کو مسرور دیکھکر حضرت فاطمہ رضؓ حضرت خدیجہ رضؓ اور حضرت امیر حمزہ رضؓ رخصت ہو کر اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے :-

"یہ واقعہ ۶ سنہ ہجری نبوی کا ہے"



# تیسرا باب (۳)

# مشورۂ قتل

حضرت امیر حمزہؓ معمولی آدمی نہ تھے بلکہ امیر تھے بہادر تھے جنگجو تھے تمام عرب میں مشہور تھے ان کے مسلمان ہونے کی خبر چشم زدن میں برقی پر لگا کر مکّے کے گھر گھر اور کوچہ کوچہ میں پہنچ گئی۔ کفار مکہ کو ان کے مسلمان ہونے کا بیحد صدمہ ہوا۔ بڑے بڑے ہاتھ ملے۔ بڑے جز بز ہوئے۔ لیکن یہ جرائت نہ ہوئی کہ حضرت امیر حمزہؓ سے کچھ کہہ سکیں نہ ان پر سختیاں کرنے کی ہمت پڑی چپ چاپ رہے راز داری کے خفیہ مشورہ کرنے لگے ۔

حضرت امیر حمزہؓ کے مسلمان ہونے سے آوارہ لڑکوں اور اوباش نوجوانوں کے حوصلے بھی پست ہوگئے۔ سب نے بجائے خود یہ سمجھ لیا کہ اگر اب مسلمانوں کو ستایا گیا تو امیر حمزہؓ انتقام لئے بغیر نہ رہیں گے لہذا وہ بھی احتیاط کرنے لگے لیکن جب اور جس پر موقعہ پاتے ستائے بغیر نہ رہتے تھے۔ اب مسلمان قدرے آزادی سے بازاروں میں آنے جانے لگے اور کھلنے بیٹھنے کی فراخی ہوگئی۔ لوگوں سے ملنے لگے۔ اور تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ہر مسلمان جس شخص سے ملتا تھا اسلام تعلیم اس کے سامنے پیش کرتا

قرآن مجید کی آیات سناتا - لوگوں پر ان کا اثر ہوتا بعض مسلمان ہو جاتے اور اکثر کو مسلمانوں سے ہمدردی ہو جاتی - اسطرح سے اسلام رفتہ رفتہ پھیلنے لگا اور صدائے حق لوگوں کے کانوں تک پہنچنے لگی - کفار مکہ کو اس بات سے بڑی کوفت اور بڑا اضطراب وکرب ہوا - وہ سمجھ گئے کہ اگر یہی لیل و نہار رہے یہی مسلمانوں کی تبلیغ رہی اور لوگوں کا اسلام کی طرف یہ رجحان رہا تو ایک دن تمام مکہ مسلمان ہو جائے گا - اس خیال سے انکو قلبی اذیت پہنچنے لگی انھوں نے پھر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی - اکابر قوم کو صورت حالات سے متنبہ کرتے ہوئے موجودہ مشکل کے حل پر غور و خوض کر کے لائحہ عمل سوچنے کے لئے جمع کیا :-

ہر قبیلے کے معزز لوگ بلائے گئے چونکہ اسلام سے ہر معزز اور معقول آدمی کو نفرت تھی اسلئے فوراً ہی تمام جمع ہو گئے - باقاعدہ اجلاس شروع ہوا اس مرتبہ ابوسفیان کو صدر بنایا گیا - ابوجہل نے کہا اے اخوان العرب کسقدر افسوس کا مقام ہے کہ جسقدر مسلمانوں کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں اسیقدر ابھرتے ہیں اور اسلام چمکتا ہے جو لوگ ہجرت کر کے حبش میں پہنچ گئے ہیں انکی طرف سے خدشہ ہے کہ وہ کہیں بادشاہ حبش کو مکہ پر نہ چڑھا لائیں اسکے علاوہ سب سے بڑا خطرہ مکہ کے مسلمانوں سے ہے ہم نے ان پر سختیاں کر کے ان کو اسلام سے منحرف کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا بلکہ ہماری سختیوں کا نتیجہ کچھ بھی نہ ہوا اور ایک شخص بھی اسلام سے نہ پھرا اور تو اور یہ کمبخت غلام اور کنیزیں بھی باز نہ آئیں :-

حالانکہ ہم نے ہر وہ سختی جو ہمارے دماغ میں آئی ہے اب یہ خطرہ لاحق ہو

گیا ہے کہ باشندگان مکہ تمام کے تمام مسلمان نہ ہو جائیں یہ عجیب بات ہے کہ جو آدمی بھی ایک مرتبہ محمد صلعم سے بات کر لیتا ہے وہ اسی کا گرویدہ ہو کر اسکا کلمہ پڑھنے لگتا ہے نہ معلوم کیسا جادو اس کے پاس ہے میں نے کاہنوں سے دریافت کیا۔ اعراف سے پوچھا۔ سب ہی کہتے ہیں کہ محمد صلعم جادوگر ہے اور اس پر کسی کہانت کا اثر نہیں ہوتا۔ ابرش جو مشہور کاہن اور اعراف ہے اُس کے پاس گیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ اگر ہم نے عجلت سے کام نہ لیا اس فتنے کو فوراً نہ دبایا۔ تو سارا مکہ تمام عرب بلکہ دنیا کا بیشتر حصہ مسلمان ہو جائیگا وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اب اسکا آخری وقت آگیا ہے وہ اس فتنے کو دیکھنے کیلئے خود بھی زندہ رہنا نہیں چاہتا۔ اُسکے کہنے اور اسلام کے دن بدن ترقی کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم نے اپنی کوششوں میں ذرہ بھر بھی کوتاہی کی تو یقیناً اسلام سارے مکہ پر چھا جائیگا اور پھر ہم سب معزول کر دیئے جائیں گے اور ہمارے مراتب ہم سے چھین لئے جائینگے اب ہم حکومت کرتے ہیں پھر محکوم بنکر رہ جائینگے۔"

کس قدر ذلت آمیز زمانہ ہو گا کیا ہم میں سے کوئی بھی محکوم بنکر رہنا پسند کریگا۔ ابوجہل نے چاروں طرف استفسارانہ نظروں سے دیکھا ہر طرف سے آوازیں آئیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں!! ہم اس ذلت کو برداشت کرنے کیلئے کبھی زندہ نہ رہیں گے۔ ابوجہل نے جوش میں آکر کہا۔ اسطرح سے نہ کہو بلکہ یہ کہئے کہ ہم اپنی زندگی میں ایسا وقت نہ آنے دیں گے پھر آوازیں آئیں بیشک ہم یہ ذلت آفریں زمانہ آنے نہ دینگے۔ ابوجہل نے کہا جب یہ بات ہے تو طے کر لیجئے کہ اسلام کا خطرہ کس طرح سے مٹائیں کیا سبیل کریں جس سے کہ اسلام پھیلنے نہ پائے!

ابولہب نے کہا۔ ہم اس بات سے ڈر گئے کہ امیر حمزہؓ مسلمان ہو گئے ہیں اور وہ مسلمانوں کی حمایت میں شمشیر بکف ہو جائینگے اسلئے ہم نے سختیوں میں اور نگہداشت میں کمی کر دی ہے اس سے مسلمان دلیر ہو گئے ہیں۔ ہمکو بدستور سابق جدوجہد شروع کر دینی چاہیئے کیونکہ اب وہ علی الاعلان تبلیغ کر کے لوگوں کو بہکانے لگے ہیں اور اب کوشش ہونی چاہیئے کہ کوئی مسلمان اپنے گھر سے باہر نہ نکلے اس سے اگر مسلمان قابو میں نہ آئینگے تو کم از کم یہ ضرور ہوگا کہ دوسرے لوگوں پر انکی تعلیم کا کچھ اثر نہ ہوگا:۔

ولید نے کہا۔ اس کوشش میں ہمکو پہلے کامیابی ہوئی ہے اور نہ اب ہونیکی امید ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مسلمانوں کا قتل عام کر کے انکا خاتمہ ہی کر دو۔

عتبہ نے کہا۔ ہمارا ایسا کرنا تمام قبائل کو دعوت مبارزت دینا ہے کیونکہ جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں وہ ہر قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اگر ہم نے تمام مسلمانوں کو قتل کر ڈالا تو کوئی نہ کوئی قبیلہ کسی نہ کسی مسلمان کے انتقام کے لئے اٹھ کھڑا ہوگا اور جب جنگ کی چنگاری روشن ہو گی تو سارے ملک میں آگ لگا دیگی۔ اسلئے یہ غیر مناسب ہے:۔

ابوجہل نے کہا۔ میں بھی اسے پسند نہیں کرتا بیچارے عام مسلمانوں کا کیا قصور ہے ان پر تو جادو کر دیا گیا ہے کیوں نہ اس شخص کو قتل کر ڈالو جو کہ سب سے بڑا ساحر اور بانی فساد ہے (نعوذ باللہ)

عمر بن الخطاب نے کہا یہی رائے بہتر ہے بنائے فساد (نعوذ باللہ) کا خاتمہ کر دو۔ فساد خود بخود مٹ جائیگا؟

عاص بن وائل السہمی نے کہا۔ اس بات کو سوچ لو کہ (محمد ﷺ) ہاشمی ہیں اگر ان کے قتل کے بعد خاندان ہاشم انکے انتقام کیلئے اٹھ کھڑا ہوا تو وہ پھر وہ ہی صورت ہوگی کہ تمام عرب میں جنگ کے شعلے بلند ہو جائینگے۔

ابولہب نے کہا تم اس سے مطمئن رہو میں بھی ہاشمی ہوں میں اپنے قبیلہ کو اپنے قابو میں رکھوں گا:۔

ولید نے سنبھلکر کہا اگر یہ بات ہے تو اب کوئی خطرہ نہیں ہے بس اب محمد صلعم کا خاتمہ ہی کر ڈالو۔

ابوجہل نے تمام لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ لو کون اپنے معبودوں اپنے مذہب اپنی قوم کی حمایت میں یہ کام کرنیکو آمادہ ہے؟

اگرچہ اس مجمع میں ہر قسم اور ہر طبقہ کے لوگ تھے مگر کسی نے بھی اس کام کی حامی نہ بھری وجہ یہ تھی کہ سب جانتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ تنہا نہیں ہیں انکے ہمراہ انکے جاں نثار صحابی ہیں۔ جب تک صحابی قتل نہ ہونگے محمد صلعم پر آنچ نہ آنے دینگے یہ امر واقع ہے کہ آنحضرت صلعم کے صحابی آپکے اسقدر جاں نثار تھے کہ اپنے سامنے انکے ایک خراش تک بھی نہ آنے دینگے ایسے جاں نثار صحابی کسی نبی کو کسی زمانے میں نہ مل سکے حضرت موسی کے صحابیوں نے موسی سے کہدیا تھا کہ تم اور تمہارا خدا دشمنوں سے جاکر لڑو حضرت عیلے کو دشمنوں نے جب اسیر کیا تو انکے ایک صحابی نے بھی انکا ساتھ نہ دیا بلکہ جان کے خوف سے عیسائی ہونے سے بھی انکار کر دیا۔ مگر آپ کے صحابی ایسے تھے کہ آپکے پسینہ کی جگہ خون بہانے کو تیار رہتے تھے اسکے علاوہ ابی طالب آپکے ولی تھے ابی طالب کا اثر

یوں تو تمام قبائل میں تھا مگر ہاشمی آپکے زیر اثر تھے انکے علاوہ حضرت حمزہ رضؓ مسلمان ہو گئے تھے انکے مقابلہ کی جرائت لوگوں میں نہ تھی ان وجوہات سے کسی کو آنحضرت صلعم کے قتل کا ارادہ کرنیکی جرائت نہ ہوتی۔ لوگوں کو خاموش دیکھکر ابوجہل نے کہا کیا کوئی آمادہ نہیں ہے تعجب ہے ہمارے مذہبی جوش حرارت دینی اور قومی غیرت انکی کو کیا ہو گیا ہے ہمارے دل کیوں زنگ آلود ہو گئے ہیں ہمارے معبودوں کی تذلیل کی جارہی ہے اور ہمارے آبائی مذہب کو برا بتایا جارہا ہے مگر ہمارے دلوں میں حرارت پیدا نہیں کیا میں سمجھ لوں کہ ہمارے دلاوران صف شکن مسلمانوں سے ڈرنے لگے ہیں یہ سنکر عمرؓ کو جوش آگیا اور اُس نے پرجوش انداز میں کہا۔ میں اس فتنہ کا خاتمہ کر دونگا۔ میری تلوار محمد صلعم کو قتل کئے بغیر نیام میں نہ جائیگی یہ کہتے ہوئے انھوں نے تلوار میان سے کھینچکر ہاتھ میں لے لی تمام مجمع نے حضرت عمرؓ کی بہادری کی تعریف کی ابوجہل نے کہا اے خطاب کے بہادر بیٹے محمد کو جب تم قتل کر کے آؤگے تو میں تم کو سو اونٹ سرخ پشم اور سیاہ آنکھوں والے اور سو دینار سرخ دونگا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں کسی لالچ سے یہ کام نہیں کرتا بلکہ قوم کا فتنہ مٹانے کیلئے اس نیک کام پر آمادہ ہوا ہوں ابوجہل نے کہا یہ تو ہر شخص سمجھ گیا ہے میں نے اپنی خوشی سے تمکو بطور انعام دینے کا وعدہ کیا ہے جب تم بامراد واپس آؤگے فوراً اونٹ اور دینار تمہاری نذر کر دیئے جائینگے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں آپکا انعام بڑے فخر سے قبول کروں گا۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ اٹھے اور آنحضرت صلعم کے مکان کیطرف روانہ ہوئے تمام مجمع انکی بامراد واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

# چوتھا باب (۴)

## شیر عرب عمرؓ فاروق حلقہ اسلام میں

حضرت عمرؓ قریش کی نسل سے تھے خاندان عدی کے چشم و چراغ تھے آپکا خاندان آنحضرت صلعم سے آٹھویں پشت میں ملجاتا ہے بڑے بہادر اور جنگجو تیز غضب کے جوشیلے تھے ایک تو خاندانی شرافت دوسرے دلیری و جرأت نے انھیں تمام عرب میں مشہور کر دیا تھا وہ نوجوان تھے انکی عمر ستائیس ۲۷ برس کی تھی عمرؓ بہت زیادہ غصیلے اور پر جوش تھے تمام عرب میں شیر عرب کے نام سے مشہور تھے آپ اچھی طرح سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے عربی زبان کے ماہر تھے مگر شعر نہ کہنا آتا تھا البتہ اشعار کو خوب سمجھتے تھے خلقی بہادری نے آپکو نڈر بنا دیا تھا۔ جب اور جس سے الجھ جاتے تھے وہی دب جائے تو دب جائے مگر آپ نہ دبتے تھے۔ تمام قبائل سارا عرب واقف تھا کہ جب آپکی تلوار میان سے نکل آتی ہے تو بغیر فیصلہ کئے زیب نیام نہیں ہوتی آپنے تلوار میان سے کھینچ لی تھی۔ حضرت محمد صلعم کا فیصلہ کرنے کیلئے چل پڑے تھے:۔

سب نے سمجھ لیا کہ اب حضرت عمر محمد صلعم کا فیصلہ کر کے دم لینگے اس خیال سے لوگونکو بڑی مسرت ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے روانہ ہوتے ہی تمام مکہ مین بجلی کیطرح

سے یہ خبر گشت لگا گئی کہ حضرت عمرؓ آنحضرت صلعم کو قتل کرنے کیلئے روانہ ہو چکے ہیں لوگوں نے اس خبر کو بڑی مسرّت سے سُنا اور حضرت عمرؓ کی کامیابی کے منتظر ہو گئے۔ سب نے سمجھ لیا کہ آج اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔

حضرت عمرؓ بڑی شان سے شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے جھومتے جھلاتے چلے جا رہے تھے۔ جب وہ بازار کے آخری سرے پر پہنچے تو ان کے سامنے سے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص آتے ہوئے ملے۔ حضرت سعدؓ مسلمان ہو چکے تھے یوں تو ہر مسلمان آنحضرت صلعم کا جان نثار خادم وفا کیش غلام اور طاعت گذار صحابی تھے وہ حضرت عمرؓ کو شمشیر بکف دیکھکر ٹھٹکے۔ چونکہ وہ آنحضرت صلعم کے پاس سے آرہے تھے اسلئے ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت عمرؓ کہاں جا رہے ہیں مگر اُن کے کڑے تیور خشمگیں چہرہ اور ہاتھ میں شمشیر عریاں دیکھکر یہ خیال کر لیا کہ وہ ضرور آنحضرت صلعم کی فکر میں جا رہے ہیں حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو روکتے ہوئے کہا عمرؓ خیر تو ہے؟ آج غصہ میں بھرے ہوئے شمشیر برہنہ کئے کہاں جا رہے ہو۔

حضرت عمرؓ نے کہا محمدؐ کو قتل کرنے اس نے قوم میں بڑا فتنہ پیدا کر دیا ہے آج اس کا خاتمہ کر کے آؤنگا حضرت سعدؓ یہ سن کر مضطرب ہوئے۔ انھوں نے فرمایا انھیں قتل کر کے تجھے کیا ملیگا تم مجھے قتل کر ڈالو میری آل کو ذبحہ کر دو مگر آنحضرت صلعم کے قتل کا نام نہ لو۔ عمرؓ نے غضب آلود نظر ڈال سے حضرت سعدؓ کو دیکھکے دریافت کیا کیا تو بھی مسلمان ہو گیا ہے کمبخت۔ سعدؓ نے کہا ہاں میں بھی مسلمان ہو گیا ہوں عمرؓ نے جوش میں آکر تلوار اٹھائی لیکن فوراً ہی جھکالی اور کہا تیرے مارنے سے کیا فائدہ بنائے فساد ہی کو کیوں نہ مٹا ڈالوں سعدؓ یہ چاہتے تھے کہ یا تو

کسی کو قتل کرکے عمرؓ کا غصہ فرد ہوجائے یا کسی نہ کسی طرح سے حضرت صلعم کو خبر ہو جائے کہ عمرؓ حضور کو قتل کرنے کیلئے آرہے ہیں اسلئے انھوں نے خود کو قتل کیلئے پیش کیا تھا۔ مگر جب دیکھا کہ حضرت عمرؓ انکے قتل پر آمادہ نہ ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ آنحضرت صلعم کو بعد میں قتل کرنا۔ عمرؓ نے پوچھا گھر کی کیا خبر لوں؟ سعدؓ نے فرمایا۔ تمہاری ہمشیرہ فاطمہ اور تمہارے بہنوئی سعد بن زید بھی مسلمان ہو چکے ہیں یہ سنکر عمرؓ کا چہرہ فرط غیظ و غضب سے تمتمانے لگا:۔

انھوں نے جوش میں بھر کر کہا اگر یہ بات ہے تو پہلے ان دونوں کا خاتمہ کر آؤں یہ کہتے ہی وہ اپنے بہنوئی کے مکان کی طرف پلٹے۔ حضرت سعدؓ کا بھی یہی منشا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے انھیں وقفہ مل جائے اور وہ آنحضرت کو اسکی اطلاع کر دیں۔ حضرت عمر کے پلٹتے ہی وہ پلٹے اور جلدی سے قدم اٹھا کر ارقمؓ کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آنحضرت صلعم ارقم کے ہی مکان میں رونق افروز تھے حضرت عمرؓ جوش میں بھرے ہوئے حضرت سعیدؓ کے مکان پہنچے۔ دروازہ بند تھا اور کسی کے کچھ پڑھنے کی آواز آرہی تھی آپ دروازہ سے لگ کر کھڑے ہو گئے اور کان لگا کر سننے لگے۔ لیکن کوئی آہستہ آواز سے پڑھ رہا تھا اور صاف طور پر سنائی نہ دیتا تھا آپکو شبہ گذرا کہ شاید قرآن مجید پڑھ رہے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے دستک دی اور فوراً آواز بند ہو گئی آپکا شبہ یقین سے بدل گیا اس یقین نے آپ کو بیحد برافروختہ کر دیا۔ آپ نے پھر زور سے دستک دی۔ کچھ وقفہ کے بعد دروازہ کھلا اور آپکی ہمشیرہ فاطمہؓ کھڑی نظر آئیں۔ حضرت فاطمہ نے کہا بھائی جان آپ ہیں آجائیے

حضرت عمرؓ غصہ میں بھرے ہوئے تھے مکان کے اندر داخل ہوئے سامنے ہی ایک چٹائی پر آپ کے بہنوئی سعید بیٹھے تھے وہ عمرؓ کا غضب آلود چہرہ دیکھکر سہم گئے ڈرتے ڈرتے تعظیم کیلئے اُٹھے عمرؓ نے بڑھکر تلوار چٹائی پر رکھ دی اور حضرت سعیدؓ سے دریافت کیا بتاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے وہ اس شان سے کھڑے تھے گویا حضرت سعیدؓ پر جھپٹنے والے ہیں انکی ہمشیرہ فاطمہ انکی یہ کیفیت دیکھکر سمجھ گئی کہ عمرؓ کو اُن کے مسلمان ہونیکا علم ہوگیا ہے چونکہ عمرؓ بڑے جوشیلے ہیں ضرور سعیدؓ کو زدوکوب کرینگے نیز انکو یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت لبنیہؓ انکی کنیز مسلمان ہوگئی ہے اور وہ اُسے اسقدر مارتے ہیں کہ مارتے مارتے تھک جاتے ہیں اسلئے وہ ڈرگئیں اور انھوں نے فرمایا:

بھائی جان تشریف رکھئے ہم جو پڑھ رہے تھے آپ کو سنا دینگے عمرؓ غصہ میں بھرے ہوئے تھے انھوں نے حضرت فاطمہ کو جھٹک کر الگ کر دیا اور حضرت سعیدؓ کا دامن پکڑ کر اُسے جھٹکے دیتے ہوئے کہا۔ او گمراہ تو کیا پڑھ رہا تھا۔ سعیدؓ خوفزدہ نظروں سے اُسے دیکھنے لگے انھوں نے کچھ جواب نہ دیا حضرت عمرؓ کو اسقدر غصہ آیا کہ انھوں نے سعیدؓ کو نیچے گرا کر مارنا شروع کیا مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ کمبخت تم مسلمان ہو گئے ہو اب تجھکو مسلمان ہونے کا مزہ چکھاؤں گا اسقدر ماروں گا کہ تم مرجاؤ گے:۔

حضرت سعیدؓ نے اب بھی کچھ جواب نہ دیا خاموش پڑے پٹتے رہے حضرت عمرؓ نے کہا ذلیل کمینے تم نے اسلام قبول کرکے ہمارے خاندان کو بٹہ لگایا ہے بول تو کیا اسلام چھوڑے گا۔ سعیدؓ نے کہا نہیں مرتے دم

تک اسلام سے منہ نہ موڑوں گا یہ جواب سنکر حضرت عمرؓ پہلے سے بھی زیادہ پرغضب ہو کر بھر گئے گویا آپے سے باہر ہو گئے اُنھوں نے زدوکوب کرنا شروع کیا اب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا تو اُن سے صبر نہ ہوسکا اُنھوں نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ بھائی جان بس کرو آخر کب تک مارو گے عمر غصہ میں بھرے ہوئے تھے آپ نے زور سے ایک گھونسا مارا۔ فاطمہ کا سر دیوار سے ٹکرا کر پھٹا اور خون بہہ کر چہرے پر پھیلنے لگا۔ حضرت فاطمہؓ نے جوش سے بھر کر کہا قد اسلمنا وتابعنا محمدؐ اناما ئید ابلک (ترجمہ) ہاں اے عمرؓ ہم مسلمان ہو چکے ہیں محمدؐ کے فرمانبردار بن گئے ہیں جو تم سے ہو سکے کرو)

حضرت عمرؓ نے فاطمہؓ کا خون آلود چہرہ دیکھا تو آپ کا غصہ دھیما پڑ گیا۔ آپ نے سعیدؓ کو چھوڑ دیا اٹھے اور اپنی ہمشیرہ سے بولے مجھے وہ کلام لاکر دکھاؤ یا سناؤ جو تم ابھی ابھی پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہ بات سنجیدگی کے لہجہ میں کہی۔ حضرت فاطمہؓ نے ان کا بشرہ دیکھکر سمجھ لیا کہ ان کا غصہ اب بہت حد تک فرو ہو چکا تھا اسلئے انھوں نے قدرے دلیری سے کہا۔

یا اخی ہم قرآن پڑھ رہے تھے قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لا یمسہ الا المطھرون (ترجمہ) اسکو وہی چھو سکتے ہیں جو پاک ہیں) اگر آپ غسل کر کے آئے ہیں تو ہم آپ کو پڑھکر سنا سکتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ خدا کا یہ حکم ہے کہ قرآن مجید کا اس کہنے سے یہ مقصد بھی تھا کہ عمر غسل کر کے جو ان میں تھوڑا بہت غصہ باقی رہ گیا تھا وہ بھی جاتا رہے عمرؓ کو کلام پاک سننے کا بیحد شوق تھا۔ انھوں نے فرمایا اچھا میں غسل

کر کے آتا ہوں۔ یہ کہتے ہی وہ باہر چلے گئے ایک اعرابی جو مکان کے اندر چھپے ہوئے تھے یہ جناب بن الارث تھے قرآن مجید کی تعلیم دینے کیلئے حضرت سعید رضؓ کے پاس آتے تھے۔ حضرت عمر کو دیکھکر چھپ گئے تھے انھوں نے حضرت فاطمہ رضؓ سے خطاب کر کے کہا۔ فاطمہ رضؓ تم نے یہ کیا غضب کیا کہ اپنے بھائی کو آیات قرآنی دکھانے کا وعدہ کر لیا حضرت فاطمہ رضؓ نے کہا۔ مطمئن رہو جناب رضؓ مجھے یقین ہے کہ کلام الٰہی عمر رضؓ کے دل پر اثر کئے بغیر نہ رہیگا۔ جناب رضؓ نے کہا خدا ایسا ہی کرے آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی ہے کہ یا تو حضرت عمر رضؓ مسلمان ہو جائیں یا عمر بن ہشام (ابو جہل) اب سعید بھی اٹھکر کھڑے ہو گئے تھے۔ انھوں نے کہا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ عمرؓ مسلمان ہو جائینگے۔ حضرت جناب نے کہا خدا کرے کہ ایسا ہی ہو:۔

حضرت عمر رضؓ کے مسلمان ہونے سے اسلام اور مسلمانوں کو بڑی تقویت ہو جائیگی۔ حضرت فاطمہ رضؓ کے زخم سے ابتک خون جاری تھا حضرت سعید رضؓ نے کہا تم اپنا سر اور منہ دھو ڈالو۔ فاطمہ رضؓ نے منہ ہاتھ دھویا زخم پر پٹی باندھی اور اس عرصے میں عمر رضؓ غسل کر کے آگئے انھوں نے آتے ہی فرمایا اب دکھاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ عمر رضؓ کو آتے ہوئے دیکھکر حضرت جناب پھر گھر کے اندر جا چھپے حضرت فاطمہ رضؓ اندر سے چند اوراق لے آئیں ان اوراق پر سورۂ حدید تحریر تھی۔ عمر رضؓ نے فاطمہؓ سے وہ اوراق لیکر خود ہی پڑھنا شروع کیا لکھا تھا:۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ترجمہ زمین و آسمان کے رہنے والے خدا کی تسبیح کرتے

ہیں اور خدا ہی غالب اور حکمت والا ہے وہی آسمانوں اور زمینوں کا بادشاہ ہے وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔"

حضرت عمرؓ نے ابھی اسقدر ہی پڑھا تھا کہ بول اٹھے واہ وا کیسا شیریں کلام ہے آج تک میں نے ایسا کلام نہ دیکھا نہ سنا ہے اس کا اثر میرے قلب پر ہوتا ہے آپ نے پڑھنا شروع کیا۔ جوں جوں آپ پڑھتے جاتے تھے قلب متاثر ہوتا جاتا تھا جب آپ نے یہ آیہ شریفہ پڑھی:۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَاَنْفَقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ۔

خدا پر اور اسکے رسول پر ایمان لے آؤ اور خرچ کرو اس چیز کو اس چیز میں سے کہ تمہیں پہلے لوگوں کا جانشین کر کے دیگئی ہے بس جو لوگ ایمان لائے انکے واسطے بڑا ثواب ہے۔

ان آیات کا حضرت عمرؓ پر بڑا اثر ہوا اور وہ بے ساختہ پکار اٹھے۔ یہ کلام لائق صد ہزار تحسین ہے میں ایمان لایا اس نوید روح پرور پر حضرت سعیدؓ اور حضرت فاطمہؓ دونوں کمال مسرور ہوئے حضرت جناب بھی خوش ہو کر باہر نکل آئے انھوں نے آتے ہی انکو سلام کیا۔ حضرت جنابؓ نے کہا میں آپکے بہنوئی اور بہن کو قرآن مجید کی تعلیم دینے آیا کرتا تھا آپ کو دیکھکر چھپ گیا تھا اے خطاب کے بیٹے مبارک ہو محمد صلعم کی دعا آپکے حق میں قبول ہوگئی حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کیسی دعا۔ حضرت جناب نے فرمایا آنحضرت صلعم نے کل دعا فرمائی تھی کہ یا الٰہی کہ یا تو عمرؓ کو مسلمان کردے یا ابوجہل کو

سو معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے حق میں دعا قبول ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اب مجھے حضورؐ کے سامنے لے چلو میں وہیں چلکر مسلمان ہوں گا:-

چنانچہ حضرت سعیدؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت جنابؓ انھیں ہمراہ لے کر روانہ ہوئے حضرت عمرؓ نے شمشیر ہاتھ میں لے لی ادھر حضرت سعدؓ بن وقاص آپکی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت عمرؓ کے آنیکی کیفیت بیان کر چکے تھے کچھ عرصہ کے بعد دروازہ پر دستک ہوئی۔ لوگوں نے دروازہ سے جھانک کر دیکھا حضرت عمرؓ برہنہ شمشیر لئے کھڑے نظر آئے۔ صحابہ کرام نے حضور اکرم سے تذکرہ کیا۔ آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ دروازہ کھول دو۔ حضرت امیر حمزہؓ بھی موجود تھے انھوں نے فرمایا کہ بلاشبہ دروازہ کھول دو۔ اگر عمرؓ نیک ارادہ سے آیا ہے تو خیر ورنہ اسی تلوار سے اس کا سر اڑا دیا جائے چنانچہ صحابہ کرام نے قریب جاکر دروازہ کھولا۔ حضرت عمرؓ مکان کے اندر داخل ہوئے جب وہ آنحضرتؐ کے قریب پہنچے تو آپؐ اٹھکر کھڑے ہو گئے آپکے ہمراہ تمام صحابی بھی کھڑے ہو گئے آنحضرت صلعم نے بڑھکر حضرت عمرؓ کا دامن پکڑ کر جھٹکہ دیا۔ اور پر جلال آواز میں کہا۔ عمرؓ کس ارادے سے آئے ہو؟ نبوت کی بارعب آواز نے عمرؓ کو کپکپا دیا۔ انھوں نے کہا اے خدا کے محترم رسول میں مسلمان ہونے کیلئے آیا ہوں:

آنحضرت صلعم نے یہ سنتے ہی پر جوش مسرت سے بآواز بلند اللّٰہُ اکبرؐ کا کا نعرہ لگایا کہ دار الارقم۔ وہ محلہ۔ محلہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں حضور اکرم اسی جگہ بیٹھ گئے تمام صحابہ آپ کے گرد بیٹھ گئے اور حضرت عمرؓ سامنے بیٹھ گئے آنحضرت نے کلمہ پڑھا کر حضرت عمرؓ کو مسلمان کر لیا حضرت عمرؓ نے مسلمان ہو کر کہا

اے خدا کے پیارے حبیب میں چاہتا ہوں کہ آج خانہ کعبہ میں چلکر نماز ادا کیجئے۔ ابتک مسلمان چھپے پھرتے تھے۔ کفار کے خوف سے خانہ کعبہ میں کفار مکہ کا جو معبدگاہ تھا۔ نماز پڑھنے کی جرأت نہ ہوتی۔ آنحضرت صلعم نے جواب دیا کہ اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو چلو!!

سب اٹھکر کھڑے ہو گئے۔ دارالارقم سے باہر آئے اور خانہ کعبہ کیطرف روانہ ہوئے حضرت عمرؓ سب سے آگے آگے شمشیر برہنہ لیے چل رہے تھے آنحضرت صلعم کے داہنے ہاتھ صدیق اکبرؓ۔ بائیں ہاتھ حضرت امیر حمزہؓ اُنکے برابر حضرت علیؓ تھے باقی صحابہ پیچھے تھے۔ کفار مکہ نے جب اس شان و عظمت سے مسلمانوں کو آتے دیکھا تو ان کو بڑی حیرت ہوئی۔ راستہ میں ابوجہل ملا اسے دیکھتے ہی حضرت عمرؓ نے کہا۔

ابوجہل خدا کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہو گیا۔ محمدؐ کو خدا کا رسول مانتا ہوں ابوجہل کو کچھ کہنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اور مسلمانوں نے خانہ کعبہ میں جاکر نماز پڑھی کفار مکہ ایک طرف کھڑے دیکھتے رہے!!

یہ پہلی نماز تھی جو بہت سے مسلمانوں نے اعلانیہ خانہ کعبہ میں پڑھی نماز پڑھکر سب لوگ واپس آگئے۔ حضرت عمرؓ کے دبدبہ کی وجہ سے کسی کافر کو چون و چرا کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۶ سنہ نبوی کا ہے۔



# پانچواں باب (۵)

## مردم آزار طوفان

عدی اپنے مصیبت زدہ قافلہ کو ہمراہ لے کر "حمرا" کی طرف روانہ ہوا تھا مغموم اور دل شکستہ حارثہ بھی اسکے ساتھ تھا چونکہ یہ قبیلہ بنو بکر سے متعلق تھا اور قبیلہ بنو قحطان اور بنو بکر میں عداوت تھی اسلئے بنو قحطان نے عدی کے قبیلہ پر تاخت کی تھی۔ عدی کا قبیلہ کمزور تھا لہٰذا بنو قحطان کے مقابلہ کی ہمت نہ تھی اسلئے بنو خزاعہ کا وسیلہ ڈھونڈھ رہا تھا۔ چونکہ اس قبیلہ کے افراد کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں بنو قحطان رات کو یا دوسرے کسی وقت میں انکی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اچانک ان پر حملہ نہ کر دیں اسلئے انھوں نے سیدھا راستہ اختیار نہ کیا بلکہ غیر معروف راستہ سے روانہ ہوئے جو راستہ انھوں نے اختیار کیا وہ غیر آباد تھا۔ ریت کے سر بہ فلک ٹیلے ہر طرف پھیلے ہوئے تھے سفید ریت کے چمکدار ذرّے آفتاب کی شعاعوں سے چمک کر آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیتے تھے۔ نیز دھوپ گرم ہوا طپیدہ ریت راستہ میں موجب تکلیف تھا جب تک آفتاب زیادہ بلند نہ ہوتا شعاعیں ترچھی رہتیں ہوا گرم نہ ہوتی وقت

خوشگوار رہتا اسوقت تک یہ لوگ سفر کرتے رہتے تھے اور جب سورج ذرا بلند ہوجاتا تھا تو کرنیں سیدھی ہوجاتیں۔ ریت تپنے لگتا۔ ہوا گرم ہوجاتی تو یہ لوگ کسی اونچے ٹیلے کی آڑ میں ٹھہر جاتے اور تمام دن دھوپ میں پڑے رہتے بدنجی ملاحظہ کیجئے کہ راستہ بھول گئے۔ مہینوں بھٹکتے پھرتے رہے ایک دن جب کہ وہ لوگ بلند ٹیلے کے نیچے پڑے ہوئے تھے اور آفتاب نصف النہار پر پہنچا ہوا تھا۔ دھوپ اسقدر تیز پڑ رہی تھی کہ ریگ زار گرم ہو کر گلخن بن گیا تھا گرم ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ ہوا کی گرمی دھوپ کی تمازت اور ریت کی تپش نے ان لوگوں کو بوکھلا دیا تھا۔ پیاس اور گرمی سے جان پر بنی ہوئی تھی جسقدر پانی پیتے تھے پسینہ بن کر خارج ہوجاتا تھا۔ چونکہ اس ریگستان میں پانی کی سخت قلت تھی اسلئے پانی ختم ہوجانے کے خوف سیر ہو کر نہ پی سکتے تھے۔ آج کی تپش اور ہوا کی تیزی نے یہ بتا دیا تھا کہ طوفان آنے والا ہے۔

ریگستان کا طوفان خدا پناہ میں رکھے۔ نہایت تباہ کن ہوتا ہے اس قبیلہ کے تمام لوگ طوفان کے آثار دیکھکر سراسیمہ ہو رہے تھے اس وقت ہوا اور تیز ہوگئی تھی۔ ریت کے بھگولے اٹھ اٹھکر اڑنے لگے تھے:۔

عدی نے تمام لوگوں سے خطاب کر کے کہا ہم مصیبت زدوں پر طوفان مزید طوفان توڑنا چاہتا ہے اگر ہوا کا یہی رخ اور یہی زور رہا تو خدشہ ہے کہ ہیں ریت کے ٹیلے اکھڑ اکھڑ کر اڑنے لگیں۔ حارث نے کہا آپ نے صحیح فرمایا مجھے خوف ہے کہ طوفان پورے زور کے ساتھ آئیگا ہوا اونچے ٹیلے کیا اکھڑ رہی ہے ایک اور عرب نے کہا۔ بگولوں نے ریت اٹھا اٹھا کر اچھالنا شروع کر دیا ہے

دیکھتے ہو کسقدر ریت اڑ اڑ کر آرہا ہے اے معبود ہم پر رحم کرو ہمیں اس ریگستان کے خون آشام طوفان سے بچالو۔ عدی نے کہا ہاں ہاں اے لات وہبل کے پرستار دعا عاجزی اور زاری کرو یہی وقت معبودوں کے پکارنے کا ہے۔ سب لوگ کھڑے ہو گئے سب نے احترام سے لات وہبل۔ عزیٰ اور منات وغیرہ بتوں کے نام بلند آواز سے لیکر اُن سے رحم اور مہربانی کی التجا کی۔ آفتاب کی طرف سر جھکا جھکا کر ہاتھ باندھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہوا دمبدم تیز ہوتی جارہی تھی۔ دھوپ کی رنگت سفیدی سے سرخی مائل ہونے لگی تھی۔ ہوا کا زور اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ریت کے ٹیلوں کو اکھاڑ اکھاڑ کر پھینکنے لگی تھی جس ٹیلے کے نیچے یہ لوگ کھڑے تھے اس کا ریت اُڑ اُڑ کر لوگوں کے اوپر گرنے لگا تھا اور اس سرعت سے گر رہا تھا گویا انسانوں کا لشکر ٹیلہ کے اوپر چڑھا ہوا نہایت تیزی سے گرا رہا ہے:۔

عدی نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا میرے عزیزو! اگر ہم کچھ دیر اور یہاں ٹھہرے رہے تو یقیناً ریت کے نیچے دب جائینگے آؤ اس ٹیلہ پر چڑھ جائیں۔ حارثہ نے کہا یا سیدی تم صحیح کہتے ہو۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ جسقدر ریت اٹھتا جائیگا اسی قدر ہم نیچے اترتے جائینگے اگر اس سارے ٹیلے کو بھی ہوا اٹھا لیگی تب بھی ہم ریت کے نیچے نہ دب سکینگے ایک عرب نے کہا۔ مگر ہم کو نظر کہاں آرہا ہے ہوا آنکھیں کب کھولنے دیتی ہے۔ دھڑلوں ریت ہمارے جسموں پر پڑا ہوا ہے کیسے ریت جھٹکیں کیسے آنکھیں کھولیں اور کیسے اوپر چڑھیں۔ عدی نے کہا سعی کرو زندگی چاہتے ہو تو جد وجہد سے کام لو اگر تھوڑی دیر بھی یہاں کھڑے رہے تو ریت ہمکو دبا لیگا اور پھر اٹھنے

نہ دے گا۔ اس وقت ان لوگوں پر ریت کی بارش ہو رہی تھی۔ ہر آدمی گھٹنوں تک ریت میں دبا کھڑا تھا۔ سر اور چہرے و ہاتھ سب ریت میں اٹ گئے تھے گرم ریت اور گرم ہوا کے جھونکے بدن کے جس حصے سے چھو جاتے تھے جھلس کر سوزش پیدا کر دیتے تھے انھیں بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کہ بھاڑ میں سے گرم گرم ریت اُن کے اوپر پھینکا جا رہا ہے اس وقت انھیں بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ عقوبت دوزخ کا ذائقہ آ رہا تھا۔ پیاس سے الگ جان پر بنی تھی حارثہ نے اپنے منہ کے اوپر سے ریت جھٹکتے ہوئے کہا چلو سب ٹیلے کے اوپر چلو ٹٹول ٹٹول کر ایک دوسرے کا دامن یا ہاتھ پکڑ لو۔ سب نے ٹٹول کر ایک دوسرے کے دامن پکڑ لئے۔ سب نے آنکھوں کے اوپر سے ریت جھٹک کر ماتھے پر ہتھیلیاں رکھکر آنکھیں کھولیں۔ سامنے دیکھا فضا تیرہ و تار تھی اگر کچھ نظر آتا تھا تو وہ سرخی یا سرخی میں ملے ہوئے ریت کے سفید ذرّے تھے۔ عدی نے اس منظر کو دیکھکر کہا۔ افسوس کچھ نظر نہیں آتا۔ آہ کیا ہم سب ریت میں دب کر سسک سسک کر مر جائینگے کیا ہمارا انتقام ناتمام رہ جائیگا۔ آہ ہمارے معبود یہ ہم پر کیا غضب نازل ہو رہا ہے۔ ہائے ہائے کیا ہمارے اعزہ کی روحیں انتقام نہ لیے جانے کیوجہ سے ہمیشہ بھٹکتی پھرینگی؟ حارثہ نے جوش میں آکر کہا نہیں نہیں! ہم ابھی نہ مرینگے ہم اپنے عزیزوں کا انتقام لیکر مرینگے۔ چڑھو جلدی سے اس ٹیلے پر چڑھو۔ اگرچہ ٹیلہ انکے سامنے اور بہت ہی قریب تھا مگر طوفان گرد کچھ دیکھنے نہ دیتا تھا اسلئے وہ نہیں جانتے تھے یا نہیں سمجھ سکتے تھے کہ ٹیلہ کس طرف ہے ہوا اس زور سے چل رہی تھی کہ ریت تو ریت انسانوں کو اٹھائے

یعنی ریت اس طرح سے آ آ کر گر رہا تھا کہ جیسے کوئی گٹھریاں باندھ باندھ کر گرا رہا ہو۔ یہ لوگ ریت میں دبتے چلے چلے جا رہے تھے ایک عرب نے کہا آہ ہم کیسے چکر میں پڑ رہے ہیں ہم تو ریت میں دب گئے ہیں بس اب ہمارا نکلنا مشکل ہی معلوم ہوتا ہے عدی نے کہا۔ مشکل ہے تاہم زور لگاؤ نکلو اور مشکل کو آسان کرو۔ سب نے مل کر زور لگایا کچھ ابھرے لیکن اوپر سے اور ریت آپڑا اور پھر دبے کے دبے رہ گئے حارث نے ریت کے ٹیلے کا سہارا لیکر ابھرنے ریت کے گرداب سے نکلنے کی سعی کی مگر جھکنے کی وجہ سے ریت میں دب کر رہ گیا۔ اس نے مایوسانہ انداز سے کہا۔ کوشش فضول ہے کامیابی کی توقع نظر نہیں آتی موت سر پہ آگئی ہے ہماری قبریں اب اسی ریت میں بنیں گی۔ عدی نے کہا اس قدر مایوس نہیں چاہیئے کوشش کرو آہ کون؟

عدی کا فقرہ ابھی تمام نہ ہوا تھا کہ ہوا نے ریت کے ٹیلے کو ان کے اوپر الٹ دیا۔ ایک دم چیخنے چلانے کی آوازیں آئیں ہوا کا طوفان اور بڑھ گیا آندھی کی سرخی سیاہی سے بدل گئی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر بھی کچھ نظر نہ آتا تھا البتہ ریت کے انبار ایک جگہ سے اٹھکر دوسری جگہ گر رہے تھے چیخوں کی آوازیں کم ہوتے ہوتے بالکل بند ہو گئیں کسی کے بولنے یا دم لینے کی بھی آواز نہ آتی تھی غریب عدی اور اس کے قافلے والے ریت میں دب گئے۔

~~~~
~~~~

# چھٹا باب (۶)

## عدم تعاون

حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے سے کفار مکہ میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ تمام قبائل اور قبیلہ کے ہر فرد کو بیحد صدمہ ہوا۔ ہر شخص نے حیرت سے اس خبر کو سنا اور کف افسوس ملتے ہوئے رہ گیا۔ جب ان مسلمانوں نے خانہ کعبہ میں جاکر نماز پڑھی تو تمام کفار کو کمال رنج ہوا۔ اسے انھوں نے اپنے مذہب کی توہین سمجھا تمام مکہ میں اس سے غم اور غصے کی ایک لہر دوڑ گئی یہ ایک نہایت زبردست انقلاب تھا جو واقع ہوا تھا اس سے کفار مکہ کے جذبات شدید ترین مجروح ہو گئے تھے۔ اب مسلمان آزادانہ چلتے پھرتے تھے۔ خرید و فروخت کرتے تھے خانہ کعبہ میں جاکر نماز ادا کرتے تھے کسی کو انھیں روکنے چھیڑنے اور برا کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اس آزادی کی خبر ملک حبش تک پہونچ گئی۔ جو مسلمان ہجرت کرکے وہاں پہنچ گئے تھے وہ سمجھے کہ اب قریش نے مخالفت بند کر دی ہے اور مسلمانوں کو آزادی سے رہنا پھرنا نصیب ہوا ہے انمیں سے اکثر اپنے وطن واپس لوٹ آئے مگر جب یہاں آکر معلوم ہوا کہ ابھی کوئی آزادی وغیرہ نہیں ملی کفار مکہ اپنی ضد سے باز نہیں

آئے تو پھر حبش کو واپس چلے گئے تاریخوں میں یہ حبش کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے
چونکہ مسلمان آزادانہ طریقے پر نماز پڑھنے لگے تھے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے
اس سے کفار مکہ کے کلیجہ پر سانپ لوٹ جاتا تھا۔ کچھ دنوں تو وہ چپکے رہے زمانہ کی
رفتار دیکھتے رہے اور مسلمانوں کے طرز عمل کا مطالعہ کرتے رہے انھوں نے دیکھا
کہ غلام ہو یا آزاد۔ آقا ہو یا دریوزہ گر مسلمان ہو کر سب ایک صف میں شامل
ہو جاتے ہیں۔ غلام اور آقا کی خصوصیت اڑ جاتی ہے امیر و غریب کا فرق
اٹھ جاتا ہے۔ جاہ و منصب وغیرہ کوئی چیز نہیں رہتے اور مساوات سب کو
ایک ہی رنگ میں رنگ دیتی ہے نہ کوئی بندہ رہتا ہے اور نہ کوئی بندہ نواز
سب اخوت کی مضبوط ری میں جکڑ دیئے جاتے ہیں اس کا اثر غربا پر خاص طور
پر ہونے لگا ہے اور غریب لوگ اسلام کیطرف جھکنے لگے ہیں ان کفار کو جو اہل
منصب اور جاگیر دار تھے معزز اور امیر تھے اس مساوات سے اپنے اعزاز کے
مٹ جانے کا خطرہ محسوس کرنے لگے وہ کیسے اس بات کو پسند کر سکتے تھے کہ
ایک غلام ایک ادنیٰ خادم ایک غریب شخص انکی ہمسری کا دعویٰ کرے اور
انکے برابر بیٹھ سکے انکی مجالس میں شریک ہو انکے ساتھ ملکر عبادت کرے
اس بات کو وہ اپنی توہین سمجھتے تھے اسلام نسلی غرور مٹانے جاہ و اعزاز کے
افتخار کو خاک میں ملانے۔ دنیا کو مساوات کا سبق پڑھانے ہزاروں معبودوں
کی پرستش سے چھڑا کر صرف ایک معبود کی پرستش کرانے کیلئے آیا تھا یہ نزاع
روز افزوں ترقی کرتی رہی اہل دول و کفار پیچ و تاب کھاتے رہے غضبناک
نظروں سے مسلمانوں کو دیکھتے رہے۔ چونکہ مسلمانوں کو کسی قدر فارغ البالی

نصیب ہوئی تھی اسلئے انھوں نے تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ سعید روحیں کھنچنے لگیں۔ لوگ مسلمان ہونے لگے مگر مسلمان ہونے کی رفتار سست تھی اکثر لوگ مسلمان ہونا چاہتے تھے مگر کفار کے مظالم سے ڈرتے تھے بعض نئے مذہب کو اختیار کرتے ہوئے شرماتے تھے اور بہت سے اپنے ہی رشتہ داروں سے ڈرتے تھے اور کئی اپنے آبائی مذہب کو چھوڑتے ہوئے ہچکچاتے تھے اسلئے اسلام آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا اسوقت تک مکہ میں صرف چالیس ہی لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ اسکے علاوہ تراسی ۸۳ مسلمان وہ تھے جو ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے اس طرح سے تمام مسلمان ملاکر صرف ایکسو تیئیس ہوتے تھے یہ تعداد معمولی تھی۔ مگر کفار کو اس قدر لوگوں کے مسلمان ہونے سے یہ خوف لاحق ہو گیا تھا اگر اسی طرح سلسلہ جاری رہا تو تمام مکہ اور پھر سارا عرب مسلمان ہو جائیگا اور یہ ان کا اعزاز ان کا اقتدار ان کی وقعت اُن کے منصب وغیرہ سب خاک میں مل جائینگے اس خیال نے اُنکی انقطاعی تدابیر اختیار کرنے پر آمادہ کر دیا انھوں نے ماہ محرم ۷ نبوی میں ایک مجلس شوریٰ منعقد کی تمام قبائل کے سرداروں کو مدعو کیا گیا۔ نہایت شان وشوکت سے اجلاس کی تیاری کیگئی۔ تمام لوگ بڑے جوش سے شامل ہوئے۔ ابوجہل۔ ابولہب۔ ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل السہمی عتبہ بن ربیعہ۔ ابوسفیان بن عقبہ۔ نضر بن الحارث۔ ابو البختری۔ امیہ بن خلف۔ عاص بن ہشام۔ زمعہ بن الاسود۔ زبیر بن الامیہ۔ مطعم بن عدی وغیرہ وغیرہ یہ سب لوگ قریش مکہ اور رؤسا و سردار

تھے سب آئے انکے علاوہ سیکڑوں اور معززو متمول لوگ جمع تھے :-

جب یہ تمام لوگ آگئے جو مدعو کئے گئے تھے تو ابوسفیان کو صدر بنایا گیا اب ابوجہل کھڑا ہوا اور اُس نے کہا اے غیور عربو تم نے دیکھا کہ جس بات کو ہم نے بچوں کا کھیل سمجھا تھا وہ بڑھتے بڑھتے ہمارے دین کے لئے مستقل خطرہ بن گئی ہے ہمارا قومی اعزاز مٹنے لگا ہے لوگ اپنے آبائی مذہب کو ترک کرکے نئے مذہب کو اختیار کرنے لگے ہیں محمدؐ ہمارے مذہب کو مٹا کر نیا مذہب رائج کرنے میں شب و روز منہمک ہے۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ محمد صلعم کی تعلیم کچھ ایسی مساوات پر مبنی ہے کہ جو شخص مسلمان ہو جاتا ہے وہ نہ قومی اعزاز کا خیال کرتا ہے نہ خاندانی وقار کا نہ قبیلہ کی شرافت کا اور نہ ذاتی وجاہت کا غرضیکہ وہ کسی بات کا بھی خیال نہیں کرتے۔ غریبوں۔ مفلسوں۔ غلاموں اور ملازموں کے پاس بٹھلانے لگتا ہے انکے ساتھ کھانا کھاتا ہے انھیں بھائی سمجھتا ہے کیا اس سے غربا کے دماغ بگڑ نہ جائیں گے کیا غلام آقاؤں کی ہمسری نہ کرنے لگیں گے اور کیا ملازموں کی عادات خراب ہو جائینگی کیا کوئی غیور آدمی کوئی شریف عرب اس بات کو برداشت کرسکتا ہے کہ غلام اور آقا میں کوئی تمیز باقی نہ رہے خادم اور مخدوم میں کوئی فرق نہ ہو میرے خیال میں کوئی عرب جسمیں ذرا بھی خودداری ہے اسے برداشت نہیں کرسکتا اس کے علاوہ سب سے بڑی سب سے اہم اور سب سے زیادہ خطرناک جو بات ہے وہ یہ ہے کہ ہر مسلمان بتوں کو بنظر حقارت اور بتوں کے پرستاروں کو حقیر سمجھتا ہے گویا انکی نظروں میں ہماری ہمارے مذہب کی اور ہمارے معبودوں کی کچھ

وقعت نہیں ہے کیا ہم اس تحقیر کو برداشت کر سکتے ہیں۔

ہر طرف سے آوازیں آئیں ہر گز نہیں

ابوجہل نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا اگر نہیں برداشت کر سکتے تو پھر خاموش کیوں بیٹھے ہو کیا سوچ رہے ہو کس وقت کے منتظر ہو تم نے دیکھ لیا کہ باوجود ہماری کوششوں کے مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے بیوقوف۔ احمق۔ ذلیل اور کمینے لوگ چھپ چھپ کر جاتے ہیں اور مسلمان ہو ہو کر اوروں کو (دوسروں کو) بہکانے لگتے ہیں اگر کوئی انتظام نہ کیا گیا تو اندیشہ ہی نہیں بلکہ یقینی امر ہے کہ تمام مکہ۔ مکہ نہیں بلکہ تمام عربستان مسلمان ہو جائے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد ملک حبش میں چلی گئی ہے کیا وہ لوگ چپ چاپ بیٹھے ہوں گے۔ وہاں جس وقت ان کی جمعیت بڑھ جائیگی یقیناً وہ مکہ پر حملہ کرینگے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کیا انجام ہوگا۔ یہ یقینی بات ہے کہ جب کوئی بند رسنے لگتا ہے اگر اسے فوراً بند کر دیا جائے تو اس کا رسنا بند ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ذرا بھی تغافل سے کام لیا جائے تو پھر معمولی سوراخ شگاف بنکر تباہی اور بربادی کا باعث ہو جاتا ہے یہی اسلام کی کیفیت ہے ابھی اس کا آغاز ہے کوشش کرنے سے اسکی ترقی رک سکتی ہے لیکن اغماض (چشم پوشی) کیجائے تو پھر تمام قبائل کو ہڑپ کر جائیگا۔ عجب نہیں کہ عربستان سے ہمارے معبودوں کو ہمارے مذہب والوں کو بڑی بے آبروئی سے نکلنا پڑے کیا تم اسے گوارا کر سکو گے۔

سب نے نہایت جوش وخروش سے کہا ہم یہ بات ہرگز ہرگز گوارا

گوارا نہ کر سکیں گے :-

ابوجہل نے کہا مجھے بھی یہی خیال تھا کہ تم ہرگز گوارا نہ کر سکو گے مگر اس خطرہ کو مٹانے کے لئے کیا تدبیر سوچی جائے :-

چند آوازیں آئیں۔ تدابیر سوچنا بڑے آدمی کا کام ہے ہمارا کام صرف ان پر عمل کرنا ہے :-

ابوجہل نے کہا۔ نہایت ہی معقول بات ہے آج اکابرین قوم اسی لئے جمع ہوئے ہیں کہ وہ متفق و متحد ہو کر کوئی ایسی تدبیر سوچیں جس سے اسلام کا خطرہ مٹ جائے۔ مسلمانوں کا استیصال ہو جائے اور پھر ہم آرام کی نیند سو جائیں :-

عتبہ نے کہا۔ خطرہ محمدؐ کی طرف سے ہے جب تک وہ زندہ ہے اس وقت تک یہ خطرہ نہیں مٹ سکتا۔ میرے خیال میں تو چند لوگ جائیں اور انھیں قتل کر کے خطرہ کو مٹا ڈالیں :-

زبیر بن امیہ نے کہا۔ سب لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں محمدؐ خاندان ہاشم سے ہیں۔ قریش میں یہ خاندان سب سے زیادہ متفخر و معزز ہے۔ لہذا انھیں قتل کرنے سے خدشہ ہے کہ خانہ جنگی شروع نہ ہو جائے۔ اسکے علاوہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان انھیں (محمدؐ) آسانی سے مرنے دینگے وہ جب تک خود نہ مرینگے اپنے ہادی پر آنچ نہ آنے دینگے اسلئے یہ کام آسان نہیں ہے۔ معطم نے کہا بلاشبہ یہی بات ہے چونکہ مسلمان ایک دو نہیں بلکہ کئی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے یہ فعل نہایت ہی خطرناک اور عظیم جنگ کا پیش خیمہ ہے :-

عتبہ نے کہا۔ اگر تمام لوگ متفق ہو جائیں تو تجویز بتائے دیتا ہوں!

سب لوگوں نے کہا۔ ہم سب متفق ہیں آپ بتائیں :۔

عتبہ۔ مسلمانوں سے عدم تعاون کرو۔ بیاہ شادی۔ لین دین اور رسم و رواج ملاقات۔ کھانا پینا۔ خرید و فروخت وغیرہ سب بند کر دو انھیں مجبور کر دو کہ یہ بستی میں نہ رہیں بلکہ پہاڑ پر چڑھ جائیں یہ نگرانی کیجائے کہ کھانے پینے اور کسی قسم کا کوئی سامان انکے پاس نہ پہنچنے۔ اسطرح سے وہ خود ہی تڑپ تڑپ کر مر جائینگے اور ہمیں کسی کو مارنے اسکے قبیلہ کو خونبہا ادا کرنیکی نوبت ہی نہ آئیگی۔

اس تجویز کو سُن کر سب نے نعرہ تحسین بلند کیا۔ خود تھیلیاں بجائیں جب ذرا شور و غل کم ہوا تو زبیر نے کہا۔ میرے خیال میں یہ نہایت ہی ظالمانہ عمل ہے اس سے تو یہ بہتر ہوگا کہ انھیں قتل ہی کر دیا جائے :۔

ابولہب نے کہا۔ زبیر اس تجویز کو منظور کر لو اس سے ہمارا مقصد مسلمانوں کو بھوکا پیاسا رکھکر قتل کرنا نہیں ہے بلکہ انھیں مجبور کر کے اسلام سے اپنے مذہب میں واپس لوٹانا ہے :۔

زبیر۔ اگر صرف اس غرض سے تنگ اور پریشان کرنا منظور ہے تو مجھے کچھ عذر نہیں ہے مگر شریک ہوں لیکن تم اس طرح سے انھیں اگر قتل کرنا چاہو تو مجھے شرکت منظور نہیں ہے :۔

ابوجہل نے کہا ہم انھیں قتل کرنا تو چاہتے ہی نہیں صرف انھیں دق کرنا منظور ہے۔ میرا خیال ہے کہ بہت جلد وہ پریشان ہو کر ہمارے معبودوں کے سامنے آجھکیں گے اور پھر قوم کو کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا

ابوسفیان نے کہا یہ مناسب ہے کہ ایک عہد نامہ تیار کیا جائے اور عہد نامہ کا مضمون یہ ہو کہ مسلمانوں سے اسوقت تک عدم تعاون کیا جائے جب تک کہ وہ اسلام سے منحرف ہو کر اپنے آبائی مذہب میں پھر داخل نہ ہوں اور اس عہد نامہ پر تمام لوگ دستخط کریں :-

عتبہ نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ بالکل صحیح ہے اور نہایت مناسب ہے چونکہ سب اس رائے سے متفق ہو گئے اسلئے منصور بن عکرمہ نے عہد نامہ لکھا۔ سب نے دستخط کئے اور اس عہد نامہ کو در کعبہ پر آویزاں کر دیا۔ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی معاہدہ لکھا جاتا تو در کعبہ پر آویزاں کر دیا جاتا۔ اور جب تک وہ تحریر باقی رہتی کوئی نقض عہد کی جرأت نہ کرتا۔ چنانچہ جب عہد نامہ آویزاں کر دیا گیا تو عاص بن وائل السہمی نے کہا کہ آج ہی مسلمانوں کو لے جا کر پہاڑی کے کسی درّے میں چھوڑ کر دو سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ چونکہ اس وقت تمام کے ذی اثر افراد موجود تھے اس سے اچھا موقع اور کب مل سکتا تھا۔ سب اٹھے اور سیدھے دار الارقم میں جا پہنچے۔ یہاں مسلمان جمع تھے وہ عصر کی نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ابوجہل نے انھیں قوم کے متفقہ فیصلے سے خبردار کرتے ہوئے کہا اگر تم لوگ محمد صلعم کا ساتھ چھوڑ دو تو تم کو آزادی دیجا سکتی ہے تمام مسلمانوں نے ایک زبان ہو کر کہا۔ مر جائینگے مگر خدا کے پیارے نبی صلعم کا ساتھ نہ چھوڑینگے ابوجہل جھلا کر بولا۔ چھوڑ دو خود ہی درہ میں تڑپ تڑپ کر مر جائینگے۔ ابولہب نے کہا۔ تم پر اتنی مہربانی کیجاتی ہے کہ جو سامان اکس

وقت تمہارے پاس ہے اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو مگر اس کے بعد پھر کوئی سامان میسر نہ آسکے گا۔ مسلمان دار الارقم سے نکلے۔ چونکہ اسوقت تک آنحضرت صلعم نے مقابلہ کرنے کفار سے لڑنے کی اجازت نہ دی تھی اسلئے خاموش اپنے اپنے گھروں کو جاتے رہے :-

جس قدر سامان تھا اپنے ساتھ لیا اور شعب ابوطالب میں چلے گئے شعب ابی طالب ایک پہاڑی درہ تھا یہ درہ ابوطالب کے نام سے مشہور تھا۔ چونکہ آنحضرت صلعم کے سرپرست ابوطالب تھے اسلئے وہ بھی مسلمانوں کے ہمراہ جانے پر مجبور کئے گئے :-

تمام مسلمان درہ ابوطالب میں جاکر پناہ گزیں ہوگئے ابوجہل نے چند لوگوں کو انکی نگرانی پر مقرر کرکے ہدایت کردی کہ کوئی مسلمان اس درہ سے باہر نہ نکلنے پائے نہ کوئی آدمی انکے پاس جانے دیا جائے :-

پہرہ دار مقرر ہوگئے۔ غریب اور بے کس خدا پرستوں کو درہ میں محصور کردیا گیا۔ اس درہ کا صرف ایک ہی راستہ تھا اور کسی طرح بھی کوئی آدمی باہر نہ نکل سکتا تھا۔ دروازہ پر پہرہ قائم ہوگیا۔ اس طرح سے مسلمان پہاڑ کی چٹانوں میں محصور ہوگئے :-

# ساتواں باب (۷)

## صبر آزما مظالم

کفار قریش نے جو عہد نامہ مرتب کر کے در کعبہ پر آویزاں کیا تھا اس میں باتیں تو بہت سی تحریر تھیں مگر قابل ذکر صرف چند ایک باتیں تھیں ایک تو یہ کہ جب تک مسلمان اسلام سے منحرف نہ ہو جائیں اور بت پرستی نہ اختیار کریں مقاطع برابر جاری رہے گا۔ دوسرے جو لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ رہیں گے یا ان کا ساتھ دیں گے جیسے ابوطالب وغیرہ ان سے بھی برابر مقاطع کیا جائے قبیلہ بنو ہاشم سے باستثنائی ابولہب میل جول شادی اور لین دین وغیرہ سب اسوقت تک بند رہے جبتک ابوطالب محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑیں جو لوگ (خواہ وہ کسی قبیلہ کے ہوں مسلمانوں کو کسی قسم کا سامان بہم پہنچائیں یا ان سے اظہار ہمدردی کریں ان سے بھی مقاطعہ کیا جاوے اور انکا تمام سامان ضبط کر لیا جاوے) اسی قسم کے اور بہت سے ظالمانہ قواعد تحریر تھے عربوں میں یہ بات بھی تھی کہ جو عہد نامہ یا اقرار نامہ خانہ کعبہ میں طے ہوتا یا کسی اور جگہ طے کر کے لکھ کر در کعبہ میں آویزاں کیا جاتا اس کا احترام اور اس کی

پابندی ہر عرب پر فرض ہو جاتی تھی۔ کسی کو کسی حالت میں بھی اسکی مخالفت کا حوصلہ نہ ہوتا تھا۔ جو ایسا کرتا تمام قبائل کی نظروں سے گر جاتا۔ کفار قریش نے جو عہد نامہ تیار کر کے در کعبہ پر لٹکا دیا تھا۔ تمام عربوں نے اس کا احترام کیا اور اس کی پابندی اپنے اوپر فرض کرالی تھی۔ ہر شخص نے نہایت سختی سے اسکی پابندی کی۔ شہر مکہ کے کوچہ اور بازاروں میں منادی کرادی گئی کہ کوئی عرب مسلمانوں سے ربط ضبط نہ رکھے ان سے اظہار ہمدردی نہ کرے ان کے ہاتھ کوئی چیز نہ بیچے اور انھیں کسی ذریعہ سے کوئی چیز کھانے پینے کی نہ بھیجے۔ جو شخص ایسا کرے گا اس کا تمام مال و اسباب ضبط کرلیا جائے گا اور اس کے عزیز مکہ سے نکال دیئے جائیں گے اور کسی صورت میں بھی کعبہ میں داخل ہو کر معبودوں کی پرستش نہ کرسکیں گے :-

تمام مکہ والوں کو معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کا مقاطع شروع ہو گیا ہے لوگوں نے عام طور پر سمجھ لیا کہ اب مسلمانوں کے دماغ درست ہو جائینگے اب وہ قوم کے متفق فیصلے کے سامنے جھک جائینگے آئین بت پرستی اختیار کرلیں گے یا قوم ایک بڑے فتنہ سے محفوظ ہو جائیگی۔ عربوں کی حالت مرد بیمار کیطرح تھی وہ مرض کفر کی علت میں مبتلا تھے جس طرح مریض کو اس لئے کڑوی دوا دیجاتی ہے کہ وہ صحتیاب ہو جائے مگر وہ اسکی تلخی کے باعث اس کے پینے سے انکار کرتا ہے اپنی صحت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس طرح سے عرب تعلیم توحید کو کڑوا سمجھ کر اختیار نہ کرتے تھے بلکہ اس سے متنفر تھے۔ حکیم دوا و غذا وغیرہ سے پرہیز کرتے ہیں۔ مقاطعہ ایک ایسا ہتھیار ہے جو اس پر نہایت ہی کاری

ضرب لگتا ہے جسکے خلاف اُسے استعمال کیا جاتا ہے جن لوگوں نے برادریاں قائم کی ہیں۔ جب کوئی برادری متفقہ طور پر کسی شخص کیخلاف مقاطعہ شروع کر دیتی ہے تو اس شخص کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ میل۔ ملاپ۔ شادی غم تمام باتوں میں وہ تنہا رہ جاتا ہے مجبور ہو کر اسے برادری کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ لیکن مسلمانوں سے جو عدم تعاون کیا گیا وہ نہایت سخت تھا۔ تاریخی دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جب اور جس کسی سے مقاطعہ کیا گیا ہے اس پر پابندیاں تو چاہے جسقدر عائد کیگئی ہوں۔ مگر کھانے پینے کے سامان کی بندش نہ کیگئی۔ سب سے پہلے یہ ہتھیار مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا گیا۔ پھر کن لوگوں نے استعمال کیا۔ خود اُن کے اہل وطن نے ہم قوموں نے نیز ہم قبائل نے مسلمانوں اور مسلمانوں کے ہمدرد بھی خواہ دردِ ابی طالب میں ڈھکیل کر بند کر دئے گئے تھے۔

یہ درہ اگرچہ کسی قدر طویل وعریض تھا مگر اس میں دلچسپی کا کوئی سامان نہ تھا نہ ضرورت زندگی کی کوئی چیز پیدا ہوتی تھی۔ اونچی اونچی ننگی چٹانیں درہ کو محصور کئے ہوئے تھیں مسلمان نہایت تنگی سے بدرجہ مجبوری اس درہ میں اپنی زندگی کے دن کاٹ رہے تھے۔ چونکہ خورد و نوش کا سامان کافی تھا یہ معلوم نہ تھا کہ مقاطعہ کب تک رہے گا اسلئے کھانے پینے میں بڑی احتیاط کرتے تھے مسلمانوں کے ہمراہ بچے بھی تھے۔ عورتیں بڈھے اور جوان بھی تھے۔ نوجوان تو بھوک اور پیاس برداشت کر سکتے تھے مگر بڈھے اور بچے نہ کر سکتے تھے۔ مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے بیچارے برداشت

کر رہے تھے یا برداشت کرنیکی عادت ڈال رہے تھے ماہ محرم سنہ سے مقاطعہ شروع ہوا تھا۔ اب ذی الحجہ آگیا تھا۔ گویا پورا ایک سال برابر مقاطعہ جاری رہا مسلمان بھوک اور پیاس کی شدت سے نڈھال اور بے حال ہو رہے تھے جو سامان وہ لائے تھے وہ ختم ہو گیا تھا اور سامان کون لاتا اور کس طرح سے آتا۔ مجبور مسلمان طلحہ کے پتے کھا کر دن کاٹ رہے تھے چونکہ ماہ ذی الحجہ میں حج ہوتا ہے ایام حج میں ہر آدمی پر سے پابندیاں اٹھا دی جاتی تھیں اسلئے مسلمانوں پر سے بھی پابندیاں اٹھالی گئیں۔ محاصرہ توڑ دیا گیا مسلمان درہ سے باہر نکلے مگر کس شان سے میلے اور پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے بھوک اور پیاس سے پریشان حال۔ ضعیف و نزار سوکھ کر کانٹا بنے ہوئے بچے اور بوڑھے بے حال ہو رہے تھے۔ چلتے ہوئے لڑکھڑاتے تھے۔ ظالم سے ظالم سنگدل۔ شقی سے شقی انسان کو بھی انکی حالت پر رحم آجانا چاہیئے تھا۔ مگر کفار مکہ کے دل میں گویا رحم کا نام بھی باقی نہ رہا تھا انکے دل مسلمانوں کی حالت زار سے ذرا بھی نہ پسیجے۔ مسلمانوں نے سب سے پہلے خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھی۔ طواف کیا۔ حج سے فارغ ہو کر بازار میں خرید اور فروخت کرنے کے لئے گئے۔ ابوجہل ساتھ گیا۔ باوجودیکہ حج کا دن تھا آج کسی کیلئے بھی کسی امتناعی حکم کی ضرورت نہ تھی مگر ابوجہل آج بھی لوگوں کو مسلمانوں کے ہاتھ چیزیں بیچنے سے منع کر رہا تھا تمام کفار ابوجہل یا اس کے ہم قسم افراد کیطرح ظالم نہ تھے۔ اکثر و بیشتر لوگوں نے مسلمانوں کی حالت پر رحم کھا کر ان کے ہاتھ سامان فروخت کر دیا۔ شام تک مسلمان جسقدر سامان لا

سکتے تھے ے آئے اور اس کے بعد پھر درہ میں چلے گئے رات ہی سے محاصرہ شروع کر دیا گیا اور پھر مظلوم و بیکس مسلمان مصائب و شدائد کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو گئے ۔ کفار نے پھر شدت سے انکی نگرانی شروع کی جبتک مسلمانوں کے پاس کھانے پینے کا سامان رہا احتیاط سے تھوڑا تھوڑا کھاتے رہے مگر جب کھانے پینے کا سامان ختم ہونے لگا تو پھر فاقہ کشی کی نوبت آگئی مسلمان خود کم کھاتے بچوں کو اچھی طرح کھلاتے مگر اچھی طرح سے کیا تھا صرف ایک وقت تھوڑا سا ستو گھول کر پلاتے تھے رات اور دن میں ستو کے چند گھونٹ کیا سہارا دیتے تھے چند ہی گھنٹے کے بعد پھر بھوک لگ جاتی کھانے کیلئے بچے مچلتے ۔ ضد کرتے روتے بلبلاتے اور تڑپتے لیکن کھانا کہاں تھا جو دیا جاتا انھیں بہلایا جاتا ۔ صبح کہتے کہ شام کیوقت کھانا ملے گا بچے شام کے انتظار میں چپ ہو جاتے مگر جب شام ہو جاتی کھانا نہ ملتا بھوک زیادہ لگتی تو پھر رو رو کر کھانا مانگنے لگتے ان کے رونے سے ہر مسلمان کا دل متاثر ہوتا تھا ۔ مگر کیا کر سکتے تھے کھانا کہاں سے لاتے کیسے ان کو کھلاتے انھیں سمجھاتے بہلاتے بچے بھی روتے ہی روتے سو جاتے صبح جب اٹھتے تو کھانا پھر مانگتے ۔ پھر ستو کے چند گھونٹ ملجاتے جب ستو بھی ختم ہو گئے تو کھجوروں کے دو چار دانے ملجاتے پہاڑ سا دن ہوتا تھا بھوک زیادہ لگتی تھی ۔ لیکن نہ کھانا تھا نہ پانی تمام بچے سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے قریش کی ظالمانہ پابندی نے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی وہ اس زندگی پر موت کو ترجیح دیتے تھے آنحضرت صلعم سے جنگ کی اجازت مانگتے تھے

اور آپ اجازت نہ دیتے تھے۔ بغیر آنحضرت صلعم کی اجازت کے وہ کام نہ کرتے تھے۔ صبر و استقلال سے سختیاں برداشت کر رہے تھے ۸ سنہ نبوی نہایت پریشانی اور سختی کے ساتھ گذرا۔ پھر حج کا زمانہ آیا اور مسلمانوں کے اوپر سے نگرانی اٹھالی گئی۔ مسلمان درہ سے باہر آئے اس مرتبہ نہایت ہی خستہ حال اور کمزور تھے بعض تو اس قدر ضعیف ہو چکے تھے کہ ان سے چلا بھی جاتا تھا۔ لڑکھڑاتے ہوئے نیزہ کے سہارے سے چل رہے تھے قریش مکہ نے مسلمانوں کی یہ کیفیت دیکھی وہ ہنسے اور ان میں سے اکثر لوگوں نے کہا مسلمانو! کیوں اتنی سختیاں برداشت کر رہے ہو یہ کیا زندگی ہے نہ کھانے کو روٹی ہے نہ پہننے کو کپڑا تف ہے ایسی زندگی پر۔ تم ہمارے بھائی ہو ہم کو تمہاری حالت دیکھکر افسوس ہوتا ہے محمدؐ کا ساتھ چھوڑ دو۔ اپنا آبائی مذہب اختیار کرلو تمہارے لئے ضروریات زندگی مہیا کردیجائینگی جو چاہوگے مل جائیگا۔ مسلمانوں نے جواب دیا۔ ہم نے خدا کو پالیا ہے خدائی مذہب اختیار کرلیا ہے تم ہم پر چاہے جسقدر ظلم کرو۔ کھانا نہ دو۔ پانی بند کردو۔ جب تک جی چاہے مقاطعہ جاری رکھو ہم اسلام سے انحراف نہ کرینگے اور خدا کو مرتے دم تک نہ چھوڑینگے کفار مکہ کو یہ جواب نہایت ناگوار گذرا اور انھوں نے کہا اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو تو سسک سسک کر مرو! مسلمانوں نے حج کیا۔ حج سے فارغ ہوکر بازار میں پہنچے۔ کچھ سامان وغیرہ خریدا اور پھر وہ درے میں چلے آئے پھر پہرہ قائم کردیا گیا اس مرتبہ گذشتہ دونوں سالوں سے زیادہ سختی سے نگرانی شروع کردی گئی۔ دن گذرنے لگے ۹ سنہ نبوی کا آغاز ہوگیا یہ سال

مسلمانوں پر نہایت سختی سے گذرا اس سال کھانے پینے کا سامان بہت جلد ختم ہوگیا اور فاقوں پر نوبت آپہنچی۔ مرد اور عورتیں تو فاقے کرتے کرتے یا گھاس اور درختوں کے پتے اور چھال وغیرہ جو کچھ مل جاتا تھا کھا لیتے تھے مگر بچے یہ چیزیں نہ کھاتے تھے وہ روتے تھے ستو کے ایک ایک گھونٹ کیلئے کھجور کے ایک ایک دانہ کیلئے ترستے تھے بھوک سے بے تاب ہو کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ انھیں موت کے قریب زندگی سے دور دیکھ کر والدین کے کلیجے منہ کو آنے لگے تھے مگر وہ صبر کی سل سینے پر رکھکر خدا کی رحمت کا انتظار کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے پاس چرمی موزے تھے جب انھوں نے دیکھا کہ بچے بہت زیادہ نڈھال ہوگئے ہیں تو انھوں نے چرمی موزوں کو پانی میں بھگو کر ابالا۔ جب وہ نرم ہوگئے تو انھیں بھون کر بچوں کو دیا۔ بھوکے بچوں نے اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھکر اس چمڑہ کو کھا لیا۔ بے کس اور بے بس مسلمانوں کے دلوں سے پوچھنا چاہئے کہ اپنے بچوں کو بھوکا دیکھکر انکی کیا حالت ہوتی ہوگی ایک روز جبکہ چرمی موزے بھی ختم ہوگئے اور بچوں کو بھوک نے بہت ستایا تو انھوں نے حسرت بھری نظروں سے اپنے والدین کو دیکھا۔ ان کی معصوم و غمگین نگاہیں دیکھکر نہ والدین بلکہ ہر مسلمان کے کلیجہ میں ایک دھچکا سا لگا:-

عقیل سب سے صغیر سن بچہ تھا۔ بھوک نے اُسے اسقدر کمزور کر دیا تھا کہ اُٹھ نہ سکتا تھا۔ ہر وقت پتھر کی چٹان پر پڑا رہتا تھا اسکی غم نصیب والدہ اور محزون خاطر باپ اس کے پاس بیٹھے تھے۔ کئی بچے اور کئی عورتیں

نیز مرد بھی اسکے قریب سر بزانو بیٹھے اسکی ناگفتہ بہ حالت دیکھ رہے تھے:-

عقیل پر غفلت طاری تھی۔ ماں کا کلیجہ پیارے بیٹے کو غافل دیکھکر ٹکڑے ٹکڑے ہوا جارہا تھا۔ عقیل بیمار نہ تھا بلکہ بھوک کی شدت نے اُسے موت کے کنارے پہنچا دیا تھا۔ عقیل نے آنکھ کھولی۔ حسرت بھری نظروں سے ماں کو دیکھا۔ ماں تڑپ گئی۔ اُس نے اپنے جگر گوشہ کو گود میں لیکر سینے سے لگایا۔ منہ چوما اور بولی بیٹا عقیل کیا تم مجھے دغا دے جاؤگے ہائے ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے میری جان۔ میری آنکھوں کے نور میرے دل کے ٹکڑے ابھی نہ مرو۔ دکھیا ماں کیسے جیئے گی۔ اللہ میاں پیارے خدا میرے بچہ کو بچالے۔ آہ میرا بچہ بھوک سے دم توڑ رہا ہے لوگو میں کیسے ضبط کر دل!

دردمند ماں نے یہ کہتے ہی بے اختیار رونا شروع کیا جو لوگ اسکے پاس بیٹھے تھے اُن کے بھی آنسو جاری ہوگئے۔ عقیل نے اپنی ماں کے گلے میں بائیں ڈالکر نہایت کمزور آواز سے کہا:-

اماں... مجھے... بچالو... بھوک... روٹی

عقیل بے ہوش ہوگیا ماں کے بھی آنسو جاری ہوگئے اس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا آہ کیا چیز کھانے کو دوں ہائے میرے بچے کیسے میں تجھے بچاؤں۔ اللہ میاں رحم کر۔ میرے بچہ پر مجھ پر رحم کر۔ ہائے میں اپنے لخت جگر کو بھوک سے تڑپ تڑپ کر مرتے ہوئے کیسے دیکھوں!!

عقیل کا باپ بھی رو رہا تھا ایک بچہ کی زندگی بچانے کے لئے کسی مسلمان کے پاس ایک دانہ بھی نہ تھا۔ عقیل کی حالت بد سے بدتر ہوگئی آنکھیں بند

ہونے لگیں۔ ماں باپ تڑپ گئے کہ معصوم بچہ کا آخری وقت آگیا ہے ماں سے ضبط نہ ہوسکا۔ بچے کے مرنے سے پہلے اپنا سر پتھر پر دے مارا۔ خون کا دریا بہہ نکلا۔ دیگر عورتوں نے لپک کر اُسے سنبھالا اُس نے کہا آہ نہ روکو مرنے دو میرا عقیل مر رہا ہے بھوکا مر رہا ہے مجھے اس سے پہلے مرنے دو اگرچہ مردوں کے دل نسبتاً سخت ہوتے ہیں مگر عقیل کا باپ۔ عقیل اور اسکی والدہ (اپنی بیوی) کیحالت دیکھکر ضبط نہ کرسکا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا:۔

تمام عورتوں اور بچوں پر اس کا بیحد اثر ہوا۔ سب بلند آواز سے رونے لگے۔۔ ان کے رونے کی آواز درہ میں گونج کر باہر نکلی۔ شقی القلب پہرہ دار رونے کی آواز سنکر خوش ہوگئے۔ انھوں نے کہا اب یہ لوگ مرنے لگے ہیں۔ یقیناً کوئی مر گیا ہے جو یہ لوگ رو رہے ہیں یقین ہے۔ کہ اب یہ سب یا تو آبائی مذہب میں آجائیں گے یا بھوک پیاس سے مرجائینگے۔

عقیل اور اسکی والدہ کی حالت دمبدم خراب ہوتی جارہی تھی۔ ابوطالب بھی پاس بیٹھے دیکھ رہے تھے ان سے ضبط نہ ہوسکا وہ اٹھکر آپ کے پاس پہنچے آنحضرت صلعم سر بسجود تھے کچھ عرصے کے بعد جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو ابوطالب نے کہا۔ میرے پیارے بھتیجہ اب صبر آزما سختیاں ناقابل برداشت ہوگئی ہیں۔ بچے بھوک کے مارے مرنے لگے ہیں میں قریش سے جاکر رحم کی درخواست کرتا ہوں:۔

آپ نے فرمایا یا عم مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ جو ظالمانہ عہد نامہ لکھا تھا۔ اُسے کیڑے نے کھالیا ہے جس جگہ اللہ کا نام لکھا ہے صرف

رہی جگہ بچی ہے لیکن آپ کچھ ٹھہریئے اور دیکھیے کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے مجھے یقین ہے کہ خدا مسلمانوں کے بچوں کو کس مپرسی کے عالم میں ہرگز ہرگز نہ مرنے دیگا۔ ابوطالب نے کہا۔ اچھا میں اور تھوڑی دیر انتظار کروں گا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا آؤ عقیل کو دیکھیں میں نے اُس کیلئے دعا کی ہے دونوں اُٹھے چلے۔ جب وہ عقیل کے پاس پہونچے تو اُس پر غفلت طاری تھی۔ آنحضرت صلعم بیٹھ گئے آپ نے اُسے اپنی گود میں اٹھایا۔ ٹھیک اسی وقت حضرت خدیجہؓ ایک ہاتھ میں کچھ دودھ اور دوسرے ہاتھ میں کچھ کھانا لئے ہوئے آئیں۔ انھوں نے فرمایا میرے بھتیجے حکیم نے یہ سامان میرے لئے بھیجا ہے یہ سب تھوڑا تھوڑا کر کے تمام بچوں کو کھلا دو۔ حکیم بن حزام کی حضرت خدیجہؓ پھوپھی تھیں۔ وہ کبھی کبھی کھانا اپنی پھوپھی کے لئے چھپا کر بھیج دیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ ضعیف العمر تھیں بھوک سے وہ بھی نحیف اور کمزور ہو رہی تھیں اُنھیں خود کھانے کی ضرورت تھی۔ لیکن ہر مسلمان عورت ہو یا مرد جوان ہو یا بڈھا اپنے اوپر بچوں کو ترجیح دیتا تھا۔ گو جس کو جو چیز ملتی وہ بچوں ہی کو دے دیتا تھا:۔

چنانچہ حضرت خدیجہؓ نے بھی تمام سامان بچوں کو تقسیم کر دیا آنحضرت نے دودھ لیکر عقیل کے حلق میں ٹپکایا۔ چند لمحوں کے بعد اُس نے آنکھیں کھولیں۔ آنحضرت صلعم نے پیالہ اسکے لبوں سے لگا دیا اُس نے بڑی بے صبری سے پیا اور چند ہی گھونٹ میں تمام پیالہ خالی کر دیا

ابو طالب نے حضرت خدیجہؓ سے کھانا لیکر بچوں میں تقسیم کرنا چاہا اگرچہ تمام بچے بھوک سے بیتاب ہو رہے تھے نا سمجھ تھے۔ مگر خدا نے انکو صبر دیدیا تھا۔ اور سمجھ عطا کر دی تھی۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ انکی حالت سے زیادہ عقیل کیحالت خراب ہے ان سے زیادہ اُسے کھانے کی ضرورت ہے اسلئے سب نے کھانا لینے سے انکار کر دیا۔

ایک لڑکے نے کہا۔ دادا میاں یہ سب کھانا عقیل کو دیدو ابو طالب کو سب دادا میاں کہتے تھے اور سارے مسلمان بچوں کی یہ سمجھ یہ ایثار دیکھکر کمال متعجب ہوئے۔

ابو طالب نے کہا۔ میرے پیارے بچو تم بھی بھوکے ہو اور تمہاری حالت بھی خراب ہے۔ لہذا تم بھی تھوڑا تھوڑا کھالو۔

بچے کسی طرح بھی رضامند نہ ہوئے سب اس پر بضد رہے کہ سارا کھانا عقیل کو ہی دیدیا جائے۔ حضرت خدیجہؓ نے بچوں کو سمجھا بجھا کر کھانا کھلایا۔ عقیل کیحالت سنبھل گئی اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ والدین کی جان میں جان آئی اور تمام مسلمان بھی بہت زیادہ خوش ہوئے اب آنحضرتؐ نے ابی طالب سے کہا کہ آج مقاطعہ ختم ہو جائیگا۔ ابی طالب اُٹھکر روانہ ہوئے۔

---

# آٹھواں باب

## درہ سے رہائی

جسوقت عقیل کیحالت خراب تھی اور اسکے والدین نے نیز اکثر رقیق القلب مسلمانوں نے بلند آواز سے رونا شروع کیا۔ انکے رونے کی آواز درہ سے باہر نکلی۔ درّہ کی نگرانی کرنے والوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب بھوک اور پیاس کی شدّت سے مسلمان مرنے لگے ہیں، اسوقت ہشام مخزومی درّہ کے قریب سے گذر رہا تھا۔ اُس نے بھی مسلمانوں کے رونے کی آواز سُنی تھی وہ درّہ کے دروازے پر پہنچا۔ ہشام بنی ہاشم سے تھا اپنے قبیلہ میں ممتاز تھا اکثر خفیہ طور سے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو غلّہ وغیرہ بھیجتا رہتا تھا۔

اگرچہ وہ بھی بتوں کا پرستار تھا لیکن خاندانی قرابت اور رشتہ داری کی اخوت نیز بنی ہاشم کی مصیبت نے انکو ہمدردی پر آمادہ کرلیا تھا اُس نے پہرہ والوں سے دریافت کیا کہ یہ درّے سے رونے کی آواز کیوں آرہی ہے ایک پہرہ دار نے ہنسکر کہا ان بیوقوفوں کے پاس غلّہ ختم ہوگیا ہے شائد کوئی بچہ شدّت بھوک سے تنگ آکر مر رہا ہے۔

ہشام کو پہرہ دار کی سنگدلی پر غصہ آیا۔ اس نے کہا۔ ظالم وحشی تو اسلیئے ہنس رہا ہے کہ کوئی مسلمان بچہ بھوکا مر رہا ہے؛ وہ رحم دل تھا یا قدرت نے اسکے دل میں رحم ڈال دیا تھا۔ وہ فوراً لوٹا اُس نے ارادہ کیا کہ آج وہ کعبہ کے دروازے پر جاکر اس ظالمانہ عہدنامہ کو پھاڑ ڈالیگا جس نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے لیکن یہ کام آسان نہ تھا۔

عہدنامہ کو چاک کر ڈالنا تمام قبائل کو دعوتِ جنگ دینے کے مترادف تھا۔ اُسے اپنی طاقت کا اندازہ تھا۔ وہ یا اسکا قبیلہ قریش کے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ مگر بنو ہاشم کے مصائب۔ مسلمانوں کی مظلومی نے اس کے دل کو اس قدر نرم کر دیا تھا کہ وہ عہدنامہ چاک کر کے تمام قبائل کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس زمانہ میں تمام قبائل میں یہ دستور تھا کہ جو عہدنامہ یا تحریر لکھکر در کعبہ پر آویزاں کر دیجاتی کوئی اُسے پھاڑنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا اگر کوئی ایسا کرتا تو تمام قبیلے برانگیختہ ہو کر اُس کے مقابلہ کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے اور خونریز جنگ شروع ہو جاتی :۔

ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ جب عہدنامہ یا تحریر چاک کر دیجاتی تو وہ قابل پابندی نہ رہتی گویا کسی عہدنامے یا تحریر کا اسکی موجوگی تک اثر باقی رہتا تھا۔ ہشام تیزی سے خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ زبیر بن اُمیّہ سامنے سے آتا نظر آیا۔ زبیر عبدالمطلب کا نواسہ تھا۔ ہشام نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔

زبیر کیا یہ انصاف ہے کہ تم کھاؤ پیو اور ہر قسم کے لُطف اُٹھاؤ اور

تمہارے نانا اور تمہارے خاندان والوں کو مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو ایک ایک دانہ تک نصیب نہ ہو اور بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجائیں
زبیر نے کہا ہشام تم نہیں جانتے میرے دل پر قریش کی ظالمانہ قید و بند اور مظلوم مسلمانوں کے مصائب کا گہرا اثر پڑتا ہے بارہا میرے دل میں آیا کہ اس ظالمانہ عہد نامہ کو پھاڑ کر پھینک دوں جس نے مسلمانوں کو نشانہ ستم بنا رکھا ہے لیکن مجھے علم ہے کہ عہد نامہ کے چاک کرتے ہی تمام قبائل مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے اور میرا قبیلہ تمام قبائل کا مقابلہ نہ کریگا۔ اسلئے خاموش ہوں اگر تم میرا ساتھ دو تو میں ابھی عہد نامہ پھاڑ دوں۔

ہشام نے کہا۔ سنو زبیر میں اسوقت شعب بیطالب سے آ رہا ہوں مسلمان رو رہے ہیں شائد ان کا کوئی بچہ بھوکا مر رہا ہے مسلمانوں کی بے کسی اور مظلومی نے مجھے عہد نامہ چاک کر ڈالنے پر آمادہ کر دیا ہے تمہارے ساتھ ہوں آؤ ہم تم دونوں ملکر عہد نامہ پھاڑ ڈالیں۔

زبیر نے کہا چلو۔ دونوں چلے جب وہ بازار کے کونے پر پہنچے تو ان کو مطعم بن عدی اور ابو البختری ملے۔ مطعم نے دریافت کیا۔ کہاں جا رہے ہو زبیر اور ہشام تم افسردہ خاطر کیوں ہو؟

ہشام نے کہا مسلمانوں کے بچے بھوک سے بلک بلک کر رو رہے ہیں اور جان دے رہے ہیں۔ فاقہ زدہ والدین اپنی اولاد کو مرض الموت میں مبتلا دیکھکر خون کے آنسو رو رہے ہیں۔ ابو البختری کیا تم اپنے بچوں کو فاقہ کر کرکے مرتا ہوا دیکھ سکتے ہو۔

ابو البختری۔ نے کہا۔ نہیں دیکھ سکتے۔

ہشام نے دریافت کیا۔ ہم اسقدر سختیاں برداشت کر سکتے ہیں جس قدر تین سال کے عرصہ میں مظلوم مسلمانوں نے برداشت کیں۔

ابو البختری نے جواب دیا۔ کبھی نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی ہے۔

ہشام۔ کیا ہم انسان نہیں ہیں۔ کیا ہم وحشی ہیں ننگ انسانیت ہیں

ابو البختری۔ نہیں ہم انسان ہیں۔ مہذب ہیں اور متمدن انسان۔

ہشام۔ جناب یہ کہاں کی انسانیت ہے کہ ہم اپنے ہم قبیلوں کو بھوکا مار دیں۔ آخر مسلمان بھی تو انسان ہیں ہمارے ہم قبیلہ ہیں سال سے تنگ درہ میں بڑے مصائب و آلام برداشت کر رہے ہیں۔ اب ہمیں ان کا مقاطعہ ترک کر دینا چاہیئے۔

ابو البختری۔ بیشک ہمیں ننگ انسانیت عہد نامہ کو پھاڑ دینا چاہیئے

ہشام خوش ہو گیا اور اس نے کہا آؤ اب ہم چار ہو جائینگے اب ظالم اور بیرحم قریشیوں کو ہمارے مقابلہ کی جرأت نہ ہو سکے گی۔

مطعم نے کہا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم مسلح ہو کر چلیں تاکہ قبائل قریب سمجھ لیں کہ ہر طرح سے ہم تیار ہو کر آئے ہیں۔ اگر ہم سے کوئی ذرا بھی لڑے گا تو خون کی ندیاں بہہ جائیں گی سب نے اس رائے کو پسند کیا۔

سب اپنے اپنے گھروں کی جانب چلے گئے اور تھوڑی ہی دیر میں مسلح ہو کر آ گئے۔ جب وہ کعبہ کے قریب پہنچے تو زمعہ بن الاسود ہتھیار لگا

نیزہ ہاتھ میں لئے کھڑے تھے۔

زمعہ نے ان لوگوں کو دور سے دیکھتے ہی کہا۔ زبیر۔ معطم ہشام ابو البختری مجھے اپنے معبودوں کی قسم میں تم سے کسی سے بھی نہیں ڈرتا کیا تم اسلئے مسلح ہو کر آئے ہو کہ میں اس انسانیت عہدنامہ کو چاک نہ کر سکوں۔ جس نے غریب و مظلوم مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں۔ وحشی انسانو آج میں اس عہدنامہ کو چاک کئے بغیر نہ رہ سکونگا

زبیرؓ نے کہا۔ زمعہ ہم بھی اسی ارادے سے آئے ہیں مسلمانوں کی سہ سالہ سختیوں نے ہمیں انکی امداد پر آمادہ کر دیا ہے۔

زمعہ نے خوش ہو کر کہا۔ جب تو آؤ ہم سب ملکر اس نیک کام کو انجام دیں۔ چنانچہ یہ سب خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے یہ ظاہر ہے یہ سب معبودان باطلہ کے پرستار۔ کفار مکہ کے ہم مذہب اور اسلام کے دشمن تھے لیکن مسلمانوں کی بے بسی اور سہ سالہ سختیوں نے انھیں مظلوموں کی امداد پر آمادہ کر دیا تھا۔ مظلوم و ستم زدہ مسلمانوں کے ہمدرد جب خانہ کعبہ میں پہونچے تو انھوں نے دیکھا کہ بہت سے بت پرست اپنے خداؤں کے سامنے سر بسجود پڑے ہیں۔ ابو جہل۔ ابو سفیان۔ عتبہ۔ وائل السہمی وغیرہ سب موجود تھے۔

ان لوگوں نے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر ایک جگہ کھڑے ہو گئے چونکہ یہ لوگ کفار سے ڈرتے تھے اسلئے کسی کو پہلے بولنے کی جرأت نہ ہوئی دیر تک مشورے کرتے رہے کہ ابتدا کون کرے۔

زبیر نے کہا ابتدا میں کرتا ہوں تم میرا ساتھ دینا!!

سب نے اس بات کا اقرار کیا۔ زبیر نے بلند آواز سے کہا اے اہل مکہ کیا یہ انسانیت وشرافت ہے کہ ہم ہمارے غلام اور ہمارے جانور شکم سیر ہو کر کھائیں اور بنو ہاشم کو۔ غریب مسلمانوں کو اور انکے معصوم بچوں کو اب دانہ نصیب نہ ہو۔ یہ ایسا ظلم ہے جو کسی قوم نے اپنے ہموطن بھائیوں پر کبھی نہ کیا ہوگا۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ آج میں اس ظالمانہ عہد نامہ کو چاک کرتا ہوں جس نے ہماری شرافت پر داغ لگا دیا ہے۔

ابو جہل گھبرا کر اٹھا جھلا کر بولا۔ جو عہد نامہ کو ہاتھ لگایا۔ جو آج اس عہد نامہ کو چھوئے گا اسکا سر قلم کر دیا جائیگا۔

زمعہ نے کہا وہ کون اجل رسیدہ ہے جو ہمارے سامنے آئے اگر کوئی ہے تو ہمارے مقابلہ میں آئے۔

ابوسفیان بڑھا اور اس نے کہا۔ میں وہ ہوں کیا کوئی میرے سامنے اس عہد نامہ کو چھونے کی جرأت کر سکتا ہے۔

ابوالبختری نے تلوار کھینچکر کہا۔ ابوسفیان لاف زنی نہ کرو۔ ورنہ اس تلوار کی دھار سے جواب دیا جائیگا۔ کیا تمہارے پتھر دل پر اس بات کا اب تک بھی اثر نہیں ہوا کہ تین سال سے مسلمان سختیاں برداشت کر رہے ہیں ظلم سہہ رہے ہیں۔ فاقے کر رہے ہیں اگر تم کو ایک وقت بھی کھانا نہ ملے تو بتایئے کہ تمہاری کیا حالت ہو۔

ابوسفیان نے کہا جو لوگ ہمارے معبودوں کے خلاف زہر اگلتے ہیں

ہمارے آبائی مذہب کو برا کہتے ہیں ہمارے بزرگوں کو بیوقوف بناتے ہیں انھیں بھوک اور پیاس کی تکلیف اٹھا اٹھا کر مرنے دو۔

ہشام نے کہا سختیوں کی مظالم کی۔ بہیمانہ بربریت کی انتہا ہوتی ہے غریب و مظلوم بے یار و مددگار مسلمانوں نے بہت کچھ ستم اٹھائے بے حد سختیاں جھیلیں۔ بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے شعب ابی طالب میں نہیں چھوڑا جاسکتا!!

ابوجہل نے کہا۔ مگر ہشام عہد نامہ میں لکھا ہوا ہے کہ جب تک مسلمان اپنے آبائی مذہب میں داخل نہ ہوں برابر مقاطعہ جاری رہیگا اس عہد نامہ پر اکابرین قوم کے دستخط موجود ہیں اب ان سے انحراف کون اور کیسے کرسکتا ہے۔

زمعہ نے کہا۔ بدرد ظالموں نے دھوکہ سے اُسپر دستخط کرائے ہیں۔

ابوسفیان نے غصہ سے بھر کر کہا تم بکواس کر رہے ہو پہلے مجلس عام میں یہ تجویز قرار پائی پھر عہد نامہ لکھا گیا۔ پھر سب نے سوچ سمجھ کر اور کافی غور کے بعد دستخط کئے۔ دستخط کرنے والوں پر عہد نامہ کی پابندی لازمی ہے۔

زبیر نے کہا ہم اسوقت بھی دستخط کرنے پر تیار نہ تھے مگر ہم کو یہ بتایا گیا تھا کہ اس سے مسلمانوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے نقصان نہ پہنچایا جائیگا مگر اب واقعات نے بتادیا ہے کہ آپ انکو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہیں۔ میرا قبیلہ اور دوسرے قبائل کے شریف لوگ کسی طرح سے اس ظالمانہ کاروائی کو پسند نہیں کرتے۔

ابوجہل نے کہا۔ کیا زبیر تم یہ چاہتے ہو کہ عہد نامہ کی خلاف ورزی کرکے جنگ و جدال کی آگ مشتعل کردو۔ زبیر نے جوش میں آکر کہا اگر تم نہ مانو گے تو ایسا ہی کیا جائیگا۔ ابوسفیان نے غضب آلود انداز سے کہا اگر یہ بات ہے تو کیوں نہ ہم تمہارا ہی خاتمہ کردیں۔ ہشام نے غیظ و غضب بھری نظروں سے ابوسفیان کو دیکھتے ہوئے کہا تمہارا یہ حوصلہ ہوگیا ہے تلوار نکالو اور میدان میں آجاؤ یہ کہتے ہی ہشام نے تلوار کھینچ لی۔ ابوسفیان نے بھی تلوار بلند کی قریب تھا کہ خانہ کعبہ کے اندر ہی جنگ شروع ہو جائے کہ ابوطالب آگئے انھوں نے وجہ نزاع معلوم کی اور دونوں کے مابین کھڑے ہو گئے دونوں کو ہاتھ کے اشارہ سے تلواریں جھکا دینے کیلئے کہا۔

دونوں نے تلواریں جھکا دیں تو ابوطالب نے کہا تم دونوں بیفائدہ لڑ رہے ہو۔ مجھے میرے بھتیجے نے خبر دی ہے کہ عہد نامہ کیڑے نے کھا لیا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہوا ہے تو عہد نامہ ہی قابل پابندی نہیں رہا محمدؐ صلعم کے خدا نے ہی عہد نامہ کا خاتمہ کر دیا ہے۔

ابوجہل ہنسا اور اس نے کہا۔ یہ ناممکن ہے سو برس تک بھی عہد نامہ کو کیڑا نہیں کھا سکتا۔

ابوطالب نے کہا ابوجہل میں صرف اسی لئے آیا ہوں کہ اگر میرے بھتیجے کی یہ اطلاع صحیح ہے تو عہد نامہ کی پابندی قدرتاً ختم ہو گئی مقاطعہ بند ہو جانا چاہئے اور اگر غلط ہے تو آپ سب اسکی پابندی کریں اور ہم پھر شعب ابیطالب میں رہنے پر رضامند ہوں۔

ابوجہل نے کہا یہ منظور ہے لیکن سمجھ لیجئے کہ عہد نامہ محفوظ ہوگا اور ان کے محفوظ ہونے کی صورت میں تم کو بے چون وچرا پہاڑی درہ میں محصور رہنا پڑے گا۔

ابوطالب۔ بلاشبہ اگر یہ صحیح ہے کہ عہد نامہ کو کیڑے نے کھا لیا ہے تو پھر مقاطعہ ختم ہو جائیگا۔

ابوجہل۔ یقیناً ختم ہو جائیگا۔ جب عہد نامہ ہی باقی نہ رہا تو پھر اسکی پابندی کیسی؟

ابوطالب۔ بس تو عہد نامہ اُتار لائیے۔

ابوجہل عہد نامہ اُتارنے کیلئے بڑھا۔ لوگوں کا اژدہام دیکھنے کیلئے ابوطالب کے گرد آجمع ہوا۔ ابوجہل جلدی سے عہد نامہ لے آیا جب اُس نے اُسے کھولکر دیکھا تو وہ تمام کرم خوردہ ہو رہا تھا۔ گویا دیمک اسکا ایک ایک لفظ چاٹ گیا ہے۔ ابوجہل کا چہرہ افسردہ ہو گیا۔

عوام الناس کو حیرت ہوئی۔ عتبہ۔ ابوسفیان۔ عاص بن وائل اُبھی ولید اور دوسرے افراد کمال متعجب ہوئے حیرت کیوجہ یہ تھی کہ خانہ کعبہ کو نہایت صاف رکھا جاتا تھا۔ دیمک تو ایک طرف کوئی کیڑا بھی کعبہ کے صحن میں پھٹکنے نہ پاتا تھا۔ اسقدر صفائی اتنی نگہداشت پر دیمک کیسے آئی اور عہد نامہ کو کیسے چاٹ لیا۔

ابوطالب نے کہا۔ ابوجہل محمد ﷺ نے ٹھیک اطلاع دی تھی۔ عہد نامہ کا ایک حرف بھی باقی نہیں رہا ہے اور حسب وعدہ اب

مقاطعہ بالکل ختم ہو جانا چاہیے۔

ابو جہل نے کہا یہ نہیں ہو سکتا تمہارا بھتیجہ جادوگر ہے (نعوذ باللہ) اور جادو کے زور سے اُس نے عہد نامہ کے حرف اُڑا دیئے ہیں جب تک مسلمان اپنے آبائی مذہب میں واپس نہ آئینگے مقاطعہ برابر جاری رہیگا!

ابوالبختری نے کہا۔ اب جو اس سنگدلا عہد نامہ کا نام تک بھی لیگا اسکی زبان کاٹ دی جائیگی۔ ابو سفیان نے غصہ سے بھر کر کہا یہ تم کہتے ہو۔

ہشام نے بگڑتے ہوئے کہا تمام قوم یہی کہتی ہے ابو سفیان تم ضد چھوڑ دو اپنی بیجا ضد سے تمام عرب میں جنگ کی آگ نہ بھڑکاؤ۔

ابو طالب نے کہا اے گروہ اشرار سنو اور کان کھولکر سنو دبنے سے ایک چیونٹی بھی کاٹ لیتی ہے ہم تو انسان ہیں پھر کمزور انسان نہیں بلکہ ہمارا دل قوی ہے بازو مضبوط ہیں لڑ سکتے زندگی کے آخری دم تک لڑ سکتے ہیں غنیمت جانو کہ میرا بھتیجہ محمد صلعم بجد نیک ہے وہ خونریزی کو پسند نہیں کرتا تمام مسلمانوں نے ان سے جنگ کی اجازت طلب کی۔ مگر انھوں نے اجازت نہیں دی مسلمان انکے حکم کی اسقدر پابندی کرتے ہیں کہ سختیاں برداشت کر رہے ہیں بچوں کو بھوک کے سے ایڑیاں رگڑتے ہوئے دیکھ رہے ہیں مرنے کو جی چاہتا ہے لیکن اجازت نہ ملنے کی وجہ سے مجبوراً خاموش ہیں مگر اب حالت ناقابل برداشت ہو گئی ہے ممکن ہے کہ محمد صلعم جنگ کی اجازت دیدیں اور جنگ شروع ہو جائے اسلیئے اب یہ مناسب ہے کہ بیڑہ اٹھا کر مقاطعہ بند کرو اور اگر انکار کرتے ہو تو جنگ کیلئے تیار ہو

جاؤ میں یہاں سے واپس جا کر محمدؐ کو لڑائی پر آمادہ کروں گا۔

تمام کفار نے ابوطالب کی گفتگو نہایت توجہ سے سُنی۔ معزز لوگوں نے الگ مشورہ کیا۔ بالآخر یہی طے پایا کہ جب عہدنامہ دیمک نے چاٹ لیا ہے تو اب ناقابل پابندی ہے۔

چنانچہ فوراً اعلان کر دیا گیا کہ مسلمانوں کا مقاطعہ ختم ہو گیا۔ اگرچہ اس اعلان سے ابوسفیان۔ ابوجہل۔ ابولہب۔ ولید۔ عتبہ وغیرہ کو بڑا اسے ہوا لیکن قبائل کے متفقہ فیصلے پر انھیں سر جھکانا پڑا۔ اور دبی زبان انھوں نے بھی کہہ دیا کہ اگر مسلمانوں کے حضرت محمدؐ صلعم نے انکے مذہب یا انکے معبودوں کے خلاف کچھ بھی کہا تو وہ کوئی اور ایسی تدابیر کرنے پر مجبور ہونگے جس سے مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے۔

ابوطالب نے کہا۔ میں اسکے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مسلمانوں کو اپنا اختیار ہے اور تم کو اپنا!!

یہ کہکر ابوطالب چلے گئے۔ انکے ساتھ ہشام۔ زہیر۔ ابوالبختری اور زمعہ بھی چلے سب شعب ابیطالب میں پہنچے۔ پہرہ داروں کو ہٹا اور مسلمانوں کو مقاطعہ اٹھائے جانے کی خوشخبری سنائی۔ تمام مسلمانوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ سب خوش وخرم شعب ابیطالب سے نکلے اور تین سال کی لمبی مدت اور بیشمار سختیاں اٹھانے کے بعد گھروں کی طرف روانہ ہو گئے۔

---

# نواں باب (۹)

## ایک قافلہ کے ہمدرد انسان

خدا خدا کرکے ہوا کا طوفان کم ہوا۔ سیاہی چھٹی بگولے بند ہوگئے پھر بھی ہوا کے تیز جھونکے باقی رہ گئے۔ اگرچہ ہوا کے ان تیز جھونکوں میں اسقدر طاقت نہ رہی تھی کہ وہ ریت کو اچھالتے لیکن طوفان نے جو ریت اٹھا دیا اسے اب بھی اُٹھائے پھر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ جھونکے بھی کم ہونے لگے اور ہوا ساکن ہوگئی۔ ریت بیٹھ گیا۔ آفتاب عالم نمودار ہوا گرمی کی آب وتاب سے حرارت وتپش کو المضاعف کئے ہوئے سفید اور دھوپ نہایت تیزی سے چمکنے لگی۔ عدی اور اسکا قافلہ ریت میں دھنسا ہوا تھا۔ حیرت یہ ہوتی تھی کہ ہوا کے جس طوفان نے ریت کا ٹیلہ ہی الٹ پلٹ دیا تھا۔ وہی تھوڑا تھوڑا کرکے تمام ریت وہاں سے اکٹھا کرکے کہیں اور الٹ آئی تھی۔ تاہم اسقدر ریت ضرور رہ گیا تھا کہ جو لوگ ناک تک دھنسے ہوئے بیہوش پڑے تھے اگرچہ اسوقت ہوا بند تھی لیکن تیز دھوپ ہلاکت آمیزی پر اُتر آئی تھی۔

عربستان کے ریگزار میں دن میں سفر کرنا زیادہ تر اسی لئے خطرناک ہوتا ہے کہ ہوا کا طوفان مسافروں اور راہ نوردوں کو گرداب بلا میں پھنسا دیتا ہے اگر اس ملک کے آدمی کو تو حیرانت نہیں ہوتی حیرانت بھی کیسے ہو جس ملک میں ہوا کا طوفان ریت کے پہاڑوں کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پلٹ دے ہر وقت ریت میں دب جانیکا خطرہ ہو۔ جان جانیکا اندیشہ ہو کوئی آدمی کیسے تنہا سفر کر سکتا ہے ہندوستان کے مسلمان جنھوں نے ریگزار کے شدائد سفر کا اندازہ تو کیا ریگزار عرب سے ناواقف محض ہیں۔ ہندوستان اسلئے جنت نشان کہلاتا ہے کہ اس میں قدم قدم پر نہریں چشمے اور دریا جاری ہیں کثرت سے کنوئیں اور تالاب ہیں۔ باغات ہیں چمن زار ہیں۔ سرسبز اور شاداب پہاڑ ہیں۔ دو دو چار چار کوس پر آبادی ہے عربستان میں یہ بات کمیاب ہے۔ نہریں اور چشمے اور دریا تو ہیں ہی نہیں بلکہ تالاب بھی اسلئے نہیں کہ اس خطہ میں بارش نہیں ہوتی۔ صرف کنوئیں ہیں وہ بھی خال خال سبزہ کا نام ونشان تک نہیں البتہ کہیں کہیں کھجوریں ہیں باغات کی صورت میں عربستان میں رات کو سفر کیا جاتا ہے رات کو اکثر ہوا بند ہو جاتی ہے دن بھر تپنے والا ریت سرد ہو جاتا ہے۔ وقت خوشگوار ہو جاتا ہے ریت کا جہاز (اونٹ) تحمل اور استقلال سے منزل طے کرنے لگتا ہے۔

لوگ کسی مجبوری کے سبب سے دن میں سفر کرتے ہیں وہ قیام نہیں کرتے خواہ کتنی ہی گرمی ہو اور کس قدر طوفان ہو برابر چلتے رہتے ہیں اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اگر کبھی دوران سفر میں ہوا کا طوفان آجاتا ہے

اور ریت اسکے اوپر پڑنے لگتا ہے تو وہ چلتے رہنے کی وجہ سے ریت میں دبنے سے محفوظ رہتے ہیں عدی اور اسکے ہم قبیلہ لوگوں نے یہ غلطی کی کہ طوفان کے وقت بھی ٹیلے کے نیچے پڑے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ ہوا نے ٹیلے کو انکے اوپر الٹ دیا اور وہ دب کر نیم مردہ سے ہو گئے اگر ہوا انکے اوپر سے ریت اٹھا کر پھینک نہ دیتی تو وہ دب کر مر جاتے اور ہر گز کسی کو کچھ خبر نہ ہوتی کہ کب مر گئے۔ تمام لوگ دبے ہوئے بیہوش پڑے تھے انکے جسم سر اور داڑھی کے بال ریت میں اٹے ہوئے تھے۔ صورتیں کچھ سے کچھ بن گئی تھیں۔ کچھ عرصے کے بعد حارثہ کو قدرے ہوش آیا۔ وہ کلبلایا۔ اس نے پانی مانگا۔ کون تھا جو اسے پانی دیتا۔ پیاس سے اس کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھ سے اپنے چہرہ اور آنکھوں کے اوپر سے ریت جھٹکا اور چلا کر پانی مانگا۔ ریگزار میں اسکی آواز گونجی لیکن جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ ہوا ساکن تھی فضا خاموش تھی۔ اگرچہ حارثہ پیاس سے جاں بلب ہو رہا تھا۔ تمام قوت جواب دے چکی تھی نیچے کا دھڑ گرم ریت میں دبا ہوا تھا۔ مگر بقائے حیات کے لئے اس نے جدوجہد شروع کی اور تھوڑا تھوڑا ریت ہٹانے لگا۔

جب پیاس زور کرتی تو بلند آواز سے چلاتا پانی! پانی!! اور جب پانی نہ ملتا تو نڈھال ہو کر ریت کے اوپر پڑ جاتا۔ کچھ عرصے کے بعد پھر اٹھتا پھر ریت ہٹاتا اور پھر پانی پانی چلاتا۔

اسی عالم میں اسے عرصہ گذر گیا اسقدر عرصہ کہ آفتاب بہت کچھ مغرب

کی طرف جھک گیا تھا۔ اسکی سیدھی شعاعیں ترچھی ہوگئیں دھوپ کی چمک اور تیزی میں کمی آنے لگی۔ رفتہ رفتہ حارثہ ریت سے باہر نکل آیا۔

چونکہ اسکی آنکھوں میں اب بھی ریت بھرا ہوا تھا اسلیئے وہ کچھ نہ کچھ دیکھ سکتا تھا۔ اب وہ کھڑا ہو گیا لیکن لڑکھڑاتے ہوئے جس طرح سے کوئی مخمور شراب بدمستی کے عالم میں کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہے وہ فضا میں ہاتھ مارتا تھا۔ کسی چیز کا سہارا لینے کیلئے مگر چونکہ وہاں کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی جس کا وہ سہارا لے سکتا وہ گر پڑتا تھا مگر اٹھتا تھا پانی پانی چلا رہا تھا اُسکی آواز ریگستان میں گونج رہی تھی۔

اوّل تو اس کی طاقت پہلے ہی جواب دے چکی تھی رہی سہی ہمت پانی نہ ملنے کی وجہ سے اب زائل ہوتی چلی جارہی تھی ایک دفعہ وہ گرا اور گر کر آہستہ سے اُٹھا اُس نے پوری طاقت سے چلّا کر کہا پانی! آہ پانی!!

اتفاق سے ایک قافلہ قریب ہی سے نمودار ہوا۔ ساربان اونٹوں کی مہار پکڑے آہستہ آہستہ آ رہے تھے اور کچھ لوگ کجاووں میں سوار تھے۔

ایک آدمی کی نظر حارثہ پر پڑ گئی اور اس نے جلدی سے کہا۔

روکو فوراً اونٹوں کو۔ دیکھو وہ سامنے ٹیلے پر کوئی ستم کش انسان لڑکھڑا رہا ہے قیاس کہتا ہے کہ اُسے پیاس نے جاں بلب کر دیا ہے ممکن ہے کہ اور لوگ بھی ہوں چلو جلدی سے پانی لے کر چلو۔

قافلہ فوراً رک گیا۔ اونٹ بٹھائے گئے لوگ نہایت سرعت سے اُترے پانی کے مشکیزے جو اونٹوں کی پشت پر لٹک رہے تھے۔ کھولے اور

کندھوں پر ڈالے اور نہایت تیزی سے دوڑتے ہوئے ٹیلے کیطرف روانہ ہوئے۔
حارثہ ابھی تک جد وجہد کر رہا تھا۔ لیکن اب وہ بہت زیادہ نحیف و نڈھال ہو گیا تھا۔ اسکی آواز اس قدر کمزور ہو گئی تھی کہ ٹیلے کے محور سے باہر نہ نکلتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ اپنی تمام طاقت سے چلایا
...... پانی ...... اور ایک دم ریت پر گر پڑا:۔
اس عرصے میں قافلے والے مشکیزے لئے پر پہنچ گئے۔ انھوں نے متعدد لوگوں کو ریت میں دھنسے اور بے ہوش پڑے دیکھا۔ انسانی ہمدردی نے انھیں مضطرب کر دیا۔ انھوں نے مشکیزے اُتار اُتار کر رکھدیئے اور جلد جلد ریت ہٹا کر لوگوں کو باہر نکالنے لگے:۔
ایک بڈھا آدمی حارثہ کی طرف متوجہ ہوا۔ حارثہ پر غشی طاری ہونے لگی۔ بڈھے اعرابی نے مشکیزے کا منہ کھولکر ہاتھ کی ہتھیلی میں پانی لیکر حارثہ کے منہ پر چھینٹے دینے شروع کیے۔ پانی کی ٹھنڈک سے حارثہ کی غشی دور ہونے لگی۔ چھینٹوں نے اسکی آنکھوں کا ریت دھو دیا:۔
اس نے آنکھیں کھولیں اور انتہائی کمزور آواز سے کہا۔ پانی بڈھے نے حارثہ کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا اور ہتھیلی میں پانی لے کر اس کے حلق میں ٹپکانے لگا۔ حارثہ بہت زیادہ پیاسا تھا۔ جرعہ جرعہ پانی اسکی پیاس کو اور بھڑکا رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اسکے منہ میں مشکیزہ الٹ دیا جائے:۔
لیکن ایک دم زیادہ پانی پینے سے انکی جان جانے کا خطرہ تھا اسلئے بڈھا کف دست بھر بھر کر پانی پلا رہا تھا:۔

رفتہ رفتہ حارثہ کی حالت درست ہونے لگی وہ اٹھکر اپنے سہارے سے بیٹھ گیا۔ اس وقت وہ غفلت کی حالت میں رہا تھا ایسی ہی مصیبت میں پھنسا رہا تھا اپنے ہمراہیوں کی حالت سے محض بے خبر تھا اب جبکہ اُسے ہوش آیا اور اُس نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ چونکہ قافلہ والے انکے منہ پر چھینٹے دے رہے تھے حلق میں پانی ٹپکا رہے تھے اسلیئے ان کے ساتھیوں میں سے اکثر و بیشتر ہوش میں آچکے تھے اور باقیماندہ ہوش میں آرہے تھے۔ لیکن عدی ابھی تک بیہوش اور بے حس پڑا تھا:۔

ایک نوجوان شخص عدی کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر اسمیں زندگی کے آثار ہی معلوم نہوتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد حارثہ کے تمام ساتھی نہ صرف ہوش میں آگئے بلکہ قدرے توانائی پاکر اٹھنے اور اٹھکر چلنے کے قابل ہو گئے۔ لیکن عدی کو ہوش نہ آیا۔ بہت کچھ جد وجہد کرنے پر بھی اس کے سانس آمد و رفت شروع نہ ہوئی:۔

وہی بڈھا جس نے حارثہ کی خبر گیری کی تھی اپنے قافلہ کا میر قافلہ تھا اُس نے کہا۔ افسوس یہ ضعیف العمر جھلس گیا ہے پیاس اور باد سموم نے اس کا چراغ ہستی بجھا دیا ہے:۔

یہ سُنکر حارثہ کے تمام ساتھی بے حد ملول و محزون ہو گئے اگرچہ وہ بھی ابھی نڈھال ہو رہے تھے۔ گرم ریت نے انکے جسموں پر آبلے ڈال دیئے تھے اور آبلے پھوٹ کر رسنے لگے تھے۔ جس سے سوزش اور ٹیس بڑھ گئی۔ مگر انھوں نے اپنی تکلیف کی پرواہ نہ کی:۔

سب کے سب عدی کے گرد اگرد جمع ہو گئے اور گریہ وفغاں کرنے لگے دیر تک بیٹھے روتے رہے آخر اس میر قافلہ نے جس نے ان لوگوں کی بروقت امداد کرکے انکی جانیں بچائی تھیں۔ انکو سمجھایا اور انھوں نے نوحہ گری بند کی اور عدی کو ایک گڑھا کھود کر دفنا دیا :۔

جب وہ اسے دفنا کر فارغ ہوئے تو آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ میر قافلہ حارثہ اور حارثہ کے ہمراہیوں کو لیکر اونٹوں کے پاس آیا۔ چونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ جن لوگوں کی اُسنے اور اُسکے قافلہ نے جانیں بچائی ہیں ان میں سفر کرنیکی ہمت نہ تھی۔ اس لئے اُسنے اسی جگہ قیام کر دیا۔

حارثہ اور اس کے مجروح ساتھی رات کو پھر بیہوش ہو گئے قافلہ والوں نے نہایت ہمدردی سے انکی تیمار داری شروع کی۔ دوسرے دن ان لوگوں کو ہوش آیا۔ مگر آبلے پھوٹ پھوٹ کر زخم بن گئے تھے :۔

اہل قافلہ نے اُنکے زخموں کا علاج شروع کیا۔ عرصے تک یہ قافلہ والے حارثہ اور اُسکے ساتھیوں کا علاج کرتے رہے۔ جب عرصۂ دراز گزرنے پر بھی اُن کو آرام نہ ہوا تو وہ ان کو وہاں سے لے کر روانہ ہوئے اور نخلستان میں پہنچکر اُترے خیمے نصب کئے اور نہایت اطمینان سے علاج میں مصروف ہو گئے :۔

# دسواں باب (۱۰)

## معراج

مسلمان سنہ ۷ نبوی میں شعب ابیطالب میں محصور کئے گئے سنہ ۱۰ نبوی میں مقاطعہ ختم ہوا - پورے تین سال درہ میں محصور رہے یہ تین سال جس سختی جس مصیبت اور جن تکالیف سے مسلمانوں نے گذارے انکا عشر عشیر بھی بیان کرنا اس زمانہ کے بے حس مسلمانوں کے دلوں میں ہلانیکے لئے کافی ہے ہم محض واقعات بیان کر رہے ہیں اور وہ بھی مجملاً اگر مفصّل بیان کرنے لگیں تو ایک تو ناول کا حجم بہت بڑھ جائیگا دوسرے لرزہ براندام واقعات کو جو آنحضرت صلعم اور آپکے صحابہ کرام پر نازل ہوئے شاید مسلمان پڑھنے کی تاب نہ لاسکیں اسلئے تفصیلات سے گریز کرتے ہیں:

سنہ ۱۰ نبوی میں مقاطعہ جب ختم ہوا اور مسلمان اپنے گھروں میں واپس آئے تو خیال ہوتا تھا کہ شاید قریش کی بیجا اور ناروا سختیوں. سنگدلانہ مظالم کا خاتمہ ہو جائیگا - وہ مسلمانوں کو انکے حال پر چھوڑ دینگے - مگر ہونے والے واقعات نے بہت جلد بتا دیا کہ کفار قریش پہلے سے بھی زیادہ سخت او

جفاکار ثابت ہوئے کفار قریش کو خدا کے نام سے چڑھ تھی جو شخص انکے سامنے خدا کا نام لیتا تھا۔ وہ اسکے جانی دشمن ہو جاتے تھے اور اس پر ہر ممکن سختی کرتے

حضرت ابوبکرؓ قبیلہ بنو تمیم سے تھے یہ قبیلہ بھی قریش میں معزز و متفخر سمجھا جاتا تھا۔ اس قبیلہ کا سب سے بڑا اور معزز شخص خونبہا اور تاوان کا فیصلہ کیا کرتا تھا۔ جس زمانہ کا حال ہم قلمبند کر رہے ہیں اس زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق اس عہدہ پر مامور تھے۔ وہ خون کے جس مقدمہ کا خونبہا یا تاوان جنگ کا جو فیصلہ فرما دیتے تھے۔ تمام اہل مکہ اور سارے قریش بے چون وچرا اس فیصلے کو تسلیم کر لیتے تھے۔ کسی کو اُن کے فیصلے کی مخالفت یا اس پر احتجاج کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آپ مالدار بھی تھے اور شجاع بھی اور آپکا قبیلہ بھی بڑا تھا۔ لیکن آپکے مسلمان ہونے سے آپکے قبیلہ نے آپکا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ جب آپ شعب ابیطالب سے نکلے تو اپنے مکان کے صحن میں ایک چبوترہ بنا کر اس پر نماز پڑھنے لگے اور کلام اللہ کی تلاوت کرنے لگے چونکہ آپ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے تھے اسلئے آپکے پڑوسیوں کو آپ کی یہ حرکت نہایت ناگوار ہوتی تھی۔ انھوں نے آپکو پریشان اور دق کرنا شروع کیا۔ وہ جب موقعہ پاتے آپکے مکان میں غلاظت وغیرہ پھینک دیتے تھے نیز تلاوت کلام اللہ شریف کیوقت پتھر اور اینٹیں برساتے تھے جن سے آپ تنگ آگئے اور ایکدن حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے حضور اکرم سے عرض کیا کہ میری قوم کے مظالم اب مجھ پر روز بروز زیادہ ہوتے جاتے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ میں مکہ میں رہوں!!

اگرچہ مجھے آپکی جدائی شاق ہے مگر مصلحت وقت یہی معلوم ہوتی ہے کہ میں بھی ہجرت کر کے حبش میں جا قیام کر دوں :-

آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ۔ افسوس قوم تمام نیک لوگونکو مکہ سے نکالنا چاہتی ہے ۔ ہجرت کرنا تو میں بھی چاہتا ہوں مگر خدا کے حکم کا انتظار ہے ۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے کہاں ہجرت کرنے کا حکم ہوگا ۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں مکہ سے روانہ ہوگیا ہوں اور پُربہار خطہ میں جا پہنچا ہوں ۔ جہاں کھجوروں کے باغ کثرت سے ہیں میرا خیال ہے کہ مجھے ایسے ہی خطہ کیجانب ہجرت کرنیکا حکم ہوگا ۔ جہاں بکثرت کھجوروں کے باغات ہونگے

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے کہا بیشک یارسول اللہ میرا خیال ہے کہ شاید وہ مقام یمامہ (مدینہ) ہو کیونکہ وہیں کثرت سے کھجوروں کے باغات ہیں ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کونسی جگہ ہوگی ۔ اچھا ابوبکر تم اگر اپنی قوم سے اس درجہ تنگ آگئے ہو کہ مکہ میں رہنا دشوار ہوگیا ہے تو خدا کا نام لیکر ہجرت کرو مگر میرا خیال ہے کہ شاید تم حبش نہ جا سکو :-

حضرت صدیق اکبر رضؓ نے کہا ۔ حبش نہ جا سکوں گا تو جدہ ہی رہجاؤنگا اور جب اور جہاں حضرت صلعم ہجرت کا ارادہ فرمائینگے میں ہمرکابی کے لئے حاضر ہو جاؤنگا ۔ یہ کہہ کر صدیق اکبر رضؓ آزردہ خاطر ہوکر اُٹھے اپنے مکان پر آئے اونٹ پر سوار ہوئے اور چل پڑے کچھ فاصلہ طے کرنے پر قبیلہ مقارہ کے سردار ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی ۔ ابن الدغنہ کفار قریش کیطرح بحالت کفر میں تھے ۔ اُنھوں نے کہا کہاں جا رہے ہو ابوبکر رضؓ ؟

آپ نے جواب دیا مجھے میری قوم نے اسقدر ستایا ہے کہ میں نے بدرجۂ مجبوری ارادہ کر لیا ہے کہ مکہ سے نکلکر کہیں اور رجا رہوں۔ اور آزادی سے اپنے خداوند کی عبادت کر سکوں:۔

ابن الدغنہ نے کہا۔ قوم کس قدر احمق بنگئی ہے کہ آپ جیسے نیک شخص کو بھی مکہ سے نکال دیا ہے شاید اس قوم کی تباہی کا وقت قریب آگیا ہے لیکن ابوبکر آپ کو مکہ سے نہ نکلنا چاہیے تھا:۔

صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ آپ ہی کہئیے میں کیا کرتا۔ تنہا تمام قوم کا مقابلہ کیسے کر سکتا تھا۔ اتنے بڑے شہر میں ایک آدمی بھی مجھے اپنی حمایت میں لینے کے لیے آمادہ نہ ہوا:۔

ابن الدغنہ نے کہا۔ میں آپ کو اپنی حمایت میں لیتا ہوں آپ مکہ واپس چلئے اور آزادی سے اپنے خدا کی عبادت مکہ ہی رہ کر کیجئے اگر آپ سے کوئی مزاحم ہوگا تو میں اسکا سر اڑا دوں گا:۔

چونکہ آپ کو آنحضرت صلعم کا ہجر شاق تھا اسلئے ابن الدغنہ کے ہمراہ واپس لوٹ آئے۔ ابن الدغنہ نے خانہ کعبہ میں جاکر اعلان کر دیا کہ حضرت صدیق اکبر کو میں نے اپنی حمایت میں لے لیا ہے کوئی شخص اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے اور اگر اسکو ستائے گا تو میں اسکا سر اڑا دونگا۔

ابن الدغنہ کوئی معمولی آدمی نہ تھا رئیس تھا۔ قبیلہ کا سردار تھا قریش اسکے خاندانی اعزاز سے واقف تھے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ اپنے مکان میں پہونچ گئے بدستور سابق رہنے اور

قرآن مجید کی تلاوت بآواز بلند کرنے لگے۔ قرآن مجید اپنے اندر ایک ایسی جاذبیت اور اثر رکھتا ہے کہ سننے والے کے دل پر بڑا اثر کرتا ہے خصوصیت سے اُنکے قلوب بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں جو عربی جانتے ہیں راقم الحروف کے اکثر ہندو احباب نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ باوجود اُنکے عربی نہ جاننے کے ان کے دلوں میں اس کے سننے سے ایک خاص قسم کی کیفیت طاری ہوتی ہے:۔

چونکہ اکثر احباب راقم الحروف سے قرآن شریف سُنا کرتے ہیں اور جب انھیں آیات کے معانی بتائے جاتے ہیں تو زیادہ محظوظ ہوتے ہیں حضرت ابوبکرؓ بھی نہایت خوش الحانی سے قرآن پڑھا کرتے تھے ان کے ہمسایہ نہایت توجہ سے اور نہایت دلچسپی سے سنا کرتے تھے:۔

چنانچہ بعض لوگ مسلمان بھی ہوگئے یہ بات کفار کو بڑی ناگوار گزری اُنھوں نے ابن الدغنہ سے شکوہ کیا کہ ابوبکر اگر اسی طرح آزادانہ قرآن مجید پڑھتے رہے تو وہ رفتہ رفتہ اپنے تمام محلہ کو مسلمان کرلینگے لہذا انکو منع کر دیا جائے کہ وہ بلند آواز سے قرآن شریف نہ پڑھا کریں:۔

ابن الدغنہ نے صدیق اکبرؓ سے کہا۔ برادر تم قرآن مجید بلند آواز سے نہ پڑھا کرو اس سے ہماری قوم کے افراد مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دریافت کیا۔ اگر میں آپ کی اس بات کو نہ مانوں تو آپ میرے ساتھ کیا سلوک کرینگے!!

ابن الدغنہ نے کہا میں اپنی حمایت سے دستبردار ہو جاؤنگا:۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے دلیرانہ انداز سے کہا۔ میں خود ہی آپکی حمایت سے نکلکر اپنے خدا کی حمایت میں پناہ لیتا ہوں۔!!

ابن الدغنہ خاموش ہو کر چلا گیا۔ صدیق اکبرؓ آزادانہ نماز پڑھتے اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہے۔ ایک دن حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں پہونچے۔ آپ اپنے مکان پر نہ ملے۔ صدیق اکبرؓ بیت الحرام کیطرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ابوجہل ملا:۔

اس نے استہزاد کے طور پر کہا۔ ابوبکر تمہارے نبی کو آج معراج ہوا وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے بیت المقدس تک سفر کیا ہے پھر آسمان پر گئے اور رات ہی کو واپس بھی لوٹ آئے۔ یہ بات قابل یقین ہو سکتی ہے:۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا۔ کیوں نہیں ایک رسُول کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ ابوجہل نے ہنس کر کہا۔ لیکن آج یہ ثابت کیا جائیگا کہ آنحضرت صلعم جو اس وقت کہہ رہے ہیں صحیح نہیں ہے میں ان لوگوں کو بلانے جا رہا ہوں جو کہ بیت المقدس میں رہکر آئے ہیں!!

وہ بیت المقدس اور مسجد اقصٰے کے واقعات دریافت کرینگے دیکھیں تمہارے نبی بتاتے ہیں یا نہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ ضرور بتائینگے تم امتحان لینا چاہتے ہو لے لو۔ تمام انبیاء کے اُن کی قوم نے امتحان لئے۔ آنحضرت صلعم کا بھی امتحان لے لو:۔

ابوجہل چلا گیا۔ حضرت صدیق اکبر بیت الحرام میں پہنچے آنحضرت صلعم در کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے اور آپ کے سامنے سینکڑوں کفار قریش

بیٹھے اور کھڑے تھے۔ ابوسفیان۔ ابولہب۔ عتبہ۔ ولید۔ شیبہ وغیرہ تمام
کھڑے اور بیٹھے تھے۔ صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلعم کو سلام کیا اور آپ
کے سامنے بالکل قریب بیٹھ گئے۔ ابولہب نے استہزاد کے طور پر کہا
اپنے نبی سے آسمان اور زمین کی باتیں دریافت کرلو رات انھیں معراج
ہوئی ہے۔ عرش معلے پر خدا کے پاس ہوکر آئے ہیں جنت اور دوزخ
وغیرہ سب کچھ دیکھ آئے ہیں:۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ میرا ایمان ہے کہ آنحضرت صلعم نے
جو کچھ فرمایا ہوگا وہ صحیح ہے مجھے ابھی ابھی ابوجہل نے بتایا ہے لہذا میں
بھی آنحضرت صلعم سے واقعات معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں:۔

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ ابوبکرؓ واقعی رات مجھے معراج ہوئی ہے
پہلے میں بیت المقدس گیا۔ پھر آسمان پر پہنچا اور پھر عرش معلے پر پہنچکر خدا
سے ہمکلام ہوا۔ صدیق اکبرؓ نے کہا۔ میں آنحضرت صلعم کے ایک ایک
لفظ پر ایمان لایا اور یقین رکھتا ہوں۔ میں تمام واقعہ مفصل سننے کیلئے
حاضر ہوا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ بلاشبہ میں نے اس واقعہ کو تفصیل
سے بیان نہیں کیا ہے اب مفصل سناتا ہوں۔ تمام لوگ نہایت غور سے
سننے لگے۔ اس عرصہ میں ابوجہل بھی آگیا اُس کے ہمراہ چند اور لوگ بھی
آگئے وہ اور اسکے ہمراہ آنیوالے بھی ایک طرف بیٹھ کر غور سے سننے لگے آنحضرت
صلعم نے فرمایا۔ میں سورہا تھا کہ جبرئیل آئے آپ نے بلند آواز سے کہا
یا محمدؐ قم فان الجبار یدعون۔ ترجمہ اے محمدؐ اٹھو تمکو پروردگار نے بلایا ہے

میں فوراً اٹھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ انھوں نے کہا اے محمدؐ وضو کر دیں میں نے وضو کیا وہ مجھے اپنے ہمراہ لیکر چلے جب وہ کوہ صفا اور مروہ کے درمیان پہنچے تو ایک مرکب نہایت ہی خوبصورت بخوبی آراستہ و پیراستہ دیکھا یہ مرکب خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ سینہ یاقوت سرخ سے مزین تھا۔ پشت دُرِ سفید سے مزین تھی۔ دو خوبصورت پَر دونوں طرف اسطرح سے کھلے تھے کہ اسکی پنڈلیاں نظر نہ آتی تھیں حضرت جبرئیل نے کہا اے محمدؐ یہ بُراق ہے اس پر انبیاء علیہم السلام سوار ہوتے رہے ہیں آپ اس پر سوار ہو جائیں۔ میں فوراً براق پر سوار ہو گیا۔ براق اس تیزی سے روانہ ہوا اس تیزی سے روانہ ہوا کہ میں حیران رہ گیا میں نے کوئی ایسی تیز رفتار سواری نہیں دیکھی جس سے اُسے تشبیہ دوں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ درخت۔ پہاڑ۔ جنگل۔ ریگزار پیچھے کیطرف بھاگے جا رہے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام برابر دوڑے جا رہے تھے۔ چند ہی لمحہ میں ایک ایسے پربہار خطہ میں پہنچے۔ جس میں کھجور کے درخت کثرت سے کھڑے تھے۔ زمین سبزہ زار تھی۔ براق اس جگہ رُک گیا۔ حضرت جبرئیل نے کہا یا محمدؐ یہ وہ مقام ہے جہاں آپ مکہ سے ہجرت کر کے آوینگے اس مقام کا نام مدینہ طیبہ ہے یہاں ٹھہر کر دو رکعت نماز پڑھ لیجئے۔ میں نے فوراً دو رکعت نماز پڑھی مجھے خیال تھا کہ شاید یمامہ کی ہجرت کرنا پڑیگی لیکن جبرئیل کے کہنے سے پتہ چلا کہ یمامہ کی جانب نہیں بلکہ مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کرنا ہوگا۔ نماز پڑھکر میں پھر بُراق پر سوار ہوا۔

براق بجلی جیسی سرعت کے ساتھ روانہ ہوا۔ بھائی جبرئیل علیہ السلام جلو میں چلے۔ چشم زدن میں ہم ایک ایسے پہاڑ پر پہنچے یا گذرے جو جل کر سیاہ ہو گیا تھا۔ جبرئیل نے کہا اس پہاڑ کا نام کوہ طور ہے۔ اس پہاڑ پر حضرت موسیٰ خدا سے ہمکلام ہوا کرتے تھے۔ یہ تجلیٔ حق سے جل کر سرمہ ہو گیا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بات ابھی ختم کی تھی کہ ہم باب اللحم میں پہنچے یہاں حضرت عیسےٰ پیدا ہوئے تھے :۔

براق زمین سے لپٹا ہوا تیزی سے بڑھا چلا جا رہا تھا فی الفور یعنی آن میں ہم ایک سبزہ زار مقام پر پہنچے۔ سامنے ایک بلند و بالا قلعہ تھا قلعہ کے پاس ایک عالیشان مسجد تھی۔ براق مسجد کے پاس پہنچکر رک گیا :۔

جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ یا محمدؐ اتریئے یہ بیت المقدس ہے اور یہ سامنے مسجد اقصیٰ ہے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ ہم اسقدر جلد اتنے دور دراز فاصلے پر کیسے پہنچ گئے۔ خیر میں براق سے اترا۔ مجھے بہت سے لوگ سفید پوشاک اور نورانی صورت والے نظر آئے :۔

انھوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا السّلام علیکم یا رسول اللہ (یعنی اے خدا کے رسول تم پر سلام ہو) میں نے سلام کا جواب دے دیا وہ لوگ سامنے سے اسطرح غائب ہو گئے جیسے کہ صبح کے وقت چاند نور سحر کے برآمد ہوتے ہی ہو جاتی ہے :۔

حضرت جبرئیل کے کہنے سے میں براق کو حلقۂ در مسجد اقصیٰ سے باندھ دیا اور خود مسجد اقصیٰ کے اندر پہنچا۔ مسجد میں بہت سے

آدمی موجود تھے۔ میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ سب لوگ میرے پیچھے آکر کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے نماز میں میری اقتدا کی جب میں نماز پڑھا کر مسجد اقصیٰ سے نکلا تو جبرئیل نے کہا اے خدا کے حبیبؐ آپ نے پہچانا کہ مسجد اقصیٰ کے اندر یہ لوگ کون تھے؟ میں نے کہا ان میں سے کسی کو بھی میں نے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا:۔

حضرت جبرئیل نے کہا۔ یہ تمام انبیاء علیہم السلام تھے میں نے کہا تم نے پہلے مجھے کیوں نہ بتایا آؤ واپس چلکر دیکھیں اور ان سے پھر ملیں حضرت جبرئیل نے کہا۔ اب واپس جانا بے سود ہے وہ جہاں سے آئے تھے وہاں چلے گئے:۔

مجھے افسوس ہوا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ افسوس نہ کرو تم ان سے پھر ملو گے۔ اب جبرئیل علیہ السلام چلے۔ میں براق پر سوار ہوا۔ براق آسمان کی طرف اڑنے لگا۔ نہایت سرعت سے اڑا چلا جا رہا تھا۔ ہر چیز زمین سے دور ہوتی چلی جا رہی تھی۔ دریا۔ پہاڑ اور خشکی سب نظروں سے معدوم ہو گئے تھے۔ صرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا تھا۔ چند لمحوں میں پانی بھی غائب ہو کر ایک بڑا سیاہ نقطہ سا بن کر رہ گیا۔ جو ہر لمحہ چھوٹا ہوتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ نقطہ بھی غائب ہو گیا۔ اب میں نے آسمان کیطرف دیکھا قندیل فلک روشن برج معلوم ہوتے تھے ان میں سے اکثر اسقدر بڑے تھے کہ انکی جسامت دیکھکر حیرت ہوتی تھی۔ نیز وہ اسقدر روشن تھے کہ انکی روشنی میں آسمان کی ہر ایک چیز جگمگاتی ہوئی نظر آرہی تھی:۔

براق اس سُرعت سے سرگرم پرواز تھا کہ ہر لمحہ خوف ہوتا تھا کہ کہیں کسی سیارہ سے نہ ٹکرا جائے۔ مگر وہ صاف بچکر نکل جاتا تھا۔ آخر ہم پہلے آسمان میں ایک بڑا شگاف یا دروازہ تھا۔ براق ہوا کی طرح اُسے عبور کر گیا۔ پہلے آسمان پر پہنچکر میں نے اسکی گوناں گوں دلچسپیوں اور دلفریبیوں کو دیکھا۔ یہاں مجھے پھر ایسے ہی سفید پوش نورانی صورت والے بزرگ نظر آئے جیسے مسجد اقصیٰ کے پاس ملے تھے۔ ان سب نے مجھے سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ یہ فرشتے ہیں ان فرشتوں کے درمیان زردوزی تکیہ لگائے ہوئے ایک بزرگ بہترین پوشاک پہنے بیٹھے تھے بے اختیار میرا دل اُن کے سلام کو چاہا۔ لہذا میں نے بڑھکر اُسے سلام کیا۔ انھوں نے نہایت خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب دیا۔ اور مجھے اپنی آغوش میں لیکر پیار کیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ تمھارے جد امجد حضرت آدم صفی اللہ ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ نورچشمی نبی الصالح تجھ پر اور تیری کمزور امت پر قیامت تک سلامتی رہے گی۔ میں اُنکی آغوش سے نکلا اور چلا۔ براق پر سوار ہوا براق دوسرے آسمان کی طرف اڑا۔ اور چشم زدن میں ہم دوسرے آسمان پر پہونچ گئے یہاں بھی فرشتے صف در صف کھڑے تھے انھوں نے بھی مجھے سلام کیا میں نے سلام کا جواب دیا ان فرشتوں کے درمیان دو بزرگ اچھے کپڑے پہنے گاؤ تکیہ لگائے بیٹھے تھے:-

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ ان میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں اور دوسرے حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہ السلام تھے

دونوں نبی مجھ سے بغلگیر ہوئے ان سے رخصت ہوکر ہم یعنی میں اور بھائی جبرئیل علیہ السلام تیسرے آسمان کی طرف اڑے وہاں پہنچکر بھی فرشتوں کو ایسادہ دیکھا۔ انھوں نے بھی سلام کیا اور میں نے سلام کا جواب دیا۔ ان فرشتوں کے درمیان ایک نوجوان نہایت خوبصورت پوشاک پہنے بڑے تکیے سے سہارا لگائے بیٹھا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی بڑے جوش و مسرت سے اٹھکر بغلگیر ہوا۔ میں اسکا حسن دیکھکر حیران رہگیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس نوجوان سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ یا محمدؐ یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں وہی یوسف جن کے عشق میں زلیخا ملکۂ مصر سوکھکر کانٹا اور جوان سے بڑھیا ہوگئی تھیں وہ بے حد حسین و جمیل تھے:۔

میں ان سے رخصت ہوکر چلا اور چوتھے آسمان پر پہنچا وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جب میں چھٹے آسمان پر پہنچا تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے ملاقی ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھے دیکھتے ہی رو پڑے:۔

میں نے دریافت کیا اے کلیم اللہ آپ کس واسطے رو پڑے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ اسوجہ سے تمہاری امت میری امت سے کہیں زیادہ جنت میں جائیگی۔ اور قیامت کے دن تمہاری سفارش سنی جائیگی اور جس کی طرف تم اشارہ کروگے وہ بخشا جائیگا:۔

کاش مجھے بھی یہ منصب جلیلہ حاصل ہوا ہوتا۔ میں نے کہا آپ خدا کے لاڈے پیغمبر ہیں۔ جمال الٰہی کا مشاہدہ کرچکے ہیں باری تعالیٰ ہمیشہ آپ

پر مہربان رہا ہے :-

حضرت موسیٰ نے کہا۔ یہ تمام باتیں درست ہیں لیکن قیامت کے دن مجھے شفاعت کی جرأت نہ ہوگی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے صرف آپ ہی امت کی شفاعت کرانے کے مجاز ہوں گے :-

اے نبی آخر الزماں میری دعا ہے کہ تم پر اور تمہاری کمزور اُمت پر خدا اسقدر مہربانی کرے کہ ہر گناہ گار کو بخشدے اور تم کو سفارش کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ تم پر کروڑوں سلام :-

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رخصت ہو کر ہم ساتویں آسمان پر پہنچے اس آسمان پر اسقدر روشنی اور فرشتوں کا اسقدر اژدہام تھا کہ اُس سے پہلے کسی آسمان پر نہ تھا۔ ایک فلک رفعت مسجد نظر آئی وہ نہایت ہی خوبصورت اور صاف وشفاف تھی اِس مسجد کا نام بیت المعمور ہے۔ اس مسجد کے چاروں طرف فرشتے صف در صف کھڑے تھے۔ کچھ رکوع کیحالت میں کھڑے تھے۔ کچھ سجدہ میں پڑے تھے :-

ایک بزرگ آدمی "بیت المعمور" سے پشت لگائے بیٹھے تھے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی اُٹھے اور مجھے اپنی آغوش میں لینے کے لئے بڑھے جبرئیل نے مجھے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ (یعنی اللہ کے دوست ہیں) میں اُن سے بغلگیر ہوا اور انھوں نے خندہ پیشانی سے مجھے خوش آمدید کہا اور پھر رو کر کہا :-

پیارے فرزند تو جب تک دنیا میں رہیگا مصائب وشدائد کا مقابلہ

کرتا رہے گا۔ تیری امت بیحد کمزور ہو گی آج باری تعالیٰ نے تجھے بلایا ہے تو اپنی امت کی بخشش کا وعدہ پروردگار عالم سے کروالینا۔

میں نے عرض کیا محترم بزرگ مجھے اپنی اُمّت سے محبت نہیں بلکہ عشق ہے میں اسکی فلاح وبہبودی کے لئے پروردگار عالم سے اسوقت تک عرض کرتا رہوں گا۔ تاوقتیکہ باری تعالےٰ اعز اسمہٗ کی رحمت ہیں اگر ساری امت کی بخشش کا وعدہ نہ کرلے:۔

میں ان سے رخصت ہوکر آگے بڑھا اور ایک عجیب وغریب درخت کے پاس پہنچا۔ یہ درخت حد نگاہ تک بڑا تھا۔ اُسکے پتے ہاتھی کے کان کے برابر بڑے اور پھل ستون کی مانند موٹے اور لمبے تھے۔ درخت کے بیچ میں ایک نہایت آراستہ وپیراستہ مکان تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ "سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى" ہے درخت کے بیچ میں ایک مکان نظر آرہا ہے۔ یہ میری رہائش کا مقام ہے!!

وہاں سے وہ مجھے ایک ایسے پربہار خطہ میں لے گیا جسکی نظیر دنیا کے کسی خطہ سے نہیں دیجاسکتی وہ خطہ نہایت سرسبز وشاداب مقام تھا۔ فرحت افزا غنچے تھے۔ روح پرور گل اور بوٹے تھے۔ دیدہ زیب قصر تھے۔ سرخ وسفید رنگ اور بڑی بڑی سرمگیں آنکھوں والے حسین لڑکے اور عورتیں تھیں۔ الغرض وہاں جو کچھ بھی تھا وہ ایسا تھا کہ اسکی مثال دنیا کی کسی چیز سے نہیں دیجاسکتی!!

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا وہ جنت تھی وہی جنت خدا

نے جنکے دینے کا وعدہ مسلمانوں سے فرمایا ہے۔ عورتیں حوریں اور لڑکے غلمان تھے اگر خدا کے بندے ان ظاہری آنکھوں سے جنت کا ایک مرتبہ بھی نظارہ کرلیں تو عمر بھر دوبارہ اُسے دیکھنے کی ہوس میں سرگرداں رہیں وہاں کی ہر ایک چیز عجوبہ روزگار تھی۔ ہوا خوشگوار فرحت بخش، اور روشنی ٹھنڈک پہنچانے والی تھی۔ جنت سے آگے ہم ایک ایسے مقام سے گذرے جہاں آگ کثرت سے جل رہی تھی۔ شعلے اٹھ رہے تھے۔ آتشی سانپ دوسرے جانور پھنکار رہے تھے۔ گرم گرم کھولتا ہوا پانی بہ رہا تھا۔ زقوم کے خاردار درخت کھڑے تھے آگ کی لپیٹ دور تک مار کر رہی تھی۔ میں نے اس مقام کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ یہ دوزخ ہے۔ خدا کے نافرمان بندوں کے رہنے کی جگہ۔ روح کو عذاب اور عقوبت پہنچانے کا مقام۔

بے اختیار میرے آنسو جاری ہوگئے۔ بند بند لرزنے لگا۔ میں نے کہا اے خدائے عز و جل میری کمزور امت کو اس دار العقوبت سے بچائیے۔ میرے یہ کہتے ہی دوزخ کے دروازے بند ہوگئے۔ میں حضرت جبرئیل کے ہمراہ آگے بڑھا۔ کچھ دور چل کر جب "سدرۃ المنتھیٰ" کے آخری حد پر پہنچا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ٹھٹھک گئے:۔

میں نے کہا۔ یا اخی تم رُک گئے میرے ساتھ آؤ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا وما لنا الا ولہ مقام معلوم۔ ترجمہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کا مقام معیّن نہ ہو) میری مجال اس سے آگے بڑھنے کی نہیں ہے اگر چند قدم بھی اور آگے بڑھوں تو تجلی الٰہی سے

میرے تمام بال و پر جل جائیں گے :-

میں نے دریافت کیا تو میں تنہا بڑھوں !!

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا اب آگے آپ کو تنہا ہی بڑھنا پڑیگا - یا نبی آخر الزماں تشریف لیجائیے اب قدرت آپکی رہنمائی کریگی میں بڑھا سامنے ایک حجاب حائل تھا - ایک پردہ مجھے اس حجاب سے اپنی آغوش میں لے لیا - حضرت جبرئیل علیہ السلام - سدرۃ المنتھیٰ اور تمام چیزیں میری نظروں سے غائب ہو گئیں - صرف ایک روشنی رہ گئی : پُر کیف مسرور کن آنکھوں اور دل کو ٹھنڈک پہنچانے والی روشنی میں بڑھتا چلا جارہا تھا کہ ایک عجیب قسم کا سبز فرش بچھا ہوا دیکھا - نہایت ملائم گہرا سبزہ اس پر چلنے سے دل و دماغ کو تقویت ہوتی تھی :-

اس فرش یا سبزہ زار کا نام رفرف تھا - یہاں ایک فرشتہ کھڑا تھا صُور لئے ہوئے اس نے مجھے سلام کیا - اس فرشتہ کا نام اسرافیل تھا یہ فرشتہ قیامت کے دن صُور پھونکے گا اور اسکی ہولناک آواز سے زمین اور آسمان کے ٹکڑے ہو جائینگے :-

جوں جوں میں آگے بڑھتا تھا روشنی عجیب اور کیف آگیں ہوتی جاتی تھی - حجاب ہائے نورانی ظاہر ہوئے تھے اور قطع ہو جاتے تھے حتیٰ کہ میں عرش معلےٰ کے قریب پہنچا - میرا دل اور دماغ رعب الٰہی سے بھر گئے - اب میں ایسی جگہ پہنچا - جہاں روشنی نہ تھی بلکہ نور تھا کیسا نور تھا میری زبان میں اُس نور کی کیفیت بیان کرنے کی طاقت نہیں ہے :-

نہ دنیا میں کوئی چیز میں نے ایسی دیکھی ہے جس سے اس نور کی تشبیہہ دے سکوں میں حیران اور مبہوت سا کھڑا رہ گیا۔ میرے کھڑے ہوتے آواز آئی۔ یا محمدؐ اُدن منی۔ اے محمد نزدیک آؤ مجھے جرات ہوئی میں اور بڑھا۔ لیکن اس نور کے رعب سے میرا سینہ لبریز ہو گیا تھا۔ وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ میں چلتا چلتا ٹھہر جاتا تھا۔ میرے ٹھہرتے ہی پھر آواز آئی۔ یا محمدؐ اُدن منی اے محمد نزدیک آؤ میں پھر چلنے لگا آخر میں چلکر ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں تجلیٔ الٰہی کے پرتو نے آگے بڑھنے کی جرات نہ ہونے دی اور بیساختہ میری زبان سے نکلا التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات۔ اے پروردگار عالم ساری تعریف اور ہر قسم کی ثناء اور تمام بزرگیاں صرف تیرے ہی لئے ہیں۔ فوراً غیب سے ندا آئی۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ والسلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین۔

ترجمہ۔ اے نبی آخر الزماں تم پر سلام ہے اور رحمت خداوند عالم کی اور تمام نیک اور اللہ کے بندوں پر سلامتی ہو۔

اس ندا کے سنتے ہی تمام فرشتوں نے بلند آواز سے کہا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ۔

ترجمہ ہملوگ گواہی دیتے ہیں کہ اے رب العالمین سوائے تیرے کوئی سزاوار عبادت نہیں ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں اب میں سمجھ گیا کہ ذات باریتعالیٰ میں اور مجھ میں صرف دو کمان سے

بھی کم فاصلہ رہ گیا ہے۔ میں بے اختیار سجدہ میں گر گیا۔ جب میں اٹھا تو رعب الٰہی سے تھر تھرانے لگا۔ رب العالمین نے نہایت شفقت سے مجھے نوازا۔ بڑی دلدہی سے خطاب فرمایا۔ پانچ وقت کی نماز میری امت پر فرض ہوئی۔ میں نے پروردگار عالم سے عرض کی کہ اے واحد مطلق اے قادر برحق میری امت کمترین امت ہے نہایت کمزور ہے آخر زمانہ تک رہے گی نیز شیطان انکے بہکانے کی کوشش کریگا :-

اے معبود حقیقی میں اپنی امت کیطرف سے بیحد متفکر اور مغموم ہوں آج میری کمزور امت کی بخشش کا وعدہ کریں :-

ندا آئی اے محمدؐ اے میرے پیارے حبیب تیری امت کے جس امتی کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا۔ جس نے شرک جیسا کبیرہ گناہ نہ کیا ہوگا۔ میں اسے بخش دوں گا :-

یہ نوید روح پرور سنکر میرا رواں رواں مسرور اور شادمان ہو گیا اب میں نے واپسی کی اجازت چاہی۔ مجھے واپسی کا اذن ملا۔ میں واپس لوٹ کر "سدرۃ المنتہیٰ" کے پاس آیا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے انتظار میں کھڑے تھے۔ انھوں نے مجھے دیکھتے ہی کمال مسرت سے کہا۔ مرحبا! اب میں انکے ساتھ واپس لوٹا۔ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ ایک غضبناک چہرہ والا درشت مزاج فرشتہ ملا۔ اگرچہ اس نے میری تعظیم کی مگر اس کی پیشانی کا بل نہ گیا اور اسکی ہر ہر ادا سے درشتی ٹپکتی تھی :-

میں اُس سے رخصت ہو کر چلا - جب اس سے ذرا فاصلے پر پہنچا تو میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ فرشتہ کون تھا۔ نہایت درشت مزاج ہے ہر وقت چیں بجبیں رہتا ہے!!

حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے جواب دیا یہ عزرائیل ہے قابض الأرواح ملک الموت - جب سے باریتعالیٰ نے اسے عالم وجود میں لایا ہے اسی وقت سے اسی حالت میں ہے ہر وقت چیں بجبیں رہتا ہے

میں نے حضرت جبرائیل علیہ السّلام سے کہا اے وحی مجھے اس سے کچھ کہنا ہے آؤ اُس کے پاس چلیں، اور حضرت جبرائیل علیہ السّلام یعنی ملک الموت کے پاس گئے - میں نے اس سے کہا!!

اے خدا کے مقرب فرشتے میری آرزو ہے کہ تو میری اُمت کے ساتھ کسی قدر نرمی اور آسانی کا برتاؤ کرتے رہنا!!

اُس نے کہا اے اُمت کے شیدائی اے خدا کے محبوب رسول مجھے حق سبحانہٗ کی طرف سے روزانہ ہدایت ہوتی رہتی ہے کہ محمد صلعم کے اُمتی کی روح قبض کرتے وقت نرمی کیجیئے

میری کیا مجال ہے کہ ذات حق سبحانہٗ کے حکم کی نافرمانی کر سکوں

میں وہاں سے واپس لوٹا - براق پر سوار ہوا براق ہوا جیسی سرعت سے روانہ ہوا - آسمان پر آسمان آتے رہے :-

یہاں تک کہ میں آسمانوں کو عبور کر کے زمین پر آگیا - مجھے پیاس معلوم ہوئی بمقام زوما پر ایک قافلہ فروکش تھا قافلے والوں کا اونٹ

گم ہو گیا تھا۔ تمام قافلے والے اس گم شدہ اونٹ کو تلاش کرنے کیلئے گئے ہوئے تھے میں نے کجادوں کے پاس جاکر پانی پیا:۔

مقام تنعیم میں ایک قافلہ آرہا تھا سب سے آگے ایک خاکی رنگ کا اونٹ تھا۔ اس پر سیاہ ٹاٹ پڑا تھا اور دو سیاہ گونیں لدی ہوئی تھیں میں نے قافلے والوں کو سلام کیا اور انھوں نے سلام کا جواب دیا:۔

براق ہوا جیسی سرعت سے دوڑ رہا تھا۔ یہاں تک کہ مکہ آگیا صفا اور مروہ کے درمیان آکر براق رُک گیا۔ میں اتر کر اپنی خوابگاہ میں آیا۔ عجیب بات یہ دیکھی کہ زنجیر در بدستور متحرک اور بستر گرم تھا۔

مجھے سخت حیرت ہوئی کہ کسقدر عجلت سے میں مکہ معظمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمان کے اوپر اور آسمانوں سے عرش معلے پر سے ہو آیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے جلدی سے کہا صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللہ یعنے اے خدا کے رسول آپ نے سچ فرمایا:۔

اُسی دن سے آپ کا لقب "صدیق" پڑ گیا۔ صرف اسلامی دنیا میں ہی نہیں بلکہ تاریخی دنیا میں آپ "صدیق" کے لقب سے ہی مشہور رہے!!

ابو جہل نے ہنس کر کہا۔ ابو بکر کیا تم ایسی دور از فہم باتوں کو سچا سمجھتے ہو جیسے کہ محمدؐ نے بیان کی ہیں:۔

اب ہم آئندہ صدیق اکبر کے ہی لقب سے مخاطب کرینگے حضرت صدیق اکبر نے کہا۔ بعید از فہم کیا بات ہے ابو جہل؟

ابو جہل نے کہا۔ کیا یہ بات بعید از فہم نہیں ہے کہ محمد صلعم رات ہی کو

بیت المقدس ہو آئے یہ غیر ممکن ہے اتنی بڑی مسافت ایک رات میں تو کہاں ایک ہفتے میں بھی طے نہیں ہو سکتی!!

جو لوگ اُس وقت بیٹھے تھے ان پر عجیب کیفیت طاری تھی کسی کا منہ فرطِ حیرت سے کھلا رہ گیا تھا۔ کسی کی آنکھیں پھٹی تھیں۔ نیز کوئی فرطِ استعجاب سے سر پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔

غرضیکہ ہر شخص پر حیرت طاری تھی۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ خدا میں سب کچھ قدرت ہے۔ وہ غیر ممکن کو ممکن کر دیتا ہے۔ خدا نے جب دُنیا کو پیدا کرنا چاہا تو فرمایا کُن (ہوجا) فیکون (بس ہو گئی)

جب وہ ایسی قدرت والا ہے تو کیا اُس سے یہ بعید ہے کہ وہ اپنے محبوب رسُول کو مکہ سے بیت المقدس، اور وہاں سے آسمانوں پر لے گیا اور فوراً ہی واپس لے لیا۔

ابوجہل اس کی قدرت سے کچھ دور نہیں ہے خدا نے اپنے پیارے حبیب کو معراج عطا فرمائی۔ آسمان دکھائے۔ عرش معلےٰ پر اپنے حضور میں بلایا۔ انبیاء علیہم السلام سے مشرف ملاقات بخشا۔ جنت اور دوزخ دکھائے میرا ایمان اور پختہ ہو گیا۔

جو مسلمان اب یا ہزاروں سال کے بعد بھی معراج کا حال سُنے گا سچ سمجھے گا۔ معراج بھی ایمان کا ایک جز ہو گئی تو بھی ایمان لے آ۔ اس نبی پر جو خدا کا ایسا محبوب ہے کہ اُسے اپنے پاس عرش پر بلا کر خدا نے اسے اپنا دیدار دکھایا۔

ابوجہل نے ہنس کر کہا۔ میں بے وقوف نہیں ہوں۔ ابوبکر دیکھو تمہارے نبی صلعم کا جھوٹ بیچ ابھی کھلا جاتا ہے:۔

ابوجہل جن لوگوں کو ہمراہ لایا تھا ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ ہاں تم بیت المقدس میں عرصے تک رہ چکے ہو۔ محمدؐ سے وہاں کے حالات پوچھو۔ ان لوگوں نے باری باری سوال کرنا شروع کیا!! مثلاً بیت المقدس پہاڑ سے کتنے فاصلے پر ہے؟ مسجد کہاں ہے اس میں طاق کتنے ہیں اور کتنے کنگورے ہیں۔ صحن کتنا وسیع ہے اور باب المعراج کس طرف ہے:۔

اگرچہ آنحضرت صلعم نے رات کو سرسری نظروں سے بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کو دیکھا تھا نہ طاق گنے تھے نہ کنگورے شمار کئے تھے اور نہ یہ دیکھا تھا کہ بیت المقدس پہاڑ سے کس طرف ہے اور کتنے فاصلے پر ہے۔ مگر بایں ہمہ تائید ایزدی سے تمام سوالات کا جواب البسا شافی اور تجلی بخش دیا کہ سوال کرنے والے حیران ہو کر رہ گئے:۔

سب نے اعتراف کیا کہ آنحضرت صلعم کے جوابات نہایت مکمل اور واقعی صحیح ہیں۔ کفار مکہ بجائے قائل ہونے کے مزید سرکش و گستاخ ہو گئے۔ جس طرح سے فرعون نے اپنے جادوگروں سے کہا جنکو اس نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا مقابلہ کرنے کے لئے بلایا تھا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے سازباز کر لیا تھا۔ بعینہٖ اسی طرح سے کفار مکہ نے کہا۔ کہ تم لوگ حضرت محمدؐ رسول اللہ سے ساز کئے ہوئے ہو اسلئے ہمکو تمہارا ابھی یقین نہیں رہا

ہے۔ آنحضرت صلعم نے کہا۔ آخر تم کو کس طرح سے یقین آئے:۔

ابوجہل نے کہا۔ ہاں یقین آجائے گا۔ جب مقابلہ نعیم والا قافلہ آئیگا اور اس کے لوگ تمہارے سلام کرنے کی گواہی دینگے:۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ قافلہ آئیگا مگر کل صبح

ابوجہل بولا۔ بس تو اب قصہ کو بند کر دیجئے۔ کل جب قافلہ آئے گا تب تمام جھوٹ سچ نکل آئے گا:۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ منظور ہے آپ معہ صدیق اکبرؓ کے اٹھکر چلے گئے۔ اسکے بعد کفار مکہ بھی اٹھکر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھوڑے ہی عرصہ میں معراج مبارک کی خبر تمام مکہ میں گرم ہو گئی:۔

جس مسلمان نے سنا اعتقاد کیا۔ مگر جس کافر نے سنا وہ حیران ہو کر رہ گیا۔ چونکہ عجیب معاملہ تھا۔ نادر زمانہ تھا اسلیئے خوب چرچا ہوا۔ ہر محفل میں ہر بازار میں ہر کوچہ میں ہر گھر میں ہر گلی میں معراج ہی کا ذکر خیر ہونے لگا۔ حتی کہ رات ہو گئی:۔

صبح سویرے ہی سے لوگ مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ کے راستہ پر جاکر بیٹھے اور قافلے کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ جب آفتاب طلوع ہوا اور قافلہ نہ آیا۔ تو کفار مکہ بڑے مسرور ہوئے:۔

بغلیں بجا بجا کر کہنے لگے ابتک بھی قافلہ نہیں آیا۔ لہذا سب باتیں بھی غلط تھیں۔ آؤ محمد صلعم کو جھوٹا ثابت کریں:۔

سب نے کہا چلو چلو آج تو ہماری چڑھ بنی ہے یہ سب لوگ واپس

لوٹنا ہی چاہتے تھے کہ سامنے سے گرد و غبار اڑتا ہوا نظر آیا۔ تمام رک گئے اور حیرت و استعجاب سے غبار کی طرف دیکھنے لگے:۔

غبار بڑھا چلا جارہا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اسقدر قریب آگیا کہ قافلے کے اونٹ نظر آنے لگے۔ اس قافلے کو دیکھکر تمام کفار مکہ کو بڑا رنج ہوا جب قافلہ بالکل قریب آیا تو سب نے دیکھا کہ قافلے کے آگے آگے ایک خاکی رنگ کا اونٹ ہے جس پر سیاہ ٹاٹ پڑا ہے اور اس کے دونوں طرف سیاہ گونیں لدی ہوئی ہیں:۔

آنحضرت صلعم کے قول یہ تصدیق دیکھکر کفار مکہ چلا اٹھے۔ یہ ایک اتفاق ہے جو کہ آنحضرت صلعم کے قول کے مطابق صادق آیا۔ جب قافلہ برابر میں آیا تو ابوجہل نے سالار قافلہ سے دریافت کیا کہ محمد صلعم کل رات تمہارے قافلہ کے پاس سے گذرے تھے؟

سالار قافلہ نے جواب دیا۔ ہاں گذرے تھے۔ عجیب مرکب پر سوار تھے اور نہایت تیز آرہے تھے انھوں نے سلام کیا۔ جب ہم نے سلام کا جوابدیا تو وہ نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔

ابوجہل نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔ کیا واہیات بات ہے کہیں تم پر بھی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو نہیں اثر کر گیا ہے؟

سالار قافلہ نے کہا۔ جادو نہیں میں نے انکو (آنحضرت کو) ! آنکھوں سے دیکھا اور انکی آوازہ اپنے کانوں سے سنی ہے!!

ابوجہل نے تمام لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ کچھ نہیں اس قافلہ

والوں نے بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے سازباز کر لیا ہے آؤ ان کی باتیں سنو ورنہ تم بھی بہک جاؤ گے :-

تمام کفار قافلہ والوں کا تمسخر اڑاتے ہوئے روانہ ہوئے۔ چونکہ قافلہ والوں کو معراج شریف کا حال معلوم نہ تھا۔ اسلئے وہ حیرت سے کفار مکہ کو دیکھنے لگے - سالار قافلہ نے قافلہ والوں سے کہا :-

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کچھ دیوانے سے ہو گئے ہیں آپ ہی تو سوال کرتے ہیں اور خود ہی منہ چڑھاتے ہیں اور تمسخر اڑاتے چلے گئے ہیں۔

قافلہ والوں نے کہا - ان لوگوں کے پاگل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے نہ معلوم یہ ایسی حرکت کیوں کرتے چلے جا رہے ہیں :-

سالار قافلہ نے جوش میں آکر کہا!

جانے دو ان پاگلوں کو!!

قافلہ آہستہ آہستہ چلتا رہا - یہاں تک کہ وہ مکہ کے شہر میں داخل ہو کر غائب ہو گیا :-

# گیارہواں باب (۱۱)

## "عام الحزن"

واقعہ معراج کو کفار نے نہایت حیرت سے سنا کمال استعجاب سے ایک نے دوسرے سے تذکرہ کیا۔ جو بھی سنتا تھا۔ حیرت سے منہ کھول دیتا تھا۔ آنکھیں پھاڑ دیتا اور ہکا بکا رہ جاتا۔ اگرچہ تمام کفار نے آنحضرت صلعم کو جھٹلانے کی کوشش کی۔ مگر آپ نے کفار مکہ کے ہر سوال کا جواب شیریں لہجہ میں نیز ایسے تسلی بخش الفاظ میں دیا کہ سوال کرنے والوں کو لاجواب کر دیا بالآخر ان کو خاموش ہونا پڑا:۔

جب اس قافلہ نے جس کا ذکر آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا آپ کے ملنے اور سلام کرنیکی شہادت دی تو کفار مکہ اور بھی متعجب ہوئے لیکن تعجب یا حیرت دور ہوتے ہی ان پر ضد اور غصہ کا طوفان اُمنڈ آیا۔ بجائے اس کے کہ وہ آنحضرت صلعم کو آپ کی شخصیت کو اور آپ کے مرتبہ کو پہچانتے یا پہچاننے کی کوشش کرتے:۔

آنحضرت صلعم کی باتوں کو ٹھنڈے دل سے سنتے۔ تعصب سے بالاتر ہو کر

ان پر غور کرتے اسلام کی طرف جھکتے۔ مسلمان ہو جاتے تو آنحضرت صلعم اور آپکے متابعین سے برسر پیکار نہ ہوتے۔ غصہ صرف اس بات کا تھا کہ آپ انکے معبودوں کے خلاف انکے مذہب کیخلاف اوّل روز سے جو باتیں کہہ رہے تھے ضد اس بات پر تھی کہ آنحضرت صلعم اپنا رویہ نہ بدلتے تھے تو وہی کمال ظلم و ستم کی روش کو کیوں ترک کر دیں۔ مگر غصہ یا ضد متمول و مغرور و اہل منصب قریش والوں کو تھا جس کا اثر عامۃ الناس پر بھی پڑ رہا تھا۔ اسلیے تمام مکہ والے آنحضرت صلعم سب مسلمانوں اور نیز اسلام کے ہوا خواہوں کے اکثر سخت مخالف اور اُنسے برسر پرخاش تھا۔ آنحضرت نے کبھی پہلے قریش کے ظلم و ستم کی پرواہ کی اور نہ اب کی کسی مسلمان نے ہی کچھ خیال کیا:-

تمام مسلمان خاموش اور سکون سے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے۔ تجارت کرتے جب فرصت پاتے یا موقعہ ملتا تو اپنے پڑوسیوں کو اپنے عزیزوں کو اپنے ہم قبیلہ کو کلام الٰہی سناتے۔ تبلیغ اسلام کرتے اور جو برضا و رغبت خود مسلمان ہوتا اُسے بہ شرف بہ اسلام کر لیتے۔ اس طرح سے چپکے ہی چپکے انھوں نے بہت سے لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کر لیا۔ لیکن جب کہ مسلمان تجارت اور تبلیغ اسلام میں منہمک تھے۔ آنحضرت صلعم ابوطالب کی تیمارداری کر رہے تھے۔ ابیطالب کی عمر اسّی سال کے قریب تھی۔ بہت ضعیف ہو چکے تھے شعب ابیطالب میں تین سال بھوکے پیاسے قید رہے تھے:-

مسلمان کو انکی عورتوں کو۔ ان کے بچوں کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے دیکھا تھا۔ ان آلام و مصائب اور شدّت بھوک و پیاس سے انکی صحت پر بڑا اثر ہوا تھا۔ وہ ضعیف ہو کر صاحب فراموش ہو گئے تھے اور بیماری سے

بڑا اثر ہوا تھا۔ وہ ضعیف ہو کر صاحب فراموش ہو گئے تھے اور بیماری نے اپنا پورا پورا قبضہ کر لیا تھا۔ چونکہ آنحضرت صلعم سے ابیطالب کو بیحد محبت تھی۔ وہ آنحضرت صلعم کی ہر حالت میں امداد فرماتے اور متولی اور سرپرست رہے اور آپکی ہر طرح سے حمائت کرتے رہے حتیٰ کہ آنحضرت صلعم کے ہمراہ اسی پاداش میں متواتر تین سال تک شعب ابیطالب میں بھوکے پیاسے رہے اور محصور رہے بنابریں آنحضرت صلعم کو بھی اُن سے بیحد محبت ہو گئی تھی آپ ہر طرح سے ان کی تیمار داری میں مصروف رہتے تھے آپ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ۔ حضرت فاطمہ۔ حضرت خدیجہؓ۔ حضرت زید سب ہی ابیطالب کی خدمت کرتے رہتے تھے۔ مکہ والے ہوں یا عرب والے کبھی کسی حکیم سے علاج نہ کراتے تھے۔ کاہن (آیندہ کے واقعات بتانے والے) اعراف (غیب دان) یا طارقین حصیٰ (سنگریزے یا گٹھلیاں پھینکنے والے) علاج معالجہ کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ مریض کو دیکھتے۔ طشت میں پانی بھرواتے اور اسمیں دیکھکر بتاتے کہ مریض پر کس شخص نے جادو کیا ہے وہ خود ہی التاسید ھا اعلان کرتے چونکہ مریض کا باقاعدہ علاج نہ ہوتا تھا اسلیے بہت کم مریض بچتے تھے لیکن جو مریض تندرست ہو جاتا وہ علاج کرنے والے کو بکریاں اور اونٹ انعام دے کر اُسے مالا مال کر دیتا اور اگر مریض ہو جاتا تو اُس کے خاندان والے یا اہل قبیلہ اس شخص کو جس کی بابت معالج بتاتا کہ اس نے جادو کیا ہے فوراً اُسے مار ڈالتے۔ اگرچہ ابیطالب مفلس تھے ایسے مفلس کہ اپنے بیٹوں کی پرورش کا بار بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔

۲۲/۵/۸۴

چنانچہ اسی وجہ سے ان کے ایک بیٹے حضرت جعفر کو حضرت عباسؓ نے اور دوسرے بیٹے حضرت علی المرتضیٰ کو آنحضرت صلعم نے پرورش کیا مگر افلاس خاندانی اعزاز کو کم نہ کر سکا تھا۔ مکہ مکرمہ میں جو عزت انکی پہلے تھی وہی اب بھی باقی تھی۔ چنانچہ جب انکے بیمار ہونے کی خبر عام ہوئی تو مکہ کے تمام معزز اور متمول لوگ ان کی عیادت کے لئے آنے لگے:۔

ابوجہل۔ ابولہب۔ ولید۔ عتبہ۔ شیبہ۔ اُمیّہ۔ عاص۔ وائل السہمی ابوسفیان۔ ابوالبختری۔ اور اسود وغیرہ سب ہی ہر روز آتے اور سارا سارا دن بیٹھے رہنے لگے۔ آنحضرت چاہتے تھے کہ ابوطالب کا باقاعدہ علاج کرائیں لیکن یہ بات کفار کے مسلک کے خلاف تھی۔ اسلئے کفار چاہتے نہ تھے اور نہ ابیطالب ہی مانتے تھے۔ ابیطالب نے خواہش کی کہ ابرشش کو بلایئے وہ دیکھے کہ مجھ پر کس نے جادو کیا ہے:۔

ابوجہل نے کہا کہ وہ مر گیا ہے تمام مکہ والوں کو اُس کے مرنے کا بیحد صدمہ ہے ابوطالب یہ سُنکر خاموش ہو گئے:۔

دوسرے دن ابولہب ایک بہت بڑی تعداد کاہنوں کی۔ اعراف اور طارقین جصی و ناظر وغیرہ کو بُلا کر لایا۔ ان لوگوں نے آتے ہی ابوطالب کو دیکھا طارقین جصی نے سنگریزے پھینکے اور انکو اٹھا کر سونگھا۔ غور سے دیکھا اور زمین پر دے پٹخا اور گرجکر کہا۔ کچھ نہیں آسیب کا فعل ہے دھونی دو آرام آجائیگا۔ ناظر نے ابیطالب کی آنکھیں۔ آنکھوں کی سلیاں غور سے دیکھیں پتلیوں میں روشنی تھی پاس بیٹھنے والوں کی صورتیں عکس کی صورت میں نظر آرہی تھیں۔

چلا اٹھے بڑے بڑے قہری جنوں کا سایہ ہے جب ان جنوں کو پکڑ کر مارا جائیگا تب صحت ہوگی۔ کاہنوں نے طشت میں پانی بھر کر دیکھا۔ عرصے تک دیکھتے رہے۔ جب کچھ نظر نہ آیا تو بولے کوئی بڑا خبیث جن لپٹا ہوا ہے جو کہ صورت تک بھی نہیں دکھاتا۔ اعراف بتائیں کونسا جن ہے ہم پکڑ کر مار ڈالیں گے۔ اب اعراف کی باری آئی۔ انھوں نے اعضائے انسانی کی ہڈیاں نکالکر پھیلادیں اور انکو غور سے دیکھا۔ اچھا ایک کھوپڑی کو چرخ دیا جب وہ گری تو اسے اٹھاکر دیکھا اسمیں ایک معدوم سی تصویر نظر آئی۔ اچھل کر بولے پالیا وہ جن یہ ہے انھیں کرتوں میں شام ہوگئی۔ علاج وغیرہ کچھ نہ ہوا اور مریض کیحالت بد سے بدتر ہوگئی۔ آنحضرت صلعم اس شیطانی گروہ ان خبیث حرکات کو دیکھ دیکھکر کڑھ رہے تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ مریض کا آخری وقت قریب آرہا ہے۔ جی میں آتا تھا کہ خود ہی علاج شروع کریں اور کچھ نہیں تو تھوڑا بہت شہد ہی چٹادیں لیکن اسمیں بھی کفار مکہ حارج تھے۔

حتی کہ ابیطالب پر غفلت طاری ہوگئی۔ رات نہایت بے چینی سے گذاری چونکہ کفار مکہ کو خدشہ تھا کہ کہیں آنحضرت صلعم مرتے وقت ہی ابیطالب کو مسلمان نہ کرلیں اسلئے ہر وقت انکے پاس بیٹھے رہتے تھے۔

جوں توں کرکے رات گذری اور شہنشاہ خاور نے مشرق سے سر نکالا۔ تو ابیطالب کی حالت قدرے سکون پذیر ہوئی تمام کفار ان کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ ان تمام نے سمجھ لیا کہ ابیطالب کی حالت اچھی نہیں ہے اور اسکا زندہ بچنا غیر ممکن ہے اسلئے جب انکو ہوش آیا تو ابوجہل نے کہا۔

یَا اَبِیطالِب آثار و قرائن سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ ہمکو داغ مفارقت دینے والے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنی زندگی میں اس نزاع کو جو ہمارے اور آپکے بھتیجہ محمدؐ کے درمیان ہے ختم کر جائیں تاکہ آپ کے بعد یہ جھگڑا بڑھکر کسی ہولناک جنگ کا پیش خیمہ ثابت نہ ہو۔ ابیطالب نے اس سے دریافت کیا۔ تم کیا چاہتے ہو۔ ابوجہل نے کہا ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا بھتیجہ محمد صلعم ہمارے ہزار سالہ معبودوں کو بُرا نہ کہے آنحضرت صلعم اپنے محترم چچا کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ ابیطالب نے ان سے (محمد صلعم) خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ جان عم تم کیا کہتے ہو!!

آنحضرت صلعم کھڑے ہوئے اور آپؐ نے فرمایا۔ یا عم میں کسی کے معبودوں کو بطلان نہیں کرتا۔ صرف یہ کہتا ہوں کہ ایک خدا کی پرستش کرو اس خدا کی جو کہ پروردگار عالم ہے۔ جس نے زندگی عطا کی ہے جو موت پر قادر ہے اسکے بعد دوبارہ پھر زندہ کر کے حساب لیگا وہ پاک ذات ہے بے عدیل اور بے ہمتا ہے یوم الجزاء کا مالک ہے اسکی پرستش زیبا ہے۔ نجات اسکو ملے گی جو نجات دہندہ کو پوجے گا اپنے ہاتھوں سے پتھر تراش کر بنائے ہوئے بت خدا نہیں ہو سکتے یہ سنتے ہی کفار مکہ سخت برہم ہوئے اُٹھے حتیٰ کہ ابوطالب کے مکان سے باہر چلے گئے انکے باہر جاتے ہی ابیطالب نے کہا میرے پیارے بھتیجہ تم راستی پر ہو میں تمکو ایام طفولیت سے جانتا ہوں۔ اور کبھی کسی کو ستاتے یا جھوٹ بولتے اور حق تلفی کرتے نہیں دیکھا۔ تو نے ہمیشہ سچ بولا۔ کبھی امانت میں خیانت نہیں کی میں جانتا ہوں اور اچھی طرح

جانتا ہوں کہ نہ تو جاہ طلب ہے اور نہ زر۔ زمین اور زن کا طلبگار ہے نہ منصب اور اعزاز کا دلدادہ ہے نہ حکومت و سلطنت کا خواستگار ہے صرف اس بات کا متمنی ہے کہ قوم ہزاروں خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کی پرستار بن جائے قوم کو تجھ سے کد ہے میں تیرے مذہب کو اچھا سمجھتا ہوں جب تک جیا اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا۔ تیری حمایت کی۔ اب مر رہا ہوں نہیں جانتا کہ قوم تیرے ساتھ کیا سلوک کرے۔ خیر فلاح و بہبود کی تو ان سے توقع ہی نہیں یقیناً ستائینگے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ تیرا خدا تجھے انکے شر سے محفوظ رکھے۔ اور تمام عرب کو مسلمان ہونے کی توفیق عطا فرمائے:۔

ابیطالب کی گفتگو سے آنحضرت صلعم کو توقع ہوئی کہ شاید وہ اس آخری وقت ہی میں مسلمان ہو جائیں۔ لہذا آنحضرت صلعم نے فرمایا یا عم اگر آپ اسلام کو اچھا مذہب سمجھتے ہیں تو اسے اختیار کیوں نہیں کرتے اور آپ بھی مسلمان ہو جایئے:۔

ابیطالب نے کہا۔ ابن اخی میں دل سے اسلام کا اعتراف کرتا ہوں۔ لیکن زبانی طور پر اقرار کرتے ہوئے شرماتا ہوں۔ کیونکہ زمانہ کہیگا کہ موت سے ڈر کر ابو طالب مسلمان ہو گیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا اس بات کا خیال نہ کیجئے۔ مرنے کے بعد کون آپ سے کہنے جائیگا یا عم اگر آپ کلمہ پڑھ لیں تو خدا آپکو جنت میں داخل کریگا۔ اب ابو طالب پر سکرات موت کا عالم طاری ہو گیا تھا۔ انھوں نے کہا۔ نہیں میرے عزیز بھتیجہ مجھے میرے باپ دادا کے مذہب پر مرنے دو میں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بھی

وہیں جانا چاہتا ہوں جہاں میرے باپ دادا ہیں!!
یہ کہتے کہتے ابیطالب کے جسم میں تشنج طاری ہوا۔ آنحضرت صلعم اپنے شفیق چچا کی یہ کیفیت دیکھکر چشم پُر آب ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ افسوس چچا تم مسلمان نہ ہوئے۔ خدا کا حکم ہے کہ وہ کسی مشرک کو نہ بخشے گا۔ مگر میں آپ کی مغفرت کیلئے ہمیشہ دعا کرتا رہوں گا:۔
ابیطالب کو ایک ہچکی آئی اور اس کے ساتھ ہی اسکی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ بارہا بیان کیا جا چکا ہے کہ ابیطالب خاندان ہاشم کے سردار اور بڑے باثر اور نہایت ذی عزت بزرگ تھے ان کے مرنے کی خبر تمام مکہ میں گھر گھر پہنچ گئی!!
مکہ پر عام اداسی چھا گئی اور ماتم کرنے والی عورتیں جمع ہو گئیں جنازہ درمیان میں رکھکر عورتوں نے حلقہ قائم کیا۔ سوگواروں کیطرح سے سر کے بال کھول ڈالے۔ گریبانوں کی دھجیاں کر دی گئیں اور بین کر کر کے سر و سینہ پیٹنے لگیں۔ جس قوم نے زندگی بھر ابیطالب پر سختیاں کیں تین سال تک پہاڑی درہ میں بھوکا پیاسا رکھا۔ آج اسکے مرنے پر ماتم و سینہ کوبی کرنے لگیں تھیں۔ تمام گھر مردوں۔ عورتوں اور بچوں سے بھر گیا۔ ہر شخص رو رہا تھا سر و سینہ کوٹ رہا تھا۔ ایام جاہلیت میں تمام کفار عرب میں ماتم کا یہی طریقہ تھا۔ دوپہر کے بعد جنازہ اٹھایا گیا۔ جنازہ نہایت شان سے اٹھایا گیا۔ مکہ کے تمام قبائل شریک ہوئے کثیر مجمع ہو گیا۔ بڑے ہی تزک و احتشام سے جنازہ قبرستان میں پہنچا ابیطالب کے بیٹے حضرت جعفرؓ طیار ملک

عبش میں تھے۔ مگر حضرت علی اور حضرت عقیلؓ موجود تھے دونوں زار و قطار رو رہے تھے۔ چونکہ آنحضرت صلعم بھی جنازہ کے ہمراہ تھے اسلئے آپکی وجہ سے تمام مسلمان بھی شریک ہو گئے تھے سب نے ملکر ابیطالب کو دفن کیا اور بصد حسرت و یاس واپس آئے۔ پورے چالیس دن تک ماتم ہلا ماتم کرنیوالی عورتیں علی الصباح آتیں سارا دن روتیں اور ماتم کرتی رہتیں۔ شام کا کھانا کھا کر اپنے اپنے گھر لوٹ آتیں۔ آنحضرت صلعم کو ابیطالب سے بیحد محبت تھی۔ انکے مرنیکا آپ نے بہت زیادہ رنج کیا۔ ہنوز یہ رنج اور داغ الم باقی ہی تھا کہ حضرت خدیجہ آنحضرت صلعم کی حرم محترم حضرت فاطمہ کی والدہ محترمہ بیمار پڑ گئیں۔ آنحضرت صلعم ان سے بھی بیحد انس رکھتے تھے۔ لہذا آپ کو بڑا فکر لاحق ہوا اور فوراً دوا دوش شروع کر دی۔ حضرت خدیجہ قبیلہ بنو اسد کی ایک معزز خاتون تھی۔

آپ کا قبیلہ بھی قریش میں ذی عزت سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے خود خواہش کر کے آنحضرت صلعم سے عقد کیا تھا آپ کو آنحضرت صلعم سے بہت زیادہ انس تھا آپ نے ہمیشہ اور ہر حالت میں آنحضرت صلعم کی دلدہی اور غمگساری کی۔ خود سختیاں اٹھائیں مصائب برداشت کئے۔ لیکن کبھی شکوہ کا لفظ بھی زبان پر نہ لائیں مگر آنحضرت صلعم کو کفار کے اشرار سے بچانیکی کوشش کرتی رہیں سب سے پہلے ایمان لائیں اور ایمان پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ آپکے دو فرزند ایک قاسم جنکی وجہ سے آنحضرت صلعم کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہوئی۔ دوسرے طاہر تھے جو صغر سنی میں ہی انتقال کر گئے ان کے علاوہ

چار صاحبزادیاں حضرت رقیہ۔ حضرت زینب۔ حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہؓ تھیں۔ آپکی علالت کی خبر بھی مکہ میں عام ہوگئی۔ قبیلہ بنو اسد کی تمام عورتیں، سارے بچے، کل مرد عیادت و تیمارداری کیلئے آگئے حضرت خدیجہ کا مکان بہت بڑا تھا۔ تمام مکان عورتوں۔ بچوں اور مردوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تل دھرنے کے لئے باقی جگہ نہ رہی:۔

حکیم بن حزام حضرت خدیجہؓ کے بھتیجہ تھے انھوں نے چاہا کہ کاہنوں اور اعراف وغیرہ کو بلائے۔ مگر حضرت خدیجہ نے سختی سے انکار کر دیا اگرچہ اس زمانہ کے مطابق وہ دوا دوش کیجا رہی تھی۔ مگر مرض کو افاقہ نہ ہوا:۔

سنہ نبوی کا ماہ رمضان شروع ہو گیا تھا۔ مریضہ کیحالت دیکھکر آنحضرت صلعم بدرجہ اکمل مغموم و محزون ہو رہے تھے۔ حضرت خدیجہ دیکھ رہی تھیں کہ آنحضرت صلعم کو کس درجہ غم و فکر ہے وہ ایک ایسی نیک خاتون سمجھدار بی بی اور جاں نثار بیوی تھیں اور کوشش کرتیں کہ اپنی بیماری کیحالت بیقراری اور بے چینی کی کیفیت آنحضرت صلعم پر ظاہر نہ ہونے دیتیں:۔

مگر بڑھا ہوا مرض۔ مرض سے پیدا ہونے والے آثار بیچینی اور بے چینی سے چہرہ پر جھلک آنے والے تاثرات انخیں انکی کوششوں میں ناکام رکھتے تھے خود آنحضرت صلعم بھی یہ چاہتے تھے کہ انکے بشرہ سے غم و ملال کے آثار ظاہر نہ ہونے پائیں جن سے حضرت خدیجہ کو تکلیف پہنچے مگر حضرت خدیجہؓ چشم بصیرت افروز معلوم کرلیتی تھی۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ جن دو دلوں میں محبّت ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ خود چاہے جس قدر

غم۔ تکلیف اور سختی برداشت کرے۔ مگر دوسرے پر آنچ نہ آنے دے نہ اس پر اپنے غم اپنی بے چینی کا اظہار ہونے دے بلکہ دوسرے کی بیقراری خود انگیز کرنے کی سعی کرتا ہے یہ تاثرات محبت ہیں اور انھیں لوگوں کے دل میں پیدا ہوتے ہیں جو حقیقی محبت سے آشنا ہوتے ہیں :۔

آخر حضرت خدیجہ کا آخری وقت آگیا۔ وہ وقت جب کہ موت کا زبردست ہاتھ دنیا کے تمام علائق کو توڑ پھوڑ کر رشتہ زلیست منقطع کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے سب کچھ سمجھ لیا تھا کہ حضرت خدیجہؓ کی بالیں پر بیٹھ گئے :۔

چاروں لڑکیاں بھی آگئیں۔ حضرت فاطمہؓ سب سے خورد سال تھیں۔ اپنی والدہ محترمہ کی دگرگوں حالت دیکھکر رو رہی تھیں :۔

سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ رہا تھا وہ شفیق والدہ جو اپنی جگر گوشہ بچی کو افسردہ خاطر نہ دیکھ سکتی تھی زار و نزار روتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔ چاہتی تھیں کہ معصوم بچی کو سمجھاؤں مگر اتنی طاقت نہ تھی۔ حضرت رقیہؓ۔ حضرت زینبؓ اور حضرت ام کلثوم بھی نظر بچا بچا کر رو رہی تھیں :۔

آنحضرت صلعم بھی چشم پُر آب بیٹھے پڑھ رہے تھے اور دیگر تمام لوگ بھی غمزدہ اور آزردہ تھے۔ گویا تمام مکان پر افسردگی اور بیچارگی نے قبضہ جما رکھا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے سنبھال لیا۔ اور انھوں نے آنحضرت صلعم کو دیکھتے ہوئے فرمایا :۔

میرے سرتاج میں آپکی خدمت اسقدر نہ کر سکی جسقدر کرنا چاہیئے تھی۔ مجھے افسوس ہے لیکن ... ... ... ... آپ بڑے ... ... خلیق اور بکمال مہربان ... ... ... ...

... ... کریم النفس ہیں ... ... ... ... کہ میری کوتاہیوں ... ... کو ... ... ایک ناقص العقل ... ...

... ... اور کمزور عورت ... ... ... سمجھکر معاف کردیں گے ... ..

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ واللہ تم نے میری اسقدر خدمت کی ہے کہ شاید ہی کسی بیوی نے اپنے شوہر کی کی ہو۔ تم نے ہر وقت ہر موقعہ پر میری اعانت اور غمگساری اور ہمدردی کی اور میری خوشنودی کو ملحوظ رکھا ہے۔ تم نے میری امت کیلئے ایک مثال قائم کردی ہے :۔

سچ تو یہ ہے کہ جو خاتون اپنے شوہر کی خدمت اور غمگساری کریگی اس سے خدا اور میں دونوں خوش ہونگے ۔ وہ عورت بہشت میں داخل ہوگی اور جس عورت نے اپنے خاوند کو ناخوش رکھا۔ خدا اس کا کوئی عمل قبول نہ کرے گا۔ اسکے رہنے کا ٹھکانہ دوزخ ہے مجھے افسوس ہے کہ تم مجھ سے رخصت ہو رہی ہو یہ نظام قدرت ہے خدا کے سامنے دم مارنے کا یارا نہیں۔ میں یہ بیان نہیں کر سکتا کہ مجھے تمھاری جدائی کا کسقدر ملال ہے

حضرت خدیجہ نے کہا۔ مجھے اس کا احساس ہے ... ... میرے سرتاج ... ... ... اسی احساس نے مجھے ... اپنے کرب و بیقراری کے اظہار سے منع کئے رکھا ... ... ... اچھا

پیارے شوہر رخصت میری بچیو الوداع !!

آنحضرت صلعم نے جھک کر دیکھا۔ حضرت خدیجہؓ کی روح پرواز کر چکی تھی۔ یہ سانحۂ عظیم دیکھکر بے اختیار حضور اکرم کے آنسو ڈھلک آئے لیکن آپ نے ضبط کیا۔ البتہ غم والم سے آپ کا روئے مبارک سفید پڑ گیا اور چاروں صاحبزادیاں زار وقطار رونے لگیں۔ سب سے زیادہ حضرت فاطمہؓ بے قرار ہو رہی تھیں۔ وہ اپنی والدہ مرحومہ کے اوپر جھک رہی تھیں آنحضرت صلعم نے اُسے اپنی آغوش میں لیکر تسلی دی۔ موت کی خبر نے سارے گھر میں زلزلہ ڈال دیا تھا :-

آہ وفغاں کے نالے بلند ہونے لگے بین بین کر کر کے ماتم ہونے لگا اسوقت اس طرح سے ماتم کرنے کی ممانعت نہ ہوئی تھی تھوڑی دیر کے بعد نہلا دھلا کر جنازہ تیار ہوا :-

جب حضرت خدیجہؓ کے چہرہ مبارک سے کفن کا پلہ سرکا کر دیکھا تو بالکل ایسا معلوم ہوا کہ جیسے آپ محو خواب ہیں۔ حضرت فاطمہ تڑپ کر اُن کے لاشہ پر گریں اور بولیں۔ میری شفیق والدہ کیوں مجھ سے روٹھ کر جا رہی ہو۔ آہ! میں نے کیا قصور کر دیا۔ معاف کر دو۔ اٹھو۔ مجھے گود میں لو۔ مجھ سے بولو۔ حضرت فاطمہؓ روتے ہوئے یہ باتیں کر رہی تھیں۔ سننے والے دو ہتھڑیں مار مار کر چلا رہے تھے اور آنحضرت صلعم غم والم کا مجسمہ بنے کھڑے تھے۔ جب آپ نے فاطمہؓ کو بلک بلک کر روتے ہوئے دیکھا تو انھیں اٹھا کر تشفی کی اور سمجھایا۔ بالآخر جنازہ اٹھایا گیا۔ مکان سے باہر لائے باہر

ہزاروں مردوں۔ عورتوں اور بچوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے:
تمام مکہ نہایت ہی شان اور بڑے اعزاز کے ساتھ جنازہ مقام حجون میں جو کہ قبیلہ بنو اسد کا قبرستان تھا پہنچا۔ اور خلاف معمول یا عربوں کی آبائی معاشرت کیخلاف پردہ کے اہتمام سے تدفین کے مراسم ادا کیئے گئے۔ میت کی تجہیز و تکفین سے فراغت پاکر سب لوگ لوٹے حضرت خدیجہؓ کے انتقال سے آنحضور صلعم کو بے حد صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا کہ یہ سال "عام الحزن" ہے (غم کا سال ہے)
اسی طرح سنہ نبوی میں ابوطالب اور ماہ رمضان میں حضرت خدیجہؓ نے وفات پائی یہ دونوں ہستیاں آنحضور صلعم کی بے حد غمگسار۔ خادم اور بڑے درجہ کی ہمدرد تھیں:۔
شاید اللہ جل شانہٗ نے یہ گوارا نہ کیا کہ جن لوگوں کو آنحضرت صلعم اپنا ممد و معاون۔ ہمدرد و غمگسار سمجھے تھے۔ وہ بھی باقی نہ رہیں اور آپ دنیاوی علائق سے آزاد ہوکر عبادت و ریاضت۔ تبلیغ و تدریس میں زیادہ شوق اور توجہ سے منہمک ہو جائیں:۔

# بارہواں باب (۱۲)

## تہدید

یوں تو جو کوئی بھی مسلمان ہو جاتا آپکا جاں نثار خادم۔ وفاکیش غلام اور ہمدرد و غمگسار بن جاتا۔ مگر سب سے زیادہ ہمدرد اور سب سے زیادہ بڑھکر حامی آپکے ابیطالب اور حضرت خدیجہؓ تھے اور ان دونوں ہی کی وفات ہوگئی۔ آنحضرت صلعم کو ان دونوں کی وفات کا بے حد ملال ہوا۔ نہ صرف اسوجہ سے کہ دو مددگار اٹھ گئے۔ بلکہ اسوجہ سے کہ دو سچے ہمدرد و غمگسار موت کی آغوش میں جا سوئے کفار قریش کو بھی ان دونوں ہی کا پاس لحاظ تھا۔

ابو طالب تو قبیلہ بنو ہاشم کے سردار تھے۔ تمام قبائل انکا لحاظ کرتے تھے اور ان میں سے دبتے تھے حضرت خدیجہؓ کا قبیلہ بنو اسد تھا جو کہ نہایت ہی زبردست قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کا اثر و اقتدار تمام قریش پر تھا۔ ان وجوہات سے تمام مکہ والے ان دونوں سے دبتے تھے ان دونوں کے انتقال کرنے کے بعد اب کفار مکہ کو نہ کسی کا پاس رہا اور نہ کوئی خوف!! چنانچہ انھوں نے تہیہ کرلیا کہ جس طرح بھی ہو سکے اب اسلام اور

مسلمانوں کو مٹا ڈالنا چاہیئے چنانچہ وہ مسلمانوں کو ستانے اور پریشان کرنے اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے میں بہت زیادہ گستاخ اور سرکش ہوگئے تھے۔ آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کیساتھ نہایت بیرحمی اور بے باکی سے پیش آتے تھے۔ اگرچہ آنحضرت صلعم غمزدہ و محزون تھے۔ مگر تبلیغ اسلام سے غفلت نہ کرتے تھے۔ جب موقعہ پاتے تبلیغ اسلام کرتے۔

اہل مکہ سے جو آپ کے پاس آتا اُسے نہایت محبت سے بٹھاتے قرآن کی آیات سناتے۔ عرب کے کسی خطہ سے جب کوئی قافلہ گذرتا تو وہاں تشریف لیجاتے اور تبلیغ اسلام کرتے تھے ایک دن آپکو معلوم ہوا کہ یثرب[1] سے چند لوگ آئے ہیں۔ آپ انکے پاس تشریف لے گئے انھوں نے آنحضرت صلعم کا استقبال کیا آپ نے اُن سے دریافت کیا۔

تم کون ہو۔ کہاں سے تشریف لائے ہو اور کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا۔ ہم یثرب سے آئے ہیں قبیلہ خزاج سے تعلق رکھتے ہیں :۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ غالباً تمہارے قبیلہ سے قبیلہ اوس برسرپیکار معلوم ہوتا ہے۔ یثرب میں دو زبردست قبائل قبیلہ اوس اور قبیلہ خزاج آباد تھے آئے دن دونوں میں آتش جنگ مشتعل ہوتی رہتی تھی

---

[1] یثرب اس شہر کا نام تھا جسے آج مدینہ کہا جاتا ہے جب آنحضرت صلعم ہجرت کرکے یثرب پہنچے تو یثرب کا نام مدینۃ الرسول (مدینۃ النبی) نبی کا شہر پڑ گیا اور یہ نام کچھ ایسا محبوب ہوا کہ صرف مدینہ ہو کر رہ گیا اور تمام عالم میں اس کا نام مدینہ مشہور پڑ گیا (صادق)

ایک شخص نے کہا۔ جی ہاں قبیلہ اوس ہم پر تاخت کرنا چاہتا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ غالباً تم اہل مکہ سے اعانت کے بھروسے پر آئے ہو؟ ایک شخص نے کہا یہی بات ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تم فضول کسی سے اعانت کے خواستگار ہوتے ہو۔ خدا سے مدد مانگو۔ اس خدا سے جو پروردگار عالم ہے جس نے دنیا اور جہان کو پیدا کیا ہے جو موت اور زندگی پر قادر ہے جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے یہ یثرب سے آنے والے چھ آدمی تھے۔ معقول پسند اور انصاف دوست تھے وہ بھی بت پرست تھے انہوں نے کبھی خدا کا نام نہ سنا تھا۔ اب خدا کا نام سنکر کمال حیران ہوئے اور متحیر النظر آنحضرت صلعم کا منہ دیکھنے لگے :۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم اپنے پیدا کرنے والے کا نام سنکر حیران رہ گئے اسمیں حیرت کی کیا بات ہے۔ ذرا غور سے سوچو کہ پتھر کے بت خدا نہیں ہو سکتے انکو تم نے یا تمہارے بزرگوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا جس جگہ تم انھیں رکھدو گے رکھے رہیں گے۔ ہرگز حرکت نہ کر سکیں گے :۔

خدا تو وہ ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے دن اور رات بنائے ہیں وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اُسی کی پرستش کرو۔ اسی کے سامنے جھکو اور اسی کو سجدہ کرو۔ ان میں سے ایک شخص نے اپنے ہمراہی سے خطاب فرماتے ہوئے کہا جابر تم نے سنا۔ میرے خیال میں وہی نبی ہے جسکا ذکر یثرب کے یہودی کرتے رہتے ہیں کیوں نہ ہم انکا مذہب قبول کرلیں :۔

جابر نے کہا یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ خود ہمارے پاس آ گئے یثربی

لوگوں سے پہلے ہمیں اسلام قبول کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ وہ چھ کے چھ آدمی مسلمان ہوگئے ان میں سے ایک ابوالہیثمؓ بن بہتان دوسرے اسعدؓ بن زرارہ تیسرے عوفؓ بن الحارث۔ چوتھے رافعؓ بن مالک۔ پانچویں قطبہؓ بن عامر اور چھٹے جابرؓ بن عبداللہ تھے اُن کے مسلمان ہونے سے آنحضرت صلعم کو بڑی مسرت ہوئی آپؐ عوفؓ کو ہمراہ لے کر اپنے مکان پر آئے اور جسقدر قرآن شریف اس وقت تک نازل ہوا تھا وہ تمام انھیں دیتے ہوئے کہا تم یثرب چلے جاؤ اور وہاں اسلام کی تبلیغ کرو۔ عوفؓ نے تبلیغ اسلام کا اقرار کیا اور وہاں سے اُٹھ اپنے ہمراہیوں کے پاس آئے اور اُسی روز یثرب کی جانب روانہ ہوئے:۔

چونکہ یہ وفد یثرب سے اہل مکہ کے پاس اعانت حاصل کرنیکے ارادہ سے آیا۔ مگر بشرفائے مکہ کی ملاقات کئے بغیر واپس چلا گیا اسلئے مکہ والوں کو بڑا تعجب ہوا ان کی سمجھ میں ہی نہ آیا کہ ارکان وفد اسقدر جلد بغیر کسی سے ملے جلے کیوں واپس چلے گئے ہیں۔ انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ وہ مسلمان ہو کر چلے گئے تاہم انکے مسلمان ہونے کا شبہ ضرور تھا اشرار کفار نے حضور اکرم پر نہایت بے باکی سے بیرحمی شروع کر دی:۔

جب موقعہ پاتے آنحضرت صلعم کو ستاتے آپ نہایت تحمل سے تمام سختیاں برداشت کرتے۔ آپکا تحمل دیکھکر رحمت حق کو جوش آتا۔ قریش کے جسقدر معزز لوگ سب بداخلاق اور عادی مجرم تھے۔ ابولہب جو بنی ہاشم میں سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ چور تھا:۔

جب موقعہ پاتا اور جو چیز ہاتھ آتی چُرا لیتا یہ عادت اس میں اسقدر بڑھ

گئی تھی کہ حرم محترم کے خزانہ سے غزال زریں چرا کر بیچ ڈالتا تھا۔ بڑا چغلخور تھا
اخنس بن شریک روسائے عرب سے تھا۔ بڑا مستغنی اور جھوٹا تھا
نضر بن الحارث بڑا جھوٹا اور پرلے درجے کا مکار تھا۔ بات بات پر قسم کھاتا تھا
ابوجہل بڑا مستغنی تھا۔ مسلمانوں پر سختیاں کرنے میں بے حد بڑھا ہوا تھا۔
لوگوں کو اسلام لانے سے روکتا تھا۔ ابوسفیان کو اپنے نسب پر غرہ تھا
مسلمانوں پر سختیاں کرنے سے اُسے بھی مزہ آتا تھا:۔
یہ لوگ قریش کے ممتاز تھے ان کے سامنے کسی کو اُف کرنے کی
ہمت نہ تھی۔ ان بدکاروں کی بدکاری کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے
تہدیدانہ انداز سے قرآن شریف میں یوں ارشاد فرمایا۔ وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ
مَّهِيْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۙ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ
زَنِيْمٍ ۙ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ!!
ترجمہ:۔ اس شخص کے کہنے میں نہ آنا جو بات بات میں قسم کھاتا ہے وہ
بے آبرو ہے طاعن ہے چغلیاں کھاتا ہے لوگوں کو اچھے کاموں سے
روکتا ہے حد سے بڑھ گیا ہے بد ہے تندخو ہے اور ان سب باتوں
کیساتھ جھوٹا نسب بتاتا ہے اسلیے کہ وہ مالدار لڑکوں والا ہے۔
كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۙ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ
ترجمہ:۔ وہ سن رکھے اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال
پکڑ کر گھسیٹیں گے جو جھوٹی اور خطاکار ہے:۔

یہ تہدید یہ تنبیہہ ان لوگوں کیلئے نازل ہوئی جو تمام اور سارے مکہ میں ممتاز اور معزز تھے جنکی شان میں کسی کو ایک لفظ تک کہنے کی جراٴت نہ ہوتی تھی۔ اسی طرح سے ولید بن مغیرہ (حضرت خالد کے باپ) قریش کا سردار تھا بڑے وقار والا تھا۔ نہایت مغرور تھا۔ اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا اللہ تعالےٰ نے اسے بھی تنبیہہ فرمائی۔ باریتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ۝ وَبَنِينَ شُهُودًا ۝ وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۝

ترجمہ:۔ ہم کو اور اس کو تنہا چھوڑ دو۔ میں نے اس کو پیدا کیا۔ پھر بہت سامال دیا۔ پھر چاہتا ہے کہ ہم اسکو اور دیں ہرگز نہیں وہ ہماری آیات کا دشمن ہے:۔

ان پیہم تہدیدوں کو سن سنکر عوام الناس تو مرعوب ہوتے تھے مگر روساٴئے کفر ضدی و سرکش ہوتے تھے چاہتے تھے کہ جسطرح اور جسقدر جلد ممکن ہو مسلمانوں کا استیصال کر دیں آنحضرت صلعم کو قتل کر ڈالیں مگر یا تو ان کی جراٴت ہی نہ ہوتی تھی یا وقت اور موقعہ کے منتظر تھے ایک دن آنحضرت صلعم تشریف لیجا رہے تھے کہ کسی شقی نے پیچھے سے آکر سر مبارک پر خاک ڈالدی اور بھاگ گیا۔ آپ اسی حالت میں گھر تشریف لائے آپکی صاحبزادی حضرت فاطمہ نے دیکھا تو پانی لے کر آئیں اور آپ کا سر دھلانے لگیں چونکہ حضرت فاطمہ کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے ان کی محبت کا مرکز صرف آنحضر

ہی رہ گئے تھے انھیں آپ سے بیحد محبت تھی وہ سر دھلاتی تھیں اور فرط محبت سے روتی جاتی تھیں۔ آنحضرت صلعم کی نظر اٹھ گئی آپ نے فرط محبت سے فاطمہؓ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ جان پدر روؤ نہیں خدا تمھارے باپ کو بچائے گا۔

فاطمہؓ نے روتے ہوئے کہا۔ لیکن یہ کفار آپ کو کیوں ستاتے ہیں آپ نے فرمایا قرۃ العین ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں یہ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں جس روز یہ سمجھ جائینگے اسی دن ظلم و ستم چھوڑ دینگے میری بیٹی ہمیشہ اور ہر زمانہ میں ہر نبی پر اسکی قوم سختیاں کرتی رہی ہے تو رنج نہ کیا کر کیونکہ یہ سختیاں چند روزہ ہیں حضرت فاطمہؓ چپ ہو گئیں۔ اتفاق سے اسی وقت حضرت جنابؓ بن الارت آ گئے۔ یہ وہی حضرت جنابؓ تھے جن پر قریش نے انتہائی سختیاں کی تھیں۔ انھوں نے آنحضرت صلعم کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا۔ وہ آنحضرت کے پاس بیٹھ گئے اور پوچھا کہ حضور سر مبارک کیوں دھو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کسی آدمی نے میرے سر پر خاک ڈالدی ہے اس لئے دھو رہا ہوں اب حضرت جناب کو فاطمہؓ کے ملول ہونے اور آنحضرت صلعم کے سر مبارک دھونے کی وجہ معلوم ہوئی۔ انھوں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قریش سختیاں کرنے میں حد سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ آپ ان بدبختوں کے لئے بد دعا کیوں نہیں کرتے۔ یہ سنکر حضور اکرم کا روئے منور سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا۔ جناب کیا اپنی ہی قوم کی سختیوں سے تنگ آ کر بد دعا کروں تاکہ اگلے لوگوں کی طرح میری قوم بھی برباد ہو جائے واللہ میں ہرگز بد دعا نہ کروں گا یہ خدا کا کام ہے خود پورا کریگا۔ یہاں تک کہ

شتر سوار صفا سے حضر موت تک بے خوفی سے سفر کریگا اسکو بجز خدا کے اور کسی کا ڈر نہ ہوگا!! یہ ایک قسم کی پیشینگوئی تھی جو آیندہ واقعات پڑھنے سے قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ حرف بحرف پوری ہوئی جناب خاموش ہوگئے تھوڑی دیر بیٹھکر چلے گئے۔ آپ نے سر مبارک دھوکر حضرت فاطمہ کو گود میں لیا اور تسلی دی۔ ایک دن آنحضرت صلعم خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے وہاں بہت سے مشرک وکفار بیٹھے تھے۔ ابوجہل! علتبہ۔ ابولہب اور ابوسفیان بھی موجود تھے۔ آنحضرت صلعم کو دیکھکر ابوجہل نے ازراہ تمسخر کہا۔ یا عبد مناف لے آل ہاشم دیکھو یہ تمہاری نبی آگیا۔ علتبہ نے بطور استہزاء کہا۔ ہمیں کیا انکار ہے کوئی نبی بنا بیٹھے۔ کوئی فرشتہ بنجاوے۔ یہ سنکر تمام مشرک سارے کافر قہقہہ مار کر ہنسے۔ آنحضرت نے علتبہ سے خطاب کرتے ہوتے کہا۔ علتبہ تو بڑا سرکش ہوگیا ہے تونے کبھی خدا اور اسکے رسول کی حمایت نہ کی۔ ہمیشہ اپنی ضد پر اڑا رہا ہے۔ مگر تیرے ہنسنے کا زمانہ ختم ہونے کے قریب ہے اسکے بعد آپ ابوجہل کی طرف مخاطب ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ ابوجہل تیرے لئے وہ وقت آرہا ہے کہ تو ہنسے گا کم اور روئے گا زیادہ۔ پھر آپ نے ولید سے فرمایا ولید تجھے اپنی بہادری پر غرہ ہے لیکن تو شاید حضرت عمر اور حضرت حمزہ کو بھول گیا ہے واللہ یہ دونوں شیر ہیں مجھ سے لڑائی کی اجازت مانگتے ہیں اگر میں انھیں اجازت دے دوں تو وہ مکہ کے کوچہ و بازار کو خون سے سیراب کردیں تو جو بڑھ بڑھ کر باتیں بنا تا ہے۔ ڈر کر گھر میں جا گھسے۔ شکر کر میں انھیں لڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسکے بعد آپ تمام مشرکین اور کفار

سے مخاطب ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ اے قوم عرب آج تم جس دین کا مضحکہ اڑاتے ہو وہ وقت بہت قریب آرہا ہے کہ تم سب اسی دین میں داخل ہو گے زبردستی سے نہیں بلکہ اپنی خوشی سے۔ آنحضرت صلعم کا پرجلال چہرہ دیکھکر تمام عرب مرعوب ہو گئے گویا کسی کو کچھ کہنے کی یا جواب دینے کی ہمت نہ ہو سکی۔ آنحضرت صلعم بھی طواف کر کے واپس تشریف لے گئے آپکے تشریف لیجانے کے بعد ابو سفیان نے کہا لوگو اب احتیاط کرو واقعی حمزہؓ اور عمرؓ کی شجاعت میں کسی کو کلام نہیں ہے اگر محمد صلعم نے ان دونوں کو لڑنے کی اجازت دیدی تو مکہ میں خون کی ندیاں بہ جائیں گی سینکڑوں بچے یتیم اور سینکڑوں عورتیں بیوہ ہو جائیں گی۔

ولید نے کہا بیشک تم سچ کہتے ہو ہم کو آئندہ محتاط رہنا چاہیے مسلمان جب تک خاموش ہیں چپ ہیں جب تنگ آکر مرنے مارنے پر آمادہ ہو جائینگے تو آتش حرب مشتعل ہو جائے گی۔

ابو جہل نے قدرے جوش سے بھر کر کہا یہ خوف فضول ہے مسلمان ہمارا کیا کر سکتے ہیں۔ حمزہؓ ہو یا عمرؓ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے!!

ابو لہب نے کہا یہ بات نہیں ہے مسلمان جس روز جنگ کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے تو غضب ہو جائیگا۔ مناسب یہی ہے کہ ان پر سختیاں بند کیجائیں البتہ جس شخص پر قابو پاؤ اسے خاموشی سے مار ڈالو۔ ایسی خاموشی سے کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ کچھ دیر تک اور گفتگو کر کے تمام کفار اُٹھے اور خانہ کعبہ سے نکل کر چلے گئے۔

# تیرھواں باب (۱۳)

## اہل طائف کی گستاخیاں

روسائے مکہ کفر و شرک میں حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے وہ ان غریبوں کو جنکے دل اسلام کی طرف راغب ہو گئے تھے مسلمان ہونے سے روکتے تھے اور جو مسلمان ہو گئے تھے انھیں لالچ سے خوف سے اپنے آبائی مذہب میں واپس لانے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے وہ کسی خوف یا لالچ سے بھی منحرف نہ ہوتے تھے بلکہ جو شخص بھی آنحضرت صلعم سے ایک مرتبہ ہمکلام ہو جاتا تھا۔ توجہ اور غور سے خدا کا کلام سن لیتا تھا بے عذر و حیلہ مسلمان ہو جاتا تھا۔ مگر کفار مکہ اس بات کی سعی کر رہے تھے کہ کوئی شخص کسی مسلمان یا آنحضرت صلعم سے ملنے اور بات کرنے نہ پائے کفار کی کیفیت اور اہل مکہ کی یہ حالت دیکھکر آنحضرت صلعم نے طائف جاکر تبلیغ اسلام کرنے کا ارادہ کیا۔ طائف مکہ مکرمہ سے صرف تین منزل یعنی ساٹھ کوس کے فاصلہ پر۔ مکہ کے برابر ایک بڑا شہر تھا مکہ کی نسبت وہاں کی آب و ہوا اچھی تھی۔ مکہ کے بیشتر امیر گرمیوں کے ایام میں طائف چلے جاتے تھے۔

آنحضرت صلعم نے زید بن الحارث کو ہمراہ لیا اور پیادہ پا طائف کیجانب روانہ ہوئے آنحضرت کو یہ توقع نہ تھی کہ اہل طائف ایمان لے آویں گے کیونکہ آپ خوب جانتے تھے کہ طائف والے کفر و شرک میں مکہ والوں سے کچھ کم نہ تھے وہ لات کے پجاری تھے۔ ناحت شہر میں ایک بڑا مندر تھا اس مندر میں لات کا بت رکھا ہوا تھا۔ مگر آنحضرت صلعم پر خدا کا یہ حکم نازل ہو چکا تھا کہ یا محمدؐ اپنے خدا کا پیغام کافروں اور مشرکوں تک پہنچا دو۔ تمہارا کام صرف پیغام حق اسکے بندوں تک پہنچانا ہے ماننا نہ ماننا بندوں کا کام ہے چنانچہ آپ پیغام حق طائف والوں کو سنانے کے لیئے روانہ ہوئے راستہ نہایت دشوار و کٹھن تھا۔ گرمی کا موسم تھا آفتاب طلوع ہوتے ہی اس نواح کی ہر شے تپ گئی تھی۔ باد سموم کے تیز و تند جھونکے صبح سے شروع ہوتے تو برابر دن چھپے تک چلتے رہتے تیز ہوا ریت کے تودوں کو اٹھا اٹھا کر فضا میں اچھالتی اور ریت کی بارش کرتی رہتی تھی ایسے مقام پر دن کے وقت سفر کرنا نہایت دشوار تھا مگر آنحضرت صلعم ہر دشواری پر غالب آنا چاہتے تھے۔

چنانچہ آپ پیادہ پا دن میں سفر کرتے تھے۔ رات کو اگر کوئی نخلستان ملجاتا تو کھلے ہوئے میدان میں قیام فرماتے ایک روز آپ (محمد صلعم) دو پہر کی چلچلاتی ہوئی دھوپ گلخن کے ریت کی طرح سپیدہ ریگ زار پر سفر کر رہے تھے اور خسب معمول اس دن ہوا بھی بند تھی۔ گرمی سخت پڑ رہی تھی۔ آنحضرت کی پیشانی عرق آلود ہو رہی تھی جسم اطہر پسینہ سے شرابور ہو رہا تھا۔ ریت کے

سفید ذرّوں کی چمک آنکھوں کو تکلیف دے رہی تھی۔ جو آفتاب کی تپش سے بھٹی کی طرح سے جل رہے تھے آپ بڑے استقلال اور نہایت جوانمردی سے راستہ طے کر رہے تھے۔ زید بھی پسینہ میں غرق تھا اور گرمی نے اُسے پریشان کر دیا تھا اُس نے آنحضرت صلعم سے عرض کی یا رسول اللہ میں بہت زیادہ تھک گیا ہوں گرمی نے الگ پریشان کر رکھا ہے اگر مناسب رائے عالی ہو۔ تو کہیں بیٹھکر تھوڑی دیر لیٹ لیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم تھک گئے ہو اور تشنگی نے تجھے بیحال کر دیا ہے لیکن یہاں کوئی ایسی جگہ نہیں نظر آتی جہاں بیٹھکر ہم ذرا سستا لیں۔ تھوڑی دیر اور چلیں شاید آگے کوئی جگہ ایسی مل جائے جہاں ٹھہر کر دم لے سکیں:۔

زید نے کہا چلئے دونوں روانہ ہوئے۔ کچھ دور چلکر ایک کھلے ہوئے میدان میں پہنچے۔ ہر طرف ریت کا میدان حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا جس طرف دیکھو ریت کا سمندر لہریں لیتا نظر آرہا تھا۔ البتہ سامنے کچھ فاصلے پر کھجوروں کے درخت اور درختوں کے سائے میں کچھ خیمے نظر آرہے تھے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا زید دیکھو وہ سامنے نخلستان ہے چلو وہاں پہنچکر کچھ آرام کریں گے۔

دونوں کسی قدر تیزی سے روانہ ہوئے۔ جب نخلستان قریب رہ گیا تو بھیڑوں کے ریوڑ چرتے نظر آئے چند لڑکے اور کچھ عورتیں ان گلوں کی نگرانی کر رہے تھے۔ آنحضرت صلعم اُن گلوں کے پاس سے نکلے چلے گئے اور نخلستان میں داخل ہوئے۔

نخلستان گیا تھا چند ایک کھجوروں کے درخت کھڑے تھے ایک جانب
ایک کنواں تھا درختوں کے نیچے چند خیمے نصب تھے۔ خیموں سے ذرا فاصلے
پر اونٹ بیٹھے جگالی کر رہے تھے۔ کچھ مرد اونٹوں کے پاس بیٹھے اون صاف
کر رہے تھے۔ عورتیں خیموں کے سامنے بیٹھیں کام کاج کر رہی تھیں آنحضرتؐ
حضرت زیدؓ کو دیکھتے ہی تمام مرد اٹھ کھڑے ہوئے اور سب آپکے پاس
آئے۔ ایک شخص بولا۔ مرحبا اے غریب الوطن مرحبا۔ عرصہ سے بنو بکر کے خیموں
میں کوئی مسافر نہ آیا تھا۔ ہم سب تم دونوں کا پرجوش خیر مقدم کرتے ہیں چونکہ
آنحضرت صلعم اور حضرت زیدؓ کی پیشانیوں سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے
تھے نیز ٹخنوں تک گرد چڑھا ہوا تھا اسلئے بدوی عرب ان دونوں کو لے کر
ایک خیمہ پر پہنچے۔ خیمہ کے اندر کمبل کا فرش ہو رہا تھا۔
دونوں فرش پر بیٹھ گئے اور کچھ عورتیں کاٹھ کے پیالوں میں دودھ لے
آئیں۔ چونکہ دونوں کو پیاس لے بے کل بنا رکھا تھا اسلئے دونوں نے تھوڑا
تھوڑا دودھ پیا۔ اگرچہ اس زمانہ کے عربوں میں جہالت تھی۔ بربریت تھی
جو کچھ بھی تھا۔ بہیمانہ انداز و اطوار۔ باوجود اسکے ایک لاثانی خوبی تھی۔
وہ یہ کہ ایک مسافر چاہے مخالف اور حریف قبیلہ ہی کیوں نہ ہو اسکی
خاطر خوب کرتے تھے مہمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیتے تھے چنانچہ
انھوں نے آنحضرت صلعم اور حضرت زیدؓ کی مدارات نہایت خلوص اور
بڑے شوق سے کی جبکہ آنحضرت نے کچھ دیر دم لے لیا تو آپ نے قبیلہ
کے تمام لوگوں کو جمع کر کے فرمایا۔

اے قبیلہ بنو بکر کے غیور عربو! تم نے مجھے پہچانا کہ میں کون ہوں؟ چند لوگوں نے کہا ہم نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا لہٰذا ہم آپ کو نہیں جانتے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا میں محمدؐ ہوں۔ خدا کا رسول۔ خدا کی مخلوق کو ہدایت کرنے پر مامور ہوا ہوں ایک شخص نے کہا ہم سمجھ گئے کہ آپ ہمارے معبودوں کی برائیاں بیان کرتے ہیں۔ سنئے آپ ہمارے مذہب کی توہین کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ نے آپکو نکال دیا ہے لہٰذا جب تک آپ کا جی چاہے ہمارے ہاں بحیثیت مہمان رہیں مگر ہمارے مذہب کے خلاف ایک لفظ بھی نہ کہیں ہم آپکی خدمت کرینگے اور جب تک بنی بکر کا ایک فرزند بھی زندہ ہے آپکو آپکے دشمنوں سے بچائیگا مگر یہ گوارا نہ کرینگے کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا میں جو کچھ کہتا ہوں تم وہ سن لو!!

ایک بڈھے نے کہا نہیں ہم نہیں سنینگے آنحضرت صلعم نے ہر چند چاہا کہ وہ لوگ آپ کی باتیں غور اور توجہ سے سنیں مگر کوئی سننے پر آمادہ نہ ہوا۔

مجبور ہو کر آنحضرت اٹھے زید کو ہمراہ لیا اور طائف کی طرف چلدیئے قبیلہ بنو بکر کے لوگوں نے چاہا کہ آنحضرت صلعم انکے یہاں چند روز قیام کریں لیکن آپ نے کہدیا کہ جب تم میری بات سننے سے انکار کرتے ہو تو میں تمہارے پاس قیام کرنے پر آمادہ نہیں۔

آپ نے دو دن راستہ میں قیام کیا اور تیسرے دن دوپہر سے پہلے ہی طائف میں پہونچ گئے۔ طائف بڑا شہر تھا بڑے مندر کا کلس میلوں دور سے نظر آتا تھا۔ اس شہر میں قبیلہ بنی ثقیف کی حکومت تھی۔ بنو ثقیف کے

رئیس تین بھائی عبد یا ئیل۔ مسعود اور حبیب تھے تینوں نہایت معزز بڑے متکبر و سرکش تھے اپنے سے زیادہ شریف و نجیب کسی کو نہ سمجھتے تھے :۔

جس روز آنحضرت صلعم وہاں پہنچے اس دن تمام اہل طائف لات کے بڑے مندر میں بڑے بت کی پرستش کے لئے جمع ہو رہے تھے آنحضرت صلعم زیدؓ کو ہمراہ لیکر مندر میں آ گئے۔ آپ نے دیکھا کہ مندر کے وسط میں ایک بڑا بت جو تیرا فٹ سے بھی زیادہ اونچا تھا ایک وسیع اور اونچے چبوترے پر نصب ہے نہایت جسیم اور ہولناک ہے تمام لوگ اسکے چاروں طرف سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ پجاری زور زور سے گھڑیال بجا رہے تھے جھانجھ اور سنکھ وغیرہ بھی بجائے جا رہے تھے۔ آنحضرت صلعم بت پرستی کے اس منظر کو دیکھکر بہت ہی کڑھے آپ نے نہایت آہستہ سے کہا۔

کاش یہ لوگ اپنے حقیقی معبود کو پہچانیں اسکے سامنے جھکیں اور اسی کی پرستش کریں۔ کچھ دیر کے بعد پوجا ختم ہو گئی۔ لوگ اٹھ اٹھکر مندر سے باہر نکلکر اپنے اپنے گھروں کی جانب روانہ ہوئے۔ سب کے بعد طائف کے تینوں رئیس عبد یا ئیل مسعود۔ اور حبیب چلے۔ بڑے تزک و احتشام سے چلے۔ آگے آگے چند عربی سوار گھوڑوں پر بیٹھے۔ بیرقیں ہاتھوں میں لئے ہوئے روانہ ہوئے ان کے پیچھے تینوں رئیس چلے اور ان کے پیچھے اڑہائی سو سواروں کا دستہ چلا۔

آنحضرت صلعم ایک طرف کھڑے ہو کر طائف کے رئیسوں کی سواری کا جلوس دیکھتے رہے۔ جب وہ دور نکل گئے تو آپ بھی معہ زید کے مندر سے

نکلے اور زید سے بولے۔ زید یہ تینوں مغرور معلوم ہوتے ہیں۔ زیدؓ نے کہا یا حضرت آپکا خیال واقعی صحیح معلوم ہوتا ہے یہ رئیس تمام انسانوں کو حقیر اور غلام سمجھتے ہیں۔ اسلام مساوات کی تعلیم دیتا ہے کسی طرح سے بھی یقین نہیں کیا جاسکتا کہ خاندانی غرور کو چھوڑ کر اسلام کے حلقہ بگوش ہونگے اگر آنحضرت مناسب سمجھیں تو طائف کے عام لوگوں کو تبلیغ کریں۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ بعض رؤسار کی منشاء کے مطابق طائف کا کوئی بھی مسلمان ہونے پر آمادہ نہ ہو۔ میرا کام صرف تبلیغ کرنیکا اور خدا کا پیغام اسکے بندوں تک پہنچا دینے کا ہے میں ان رؤسار کے کانوں تک ضرور خدا کا پیغام پہنچاؤں گا۔ اگر یہ مسلمان ہو گئے تو تمام طائف مسلمان ہو جائیگا مجھے بڑی مسرت ہوگی اور اگر مسلمان نہ ہوئے تو مجھے افسوس نہ ہوگا آؤ ان رؤسار کے قصر پر چلیں۔ زید اور آنحضرت صلعم رئیسان طائف کے قصر کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ ہی فاصلے پر ان کے قصر تھے۔ قصر نہایت وسیع اور شاندار تھے سب سے پہلے عبد یا لیل کا قصر تھا۔

آنحضرت صلعم نے ان کے پاس چلنے کا قصد کیا۔ جب آپ اسکے قصر کے دروازہ پر پہنچے تو چار عربوں کو شمشیر برہنہ پہرہ پر کھڑے دیکھا۔ پہرہ والوں نے ان کو دور سے ٹوکا۔

آنحضرت صلعم نے قریب آکر کہا۔ اپنے رئیسوں سے کہو کہ محمدؐ مکہ سے آیا ہے۔ اور آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔

ایک پہرہ والا قصر کے اندر گیا اور تھوڑی ہی دیر میں واپس آکر بولا چلئے

ہمارے مولا (آقا) نے آپ کو طلب کیا ہے۔

آنحضرت صلعم اسکے ہمراہ روانہ ہوئے۔ زید بھی ہمراہ چلے دونوں قصر میں داخل ہوئے اس کمرہ میں پہنچے جس میں عبد یا سیل اور اس کے دونوں بھائی مسعود اور حبیب بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ آنحضرت صلعم کو دیکھتے ہی تینوں بھائی حیران اور مرعوب ہو گئے۔ تینوں نے ایک ساتھ آنحضرت کو دسترخوان پر آنے اور کھانا کھانے کے لیے کہا۔

آنحضرت ایک طرف بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا یا رئیسانِ طائف میں آپ کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں آپکی خدمت میں اسلیے حاضر ہوا ہوں کہ آپکے سامنے وہ باتیں بیان کروں جن سے آپکے کان آجتک نا آشنا ہیں۔ تینوں نے حیرت سے آنحضرت صلعم کو دیکھا اور کچھ وقفہ کے بعد عبد یا سیل نے کہا وہ کیا بات ہے یا اخی۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اے رئیسان عرب میں اور آپ عربستان میں رہتے ہیں اس عربستان کو دنیا کے دوسرے ممالک کو۔ کائنات کی ہر چیز کو اس خدا نے پیدا کیا ہے جس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں ہے جو خوشگوار خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔ بادل لاتا ہے۔ پانی برساتا ہے کھیل اور پھول اگاتا ہے۔ باغات کو سرسبز و شاداب بناتا ہے۔ وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ ہر ذی روح کو رزق دیتا ہے موت اور زندگی بیماری اور تندرستی وغیرہ اسی کے ہاتھ میں ہے وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ لہذا اس کی پرستش لازمی اور زیبا ہے۔

تینوں رئیسوں کو غصہ آرہا تھا اور ان کے چہرہ فرط غیظ و غضب سے سرخ ہو رہے تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عبد یا سیل نے قطع کلام کرتے ہوئے ترشروئی کے لہجہ میں کہا۔ خدا کیا ہم خدا کو پوجیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں ان معبودوں کو جنھیں ہم ہمارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں حضرت لات کی قسم یہ ہرگز نہ ہوگا۔

مسعود نے برہم ہو کر کہا۔ تم مکہ سے اتنی دور صرف یہ بات کہنے کے لئے آئے ہو یقیناً تمہارے دماغ میں فتور ہے (نعوذ باللہ)

جلیب نے استہزاد کے طور پر کہا لیکن تم ایسی واہیات تبلیغ کرتے پھرتے ہو تم کون ہو؟

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ میں خدا کا رسول ہوں مجھ پر خداوند کریم نے اپنا کلام پاک نازل فرمایا ہے۔ عبد یا سیل یہ سنکر خوب ہنسا اور کہا آپ گویا رسول ہیں؟ اگر تم کو خدا اپنا رسول بناتا اور اگر خدا ایسا ہی ہوتا جیسا کہ تم کہتے ہو کہ وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے تو تمہیں یونہی پیدل جوتیاں چٹخانے کی ضرورت نہ ہوتی۔

مسعود نے کہا۔ خدا کو بھی کوئی اور آدمی نہ ملا ایک مفلس غریب اور ان پڑھ اپنا رسول بنایا کیا تم ان پڑھ نہیں ہو!!

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ بلا شبہ میں پڑھنا نہیں جانتا اُمّی ہوں یہ خدا کی مرضی ہے کہ اس نے مجھے اپنا رسول بنایا۔ میری رسالت اور خدا کی وحدانیت کا انکار نہ کرو۔

حبیب نے بگڑ کر کہا۔ سنو اگر تم واقعی خدا کے رسول ہو تو تمہاری بات رد کرنا خطرناک ہے اور اگر تم جھوٹ بولتے ہو تو جھوٹے آدمی سے کلام کرنا ہم پسند نہیں کرتے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ مجھے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ تھا میں آپ سے کسی چیز کا طلبگار نہیں ہوں۔ میری ذاتی کوئی غرض نہیں میں خدا کا پیغام ان کے بندوں تک پہنچانے پر مامور ہوا ہوں۔ تم دانشمند ہو سوچو کہ پتھروں کے بت بھی بھلا خدا ہو سکتے ہیں جو نہ ہل سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں۔ جہاں رکھ دیتے ہیں رکھے رہتے ہیں۔ خدا تو وہی ہے جو ہر وقت ہر جگہ موجود رہتا ہے جو نہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے اسے آہستہ سے پکارو یا بلند آواز سے سب سنتا ہے حتی کہ دلوں کی باتیں تک جانتا ہے وہی پرستش کے قابل ہے اور اسی کو پوجنا زیبا ہے۔

عبد یالیل نے غضبناک ہو کر کہا۔ ہم خیالی خدا کو نہیں پوج سکتے آپ تشریف لے جائیے اگر تمام عرب بھی آپ کا ہم خیال ہو جائے ہم تب بھی اپنا خیال اور اپنے عقیدہ کو نہیں بدل سکتے۔

آنحضرت صلعم نے کچھ اور کہنا چاہا۔ مسعود نے برافروختہ ہو کر کہا بس کچھ نہ فرمائیے خیریت چاہتے ہو تو چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ!!

انحضرت صلعم افسردہ خاطر ہو کر اٹھے۔ آپ قصر سے باہر آئے آپکے پیچھے ہی تینوں رئیس بھی آئے۔ قصر کے سامنے جو لوگ جا رہے تھے عبد یالیل نے ان کو روکتے ہوئے کہا۔ دیکھو مکہ سے دو آدمی آئے ہیں ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں ذرا ان کی خبر تو لو۔

عربوں کو اشتعال دلانے کیلئے صرف اسقدر ہی کہہ دینا کافی تھا کہ یہ لوگ ہمارے معبودوں کو بُرا کہتے ہیں۔ کوئی عرب بتوں کے خلاف ایک لفظ سننا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ تمام لوگ آنحضرت صلعم کے پیچھے لگ گئے۔

انھوں نے شور و غل کر کر کے بہت سے آدمیوں کو جمع کر لیا اور آنحضور کی پنڈلیوں پر سنگریزے مارنے شروع کر دیئے زیدؓ اس بات کی سعی میں مصروف تھے کہ سنگریزے آنحضرت صلعم کے نہ لگیں اپنے ہاتھ اور پیر سنگریزوں کے سامنے کر دیتے تھے۔ لیکن دو چار آدمی سنگریزے نہ مارتے تھے بلکہ کثیر التعداد بدبخت پتھروں کے ٹکڑے آنحضرت صلعم پر برسا رہے تھے اس لئے باوجود حضرت زیدؓ کے کوشش کرنے کے بھی اکثر و بیشتر سنگریزے حضور اکرمؐ کی پنڈلیوں میں لگتے تھے۔ چونکہ سنگریزے نوکیلے تھے اسلئے جس جگہ لگتے تھے زخم کر دیتے تھے آنحضرت صلعم کی دونوں پنڈلیاں مجروح ہو کر لہولہان ہو گئیں آپ جس طرف سے گذرے بیدرد سنگدل اہل طائف آپکے پیچھے ہو لئے اور بڑے بڑے پتھر اٹھا اٹھا کر مارنے لگے۔

آپکی پنڈلیوں سے اسقدر خون بہا کہ آپ کے نعلین مبارک خون سے تر ہو گئے اور آپ میں چلنے کی سکت نہ رہی آپ بیٹھ گئے سنگدل بیرحموں نے آپ کے پشت پر سنگباری شروع کر دی۔ زید نے اپنی پشت سامنے کر دی وہ شدید ترین مجروح ہو گئے۔ کچھ دیر دم لیکر آپ پھر اٹھے شیطانوں کا گروہ آپکے پیچھے سنگریزے برساتا چلا۔

زیدؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ ان بدبختوں

کیلئے بد دعا کیجئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا زیدؓ میں اپنی قوم کو بد دعا دینے کے لئے رسول نہیں بنایا گیا ہوں۔ مجھ پر جسقدر بھی سختیاں ہوں گی۔ خدا کی رحمت کا یہ جوش تمام عرب کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دے گا۔ چونکہ اب حضور اکرم نڈھال ہو گئے تھے اسلئے زید کے کاندھے پر ہاتھ رکھکر چل رہے تھے۔ طائف کے بدمعاش اور اوباش آنحضرت صلعم کو گالیاں دیتے بُرا بھلا کہتے ڈھیلے مارتے۔ آنحضرت صلعم کے پیچھے پیچھے لگے چلے آ رہے تھے لیکن واپس نہ گئے۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلعم لڑکھڑاتے ہوئے حضرت زید کا سہارا لیتے طائف سے تین میل باہر نکل آئے۔ اب گروہ اشرار واپس لوٹ گئے آنحضرت صلعم کھجوروں کے باغ کے قریب درختوں کے سائے میں بیٹھ گئے چونکہ آپ شدید طور پر مجروح ہو گئے تھے اور زخموں سے خون نکل رہا تھا آپ مضمحل ہو کر ایک کھجور کے سہارا سے نیم دراز ہو گئے۔

زیدؓ آنحضرت صلعم پر پروانہ وار فدا تھے۔ بے حد محبت رکھتے تھے۔ انھیں آنحضرت کے مجروح ہو کر مضمحل ہونے کا بیحد قلق تھا۔ وہ آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھ گئے انھوں نے اپنے عمامہ کی دھجیاں کیں اور پنڈلیوں سے خون پونچھ کر زخموں کو دیکھا بعض زخم معمولی تھے۔ مگر بعض نہایت گہرے تھے انھوں نے زخموں پر پٹیاں کستا شروع کر دیں۔

# چودہواں باب (۱۴)

## مظلوم پیغمبرؐ

تاریخ سے نابلد ما حقائق سے ناآشنا اکثر لوگ واقفیت رکھتے ہوئے بھی واقعات پر پردہ ڈالنے والے ناسمجھ حضرات کہتے یا کہہ دیتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ راقم الحروف کو ایسے احباب کی ناسمجھی ناواقفیت پر کوئی تعجب نہیں مگر تعجب اس بات پر ہے کہ واقفیت کے دعویدار بنتے ہوئے بھی شرمناک جھوٹ کے مرتکب ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایسے لوگوں سے شروع ہوا کہ جنھیں کسی قسم کی قوت ہی حاصل نہ تھی یا تو وہ شریف ونجیب لوگ مسلمان ہوئے جو بحد مفلس غریب اور کمزور تھے یا غلام اور کنیزیں مسلمان ہوئیں ان لوگوں میں اتنی طاقت بھی نہ رہی تھی کہ وہ ساری قوم کے بالمقابل تلوار اٹھا سکتے بیچارے خود مصائب اٹھاتے تھے چھپتے پھرتے تھے۔ جابر قوم کے ناروا سلوک سے تنگ آچکے تھے کفار کے جور وجبر سے تنگ آکر حبش میں ہجرت کر گئے تھے نہ دولت تھی نہ لوگوں کو دولت کے لالچ سے مسلمان کرتے نہ حکومت تھی کہ کسی کو دبا کر مسلمان کر لیتے۔ خود رسول خدا حضرت محمدؐ پر بے جا سختیاں ہوئیں بحد مظالم ہوئے

بلا وجہ تنگ کیا گیا۔ مسلمان آنحضرتؐ پر سختیاں دیکھکر بہت زیادہ متاثر ہوتے تھے کہ آنحضرتؐ لڑائی کی اجازت دیدیں یہ تو امید نہ تھی کہ لڑکر فتحیاب ہو سکینگے البتہ لڑکر شہید ہونے کی آرزو رکھتے تھے مگر آنحضرتؐ لڑنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور کوئی مسلمان بغیر آنحضرت صلعم کی اجازت کے کوئی کام کرنیکو تیار نہ تھا اسلئے سب چپ تھے اور ہر قسم کی سختیاں برداشت کرتے رہتے تھے آنحضرت صلعم مکہ کے کفّار سے تنگ آکر طائف تشریف لے گئے تھے انکا خیال تھا کہ شاید وہاں کے لوگ اسلام قبول کرلیں لیکن طائف کے باشندے اہل مکہ سے بھی زیادہ سنگدل۔ ظالم اور بے مروّت ثابت ہوئے۔ انھوں نے آنحضرت صلعم کو گالیاں دیں۔ شدید طور پر مجروح کیا اور شہر سے باہر تین میل تک آپکے تعاقب میں لگے چلے آئے۔ مگر آنحضرت صلعم ایسے کریم الاخلاق ایسے حلیم الطبع ایسے صابر تھے کہ کفّار کے مظالم سہتے تھے۔ سختیاں برداشت کرتے تھے۔ لیکن کسی کو بددعا نہ دیتے تھے۔

حالانکہ آپ سے پہلے جو رسول آئے ان میں سے اکثر نے اپنی قوم کو بددعا دی اور ساری قوم نیست و نابود ہوگئی۔ سب سے پہلے حضرت نوحؑ نے قوم کی مخالفت سے تنگ آکر بددعا دی۔ جس سے قیامت خیز طوفان آیا اور دنیا کا بڑا حصہ برباد ہوگیا۔

پھر حضرت لوطؑ نے قوم کی نازیبا حرکت سے تنگ آکر بددعا دی اور ساری قوم تباہ ہوگئی۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے نجات چاہی۔ فرعون مع اپنی قوم کے دریائے نیل میں غرق ہوگیا۔

بہت سی اور مثالیں ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے قوم کے مظالم سے تنگ آکر بد دعا دی اور قوم تباہ ہو گئی۔ مگر حضور اکرم نے اپنی قوم کیلئے کبھی بد دعا نہ کی بلکہ ہمیشہ یہی دعا کرتے رہے کہ یا الٰہی قوم کو وہ چشم بینا عطا فرما کہ وہ مجھے دیکھے کان دے کہ میری بات سُنے سمجھ دے کہ وہ مجھے پہچانے اور میری باتیں سمجھے۔ آنحضرت صلعم طائف سے آکر ایک باغ میں کھجور کے درخت کے سہارا سے بیٹھ گئے تھے۔ زید نے آنحضرت صلعم کی پنڈلیوں پر عمامہ پھاڑ پھاڑ کر پٹیاں کس دی تھیں۔ یہ باغ جس کے سائے میں آنحضرت صلعم بیٹھے تھے عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ یہ وہی عتبہ تھا جو مکہ کا باشندہ اور ملحد و مشرک ا

اسے اسلام اور مسلمانوں سے خدائی بیر تھا۔ ابوجہل اور ابولہب اور دوسرے کفار کے ہمراہ آنحضرت صلعم کی ایذا رسانی کی کوشش کرتا رہتا تھا اتفاق سے وہ اس وقت باغ میں موجود تھا اور اسکے ہمراہ اسکا غلام عداس بھی تھا۔ عداس مسیحی تھا۔ عتبہ نے آنحضرت صلعم کو باغ میں درختوں کے سائے میں بیٹھے ہوئے دیکھا عربوں میں اور چاہے جسقدر برائیاں ہوں مگر مہمان نوازی کی خوبی اسقدر بدرجہ اتم تھی کہ دشمن کو بھی مسافری کی حالت میں اپنے خیمے گھروں یا باغوں میں ٹھہرا کر مہمان رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی بہ تقاضائے مسافر نوازی سے مجبور ہو کر عتبہ نے اپنے غلام عداس کے ہاتھ ایک کابی میں انگور کے خوشے رکھکر آپکے پاس بھجوائے۔

جب عداس حضور اکرم کے سامنے آیا۔ تو آپ نے دریافت کیا یہ خوشے کس نے بھیجے ہیں۔ عداس نے جواب دیا میرے آقا عتبہ نے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا عتبہ باغ میں موجود ہے؟ عداس نے جواب دیا۔ جی ہاں موجود ہیں انھوں نے طائف کے شریر لوگوں کو آپکے پیچھے آتے دیکھا تھا آنحضرت صلعم نے استفسار کیا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ عداس نے جواب دیا کہ میرا نام عداس ہے۔

**آنحضرت صلعم** ۔ کیا تم عیسائی ہو؟

**عداس** ۔ ہاں میں عیسائی ہوں!

**آنحضرت صلعم** ۔ کہاں کے باشندے ہو؟

**عداس** ۔ نینوا کا رہنے والا ہوں۔

**آنحضرت صلعم** ۔ کیا اس نینوا کا جہاں حضرت یونسؑ رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔

عداس نے حیرت سے آنحضرت صلعم کو دیکھا کئی منٹ استعجاب انگیز نظروں سے دیکھتا رہا۔ جب حیرت کم ہوئی تو بولا کہ آپ کو حضرت یونس کا علم کیسے ہوا! ان کا حال تو کوئی بھی نہیں جانتا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ عداس میرا نام محمدؐ ہے میں بھی خدا کا رسول ہوں تمام انبیاء علیہم السلام کے نام جانتا ہوں نہ صرف نام بلکہ انکے حالات سے بھی واقف ہوں۔ عداس فوراً سامنے جھک گیا اس نے آپکے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کھڑا ہو کر بولا۔ بلاشبہ تم رسول معلوم ہوتے ہو آپکے بشرہ سے جلال الٰہی نمایاں ہے۔ حضور اکرم نے فرمایا۔ عداس تم مسلمان ہو جاؤ؟

عداس نے جواب دیا۔ حضور مذہب آسانی سے نہیں بدلا جا سکتا۔ لہٰذا مجھے غور کرنے کی مہلت دیجئے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا اچھا تم غور کرلو جب غور کر چکو اور مسلمان ہونا چاہو تو میرے پاس چلے آنا۔ یہ کہکر آنحضرت صلعم نے کچھ انگور کھائے اور باقی حضرت زید کو دیدیئے زید نے کھاکر رکابی عداس کو دے دی۔ عداس واپس عتبہ کے پاس پہنچا۔ عتبہ دور سے کھڑا عداس کی حرکات وسکنات دیکھ رہا تھا اس نے عداس کو حضور اکرم کا ہاتھ چومتے دیکھا تھا جب وہ آیا تو اُس نے کہا عداس ایس شخص (محمد) جادوگر ہے (نعوذ باللہ) اسکی باتوں میں نہ آنا۔ عداس نے کہا نہیں میرے آقا وہ جادوگر نہیں ہیں نبی ہیں تم نہیں جانتے کہ حضرت کون تھے۔ کہاں تھے مگر وہ جانتے ہیں اور خوب جانتے ہیں۔ عتبہ نے دریافت کیا۔ انھوں نے تجھ سے کیا کہا تھا میں نے کہدیا ہے کہ مجھے غور کرنے کی مہلت دیجئے۔

عتبہ نے کہا۔ عداس تم مسلمان نہ ہونا اسلام سے تو تیرا ہی مذہب اچھا ہے۔ عداس نے کہا۔ میرے حضور میں عیسائی ہوں اور ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ سرزمین تہامہ میں ایک نبی پیدا ہوگا میرا خیال ہے کہ یہ وہی نبی ہے۔ عتبہ نے بگڑتے ہوئے کہا۔ واہیات بات نہ کرو نبی ایسے ہی ہوتے ہیں جنکا نہ کوئی یار و مددگار ہو۔ نہ حکومت والے ہوں نہ دولتمند!!

عداس نے کہا۔ میرے آقا ہر نبی ایسی حالت میں ہوا ہے بجز دو چار انبیاء علیہم السلام کے جو دولتمند بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ انبیاء کے ہمراہ اعانت الٰہی شامل رہتی ہے اسلئے انھیں کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہوتا عتبہ نے برہم ہوتے ہوئے کہا۔ سب فضول ہے اس خبط میں نہ پڑ جاؤ۔ اپنا کام کرو۔ دیکھو میرے گھوڑے پر دھوپ آگئی ہے اسے سائے میں باندھ

دو۔ عداس چلا گیا۔ عتبہ نے باغ میں ایک مختصر سا مکان بنا رکھا تھا۔ وہ مکان کے اندر چلا گیا۔ آنحضرت صلعم تھوڑی دیر باغ کے سایہ میں آرام کر کے روانہ ہوئے۔ چونکہ آنحضرت صلعم کی پنڈلیاں مجروح ہو گئیں تھیں زخم تازہ تھے اس لئے آپ کو چلنے میں تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ مگر آپ نے تکلیف کا احساس نہ کیا اور آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ زید آپکے ہمراہ چلے آپ برابر رات تک چلتے رہے۔ رات کو کھلے میدان میں ہی چادر بچھا کر سو رہے۔

صبح آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے بیدار ہوئے۔ ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھی اور پھر روانہ ہو گئے آپ مکہ واپس جا رہے تھے۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ طائف سے مکہ مکرمہ تک صحرائے لق و دق ہے۔ ریگزار ہے یا تو ریت کے فلک بوس تودے ہیں یا ریت کا سمندر ہے جو آفتاب کے طلوع ہو کر بلند ہوتے ہی تپنا شروع ہو جاتا ہے جوں جوں آفتاب بلند ہونا شروع ہو جاتا ہے ریت گرم ہوتے ہوتے ایسا گرم ہو جاتا ہے کہ بلا مبالغہ اس پر دانے بھونے جا سکتے ہیں۔

آنحضرت صلعم مجروح ہونے کی حالت میں اس کٹھن سنسان ریگزار کو عبور کر رہے تھے حضرت زیدؓ آپکے ہمراہ تھے دن بھر جتنا چلا جا سکتا تھا۔ چلتے تھے۔ نماز کے وقت نماز پڑھتے۔ رات ہو جانے پر قیام کرتے چادریں بچھا کر سو جاتے اور صبح ہوتے ہی پھر چل کھڑے ہوتے!!

اس طرح سے کوچ اور قیام کرتے ہوئے ایک دن نخلہ کے مقام پر جا ٹھہرے۔ نخلہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا اسکے چاروں طرف چند کھجوروں کے

باغ تھے چند قبائل کے لوگوں نے ملکر کچے پکے مکانات بنالیے تھے مکے کے وہ امیر جو طائف جاتے تھے اس گاؤں میں ضرور قیام کرتے تھے یہ موضع مکہ سے ایک منزل یعنی بیس کوس کے فاصلہ پر تھا آنحضرت صلعم ایک باغ میں ٹھہر گیئے زید پانی لائے۔ دونوں نے وضو کیا اور عشا کی نماز پڑھی نماز پڑھکر آنحضرت بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے لگے اسوقت آپ پر وحی نازل ہوئی۔

قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا احدا وانہ تعالی جد ربنا ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا وانہ کان یقول سفیھنا علی اللہ شططا وانا ظننا ان لن تقول الانس والجن علی اللہ کذبا:۔

ترجمہ: اے محمد کہدو کہ مجھ پر وحی کیگئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے سنکر کہا۔ ہم نے عجب قرآن سنا ہے جو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہر گز کسی کو شامل نہ کریں گے (شریک نہ کریں گے) ہمارے رب کی عزت بہت بلند ہے نہ اسکے بیوی ہے۔ اولاد ہے اور نہ ہمارے بیوقوف لوگ اللہ پر بہتان باندھتے تھے اور ہم سمجھتے تھے کہ جن اور انسان اللہ پر بہتان نہ باندھتے ہونگے۔

یہ سورہ جن تھی۔ ابھی آنحضرت صلعم نے اسی قدر تلاوت کی تھی کہ زید متعجب ہوکر آنحضرت صلعم کی طرف دیکھنے لگے اس سورہ میں جنات کا ذکر تھا زید حیران کہ جنوں نے کب کلام الہیٰ سنا کہ سات آدمی سامنے سے

اس طرح پیدا ہوئے جیسے کہ وہ کھجور کے درخت سے نکلے ہوں زید ان کو دیکھکر کچھ حیران ہوئے کچھ ڈرے حضور ان آنے والوں کو دیکھکر مسکرائے آنے والوں نے قریب آکر آنحضرت صلعم کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیکر انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ ایک طرف بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا مرحبا یا نفر من الجن (اے جنوں تم پر مرحبا) ان میں سے ایک آدمی بولا صدقت یا رسول اللہ (اے خدا کے رسول تم نے سچ فرمایا۔ ہم ساتوں جن ہیں نصیبین کے رہنے والے ہیں۔ ہم آپکے خدا پر ایمان لائے ہیں آپ ہم کو مسلمان کر لیجئے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا سعید روحیں خود بخود اسلام کی طرف کھنچ آتی ہیں۔ تم خدا کی وہ مخلوق ہو جو آگ سے پیدا کیگئی ہو۔ مٹی سے بنا ہوا انسان تم کو اسوقت تک نہیں دیکھ سکتا۔ جب تک کہ تم اسکے سامنے آکر اسی کی سی صورت اختیار نہ کرلو اے خدا کی عجیب مخلوق کلمہ پڑھو!!

ساتوں جن کلمہ پڑھکر مشرف بہ اسلام ہوگئے انھوں نے اقرار کیا کہ ہم نصیبین میں جاکر تبلیغ اسلام کریں گے۔ آنحضرت صلعم نے انھیں کچھ ہدایت کی تھوڑی دیر کے بعد وہ رخصت ہوکر چلے گئے اگرچہ مکہ صرف ایک شبانہ روز کی مسافت پر رہ گیا تھا لیکن حضور کی پنڈلیوں میں زخم تھے اسلئے آپ تیزی سے نہ چل سکتے تھے آہستہ آہستہ چلتے تھے۔ کافی عرصہ کے بعد مکہ کے قریب پہنچے جبکہ ایک دن مکہ کی عمارتیں نظر آنے لگیں تو زید نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ مکہ سے

طائف تشریف لے گئے تھے طائف والوں نے جو زیادتیاں کی ہیں ان کی اطلاع اہل مکہ کو ضرور مل گئی ہو گی مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کفار مکہ آپ کے دشمنوں کو نقصان نہ پہنچائیں اسلیئے اگر مناسب رائے عالی ہو تو ان کی بیعت میں داخل ہو جیئے آپ نے غور سے حضرت زیدؓ کی گفتگو سن کر کہا زید تمہارا مشورہ تو ٹھیک ہے لیکن مسلمانوں کو بلا کر ان کے ساتھ جانے سے یہ خوف ہے کہ کہیں اہل مکہ مسلمانوں سے لڑنے کے لیئے تیار نہ ہو جائیں۔

مگر امیر حمزہ اور حضرت عمرؓ ہرگز چپ نہ رہینگے وہ فوراً لڑائی پر آمادہ ہو جائیں گے۔ احتمال ہے کہ اس سے کہیں خونریزی شروع نہ ہو جائے اور میں خونریزی کو پسند نہیں کرتا اگر خدا کا ہی حکم لڑائی کے لیئے نازل ہو تو مجبوری ہے ورنہ مجھے ایک مسلمان کی جان تمام دنیاوی نعمتوں سے زیادہ عزیز ہے اسلیئے مسلمانوں کو بلانا غیر مناسب ہے:۔

زید نے دریافت کیا۔ پھر کیا کرنا چاہیئے آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر کوئی اہل مکہ سے ہمیں اپنی حمایت میں لینے پر آمادہ ہو جائے تو پھر لڑائی کا خدشہ جاتا رہے:۔

زید۔ مگر میرے خیال میں تو کافروں سے کوئی بھی ہماری حمایت کے لیئے آمادہ نہ ہو گا۔

آنحضرتؐ۔ اگرچہ تم کو عربوں میں رہتے ہوئے عرصہ گذر چکا ہے تم عربوں کی حمیت و شرافت اور انکے شعار سے واقف نہیں ہوئے ہو سلوؤ انکار نہیں کر سکتے۔ خواہ طالب حمایت ان کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ وہ ضرور

انکی حمایت کرتے ہیں ابھی عرب اسقدر نہیں گر گئے کہ وہ اپنے اس شعار کو کھو دیں۔

زید۔ اگر یہ بات ہے تو ہم کس سے طالب حمایت ہوں۔

آنحضرت صلعم۔ تم مطعم بن عدی کے پاس چلے جاؤ۔ ان سے کہو کہ محمدؐ تم سے حمایت کی التجا کرتا ہے وہ اس درخواست کو منظور کر کے مجھے اپنی حمایت میں لے لیگا۔

زید۔ بہت خوب میں اس کے پاس جاتا ہوں مگر میری واپسی تک آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟

آنحضرت صلعم۔ میں غار حرا میں ٹھہروں گا۔

زید آنحضرتؐ سے وداع ہو کر مکہ کی طرف چلے اور آنحضرت صلعم وہاں سے روانہ ہو کر پہاڑی پر چڑھ گئے اور غار حرا میں داخل ہو کر خاموش بیٹھ گئے دیر تک آنحضرت صلعم وہاں بیٹھے رہے۔ جب آفتاب لنصف النہار کو عبور کر گیا تو زید آئے اور انھوں نے کہا۔

یا رسول اللہ مطعم نے نہایت خوشی سے آپکی درخواست قبول کر لی اور اس نے آپکو اپنی حمایت میں لے لیا ہے وہ معہ اپنے دو بیٹوں کے آیا ہے پہاڑی سے نیچے کھڑا ہے تشریف لے چلیے۔

آنحضرت اُٹھے اور زید کے ساتھ ہی پہاڑی سے نیچے اُتر آئے یہاں مطعم اور اس کے دونوں بیٹے اونٹوں پر سوار کھڑے تھے انھوں نے حضور اکرم کو دیکھتے ہی سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیکر کہا مطعم میں تمہاری اس عنایت کا مشکور ہوں کہ تم نے مجھے اپنی حمایت میں لینا منظور

کرلیا۔ مطعم نے کہا۔ یا محمدؐ میں عرب ہوں شریف النسب ہوں آپ مجھ سے حمایت کے ملتجی ہوئے۔ قومی حمیت اور جذبۂ شرافت نے مجھے متاثر کیا میں فوراً چلا آیا۔ اب کسی کی مجال نہیں ہوسکتی کہ آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے آپ بے خطر میرے ہمراہ چلیں۔ آنحضرت صلعم حضرت زیدؓ کو ہمراہ لیکر مطعم کیساتھ روانہ ہوئے جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو مطعم اور اوسکے دونوں بیٹوں نے آنحضرت کو درمیان میں لیکر ننگی تلواریں ہاتھ میں لے لیں۔ کفار مکہ نے حیرت سے مطعم کو دیکھا لیکن کسی کو اس سے کچھ کہنے کی جرات نہ ہوسکی۔ جب آنحضرت صلعم حرم محترم کے قریب پہنچے تو مطعم نے بلند آواز سے کہا۔

اے اہل مکہ سن لو کہ میں نے محمد صلعم کو پناہ دی ہے اگر کوئی آدمی ذرا بھی ان سے مزاحم ہوگا تو اسکا سر اڑا دیا جائیگا۔ لوگوں کو مطعم کی بات سخت ناگوار گذری لیکن مطعم معمولی آدمی نہ تھا بہادر تھا بڑے قبیلے کا سردار تھا اسلیے سب نے سکوت بہتر سمجھا۔ آنحضرت صلعم خانہ کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگے اور مطعم کے دونوں بیٹے ننگی تلواریں لے کر در کعبہ پر کھڑے ہو گئے۔ ابوجہل نے سنا کہ مطعم نے محمد صلعم کو پناہ دی ہے تو وہ ایکدم بھاگا ہوا آیا۔ اور اس نے آتے ہی کہا۔

مطعم یہ کیا بات ہے کیا واقعی تم نے محمد صلعم کو پناہ دی ہے؟

مطعم نے کہا ہاں میں نے انھیں پناہ دی ہے۔

ابوجہل۔ کیا تو ہمارے خلاف ہو گیا ہے۔

مطعم۔ نہیں!!

ابوجہل۔ پھر محمدؐ کی حمایت کیوں کرتا ہے؟

مطعم۔ اسلیئے کہ وہ مجھ سے طالب حمایت ہوئے میری قومی حمیت نے مجھے مجبور کیا کہ میں انھیں حمایت میں لے لوں۔

ابوجہل۔ اگر یہ بات ہے تو کچھ اندیشہ نہیں میں تو یہ سمجھا تھا کہ شائد تم بھی مسلمان ہوگئے ہو:۔

مطعم۔ میں اپنا آبائی مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔

ابوجہل چلا گیا آنحضرت صلعم نماز پڑھکر خانہ کعبہ سے باہر آئے اور اپنے گھر کی طرف چلے۔ مطعم اور اسکے بیٹے ننگی تلواریں لیئے آپکے ہمراہ روانہ ہوئے جب آپ اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچے تو آپ نے پھر مطعم کا شکریہ ادا کیا مطعم اور اسکے بیٹے چلے گئے۔ آپ مکان کے اندر داخل ہوئے اس طرح سے آپ پورے ایک ماہ کے بعد طائف سے مکہ تشریف لائے۔

# (۱۵) پندرھواں باب

## عرب کا مشہور افسوں گر حلقہ اسلام میں

آنحضرت صلعم پر تبلیغ اسلام میں جو سختیاں جو مظالم جو ستم ہوئے وہ آپ ہی اپنی نظیر ہیں قدم قدم پر ایذائیں دیجاتی تھیں۔ دن بدن زیادتیاں کیجاتی تھیں مگر آپ ہمت نہ ہارتے تھے۔ اگرچہ بہت سے لوگ مسلمان ہوچکے تھے مگر ان مسلمانوں

میں اتنی طاقت نہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی حفاظت کر سکتے۔ یا اعلانیہ طور پر آپکے ہمراہ رہ کر تبلیغ اسلام کی خدمت انجام دیتے البتہ ان میں قوت ایمانی نے جوش پیدا کر دیا تھا۔ اسی جوش سے مغلوب اور مجبور ہو کر وہ کم اور کمزور ہوتے ہوئے تمام قوم سے لڑنا چاہتے تھے۔ مگر حضور اکرم لڑائی کی اجازت نہ دیتے تھے۔ چونکہ آپکو اندیشہ تھا کہ مبادا مسلمان جوش میں آکر لڑائی شروع کر دیں اسلیئے آپ ان سے تبلیغ کا کام بھی نہ لیتے تھے آپ تنہا ہدف ستم ہو رہے تھے۔ تنہا تمام قوم کے مظالم سہ رہے تھے اور تنہا ہی تبلیغ کا اہم کام سرانجام دے رہے تھے جب آپ طائف سے واپس لوٹے تو اشرار مکہ نے پہلے سے بھی زیادہ شرارتیں شروع کر دیں پہلے صرف اوباش اور کمینے لوگ آپ پر خاک پھینکتے کیچڑ اچھالتے اور سنگریزے مارتے تھے اب شریف اور نجیب لوگوں نے بھی یہی وطیرہ اختیار کر لیا گویا قریش کی سختیاں اور بیجا ضد پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔

آنحضرت صلعم جہاں جاتے جس راستہ سے گذرتے اور جس جگہ کھڑے ہوتے ابولہب سایہ کی طرح ہمراہ رہتا اگر حضور اکرم کسی سے باتیں کرتے تو ابولہب پہلے باتیں شروع کر دیتا۔ مطلب یہ تھا کہ حضور اکرم کسی سے کوئی بات نہ کر سکیں۔ عرب میں مختلف مقامات پر سالانہ میلے لگتے۔ ان میلوں میں دور دور سے قبائل آتے گھوڑ دوڑ ہوتی۔ دنگل ہوتے۔ شاعری میں مقابلہ ہوتا اور ہفتوں میلے لگے رہتے حضور اکرم ان میلوں میں جا جا کر تبلیغ اسلام کرتے۔

آج کٹر ملاں۔ خود غرض مولوی لوگوں کو تو بازاروں اور میلوں میں جانے سے روکتے ہیں مگر خود جاتے ہیں اور پھر محض سیر و تفریح کے لیئے اول تو میلوں میں وعظ و نصیحت کرتے ہی نہیں۔ بالفرض محال اگر

کسی خدا کے بندے نے کوئی تقریر بھی کی تو تقریر کے بعد چندہ کا سوال کر دیا۔ عوام الناس دل برداشتہ ہو کر اُٹھ گئے۔

چونکہ آج مسلمانوں کی قوم مفلس ہے اسلیئے عوام الناس وعظ و نصیحت کی مجالس میں اس وجہ سے شریک نہیں ہوتے کہ تقریر کے بعد انکی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جائیگا۔ کاش مقامی مسلمان ہر نمائش ہر نوچندی۔ ہر میلہ میں تقاریر کا انتظام کریں۔ اسلام اور مسلمانوں کی فلاح چاہنے والے علمار کو طلب کریں اور وعظ کرائیں۔ تقاریر میں بتلائیں کہ اسلام کیا ہے کس طرح پھیلا مسلمان کیا تھے۔ کس طرح سے دنیا کی حکمران قوم بنے اقوام کس طرح بنتی اور کس طرح سے مٹ جاتی ہیں۔ جو لوگ ایسے اجلاس قائم کریں یا ایسے جلسوں میں شریک ہوں سب مستحق حسنات ہیں۔ ممکن ہے کہ یہی وجہ انکی نجات کا باعث اور بخشش کا ذریعہ بن جائے۔

آنحضرت صلعم متعدد میلوں میں شریک ہوئے متعدد قبائل میں تبلیغ کی شلاً مجنتہ۔ ذوالمجاز کے میلوں میں تشریف لے گئے اور بنو عامر محارب فزارہ۔ غسان۔ مزہ۔ حنیفہ۔ سلیم۔ عبس۔ بنو نصر۔ کندہ۔ کلب۔ حارث بن کعب۔ عذرہ۔ حضارمہ جو عرب کے مشہور قبائل تھے۔ ان سب کو آپ نے دعوت اسلام دی۔ عکاظ اہل عرب کا مشہور علمی اور قومی دنگل تھا۔ عظیم الشان میلہ تھا۔ سو سو کوس سے لوگ آ آ کر اس میلے میں شریک ہوتے عرب کے مشہور معروف پہلوان۔ مشہور جنگجو۔ مشہور شاعر اور مشہور کاہن و اعراف آتے تھے ہر فن کا مقابلہ نہایت زور سے ہوتا تھا۔ آنحضرت صلعم بھی اس میلہ میں تشریف لے

لے گئے۔ قریش کے تمام سر برآوردہ لوگ بھی شریک ہوئے ایک روز آپ
ایک عام گذرگاہ پر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو جمع کر کے تقریر کرنے لگے اگرچہ
آنحضرت جانتے تھے کہ کفار کا مجمع ہے ہر شخص آبائی مذہب کا دیوانہ ہے
اور بتوں کا شیدائی ہے ایسے مجمع میں بت پرستی کیخلاف کچھ کہنا ایک عظیم
خطرہ مول لینا ہے۔ مگر آپ کو کوئی ہراس نہ تھا۔ چونکہ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ
اسلام کی تبلیغ بت پرستوں میں کرنی چاہئے اسلئے بیدھڑک آپ تقریر کرنے لگے
اور لوگ حیرت سے سننے لگے۔ ابولہب بھی پاس ہی کھڑا تھا وہ مجمع کا سکوت
اور اشتیاق سماع دیکھکر کھٹک گیا کہ مبادا آپکی تقریر کا لوگوں پر اثر نہ ہو جائے
اسلئے فوراً بول اٹھا۔ یا اخوان العرب یہ میرا بھتیجہ ہے۔ اپنے آبائی مذہب
سے پھر گیا ہے خیالی خدا کی پرستش کی تلقین کرتا ہے۔ جھوٹی باتیں کہتا ہے
لہٰذا اسکی بات نہ سنو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ابولہب کو قریب قریب تمام لوگ جانتے تھے سب قہقہہ مار کر ہنسنے
اور لا یعنی باتیں کرتے ہوئے چلدیئے۔ آنحضرت صلعم بھی اس جگہ سے تشریف
لے گئے اگرچہ آپ کو کامیابی نہ ہوئی۔ لوگوں نے آنحضرت کا مذاق اڑایا
مگر آپ کی منور پیشانی پر شکن بھی نہ آیا اور نہ آپ کی ہمت پست ہوئی
نہ آپ نے لوگوں کے استہزاد کا کچھ خیال کیا۔ بلکہ اس فکر میں لگ گئے کہ جب
کہیں مجمع زیادہ ہو گا۔ تبلیغ اسلام کرینگے۔ ابولہب اپنے خیمہ کی طرف چلا
چند ہی قدم چلا تھا کہ ایک شخص نے پیچھے سے آکر اسکے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔
اس نے پلٹ کر دیکھا کہ ایک ذی شان آدمی اپنے بالمقابل کھڑے پایا۔

یہ شخص ادھیڑ عمر کا عرب تھا۔ سر اور داڑھی کے بال کھچڑی ہو رہے تھے مخملی عربی لباس پہنے تھا موٹے موٹے دانوں والی مالا گلے میں ڈالی تھی ذلیشان اور ذی وجاہت معلوم ہوتا تھا اُس نے ابولہب سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ یاسیدی آپ شاید اپنے بھتیجہ محمدؐ سے بیزار ہیں،

ابولہب نے کہا تم صحیح کہتے ہو یا اخی میرے بھتیجہ محمدؐ نے ہمارے دین میں ہمارے قبائل اور ہمارے شہر میں تفرقہ ڈال دیا ہے میں اور میری قوم اس سے بہت تنگ آ گئے ہیں۔

عرب نے کہا آپ نے شاید مجھے نہیں پہچانا۔ ابولہب نے کہا آپکو کون نہیں جانتا آپ عرب کے مشہور افسوں گر یمن کے باشندے ہو اور یمن کے نہایت مشہور قبیلہ ازدے سے تعلق رکھتے ہو تمہارا نام "ضماد" ہے۔

عرب نے کہا۔ آپ نے خوب پہچانا میرا نام ضماد ازدی ہے واقعی میں عرب کا مشہور افسوں گر ہوں تمہارے بھتیجہ پر کسی نے جادو کر دیا ہے میں سحر کے زور سے انھیں اچھا کر سکتا ہوں۔

ابولہب نے کہا اگر تو میرے بھتیجہ کو (محمدؐ کو) اچھا کر دے اور وہ نئے مذہب کی تبلیغ چھوڑ دے تو میں تجھے سو اونٹ اور سو اشرفیاں دوں گا۔

ضماد نے ہنس کر کہا اور یہ تو بہت بڑا لالچ ہے لات و عزی کی قسم میں انکا علاج کروں گا۔ جب انھیں آرام ہو جائیگا آپکو اپنا وعدہ پورا کرنا ہوگا!

ابولہب نے کہا۔ ضرور پورا کرونگا۔ ضماد میرے علاوہ ابوجہل۔ ولید اور ابوسفیان عتبہ اور دوسرے لوگ بھی تجھے انعام دیں گے۔

ضماد نے کہا اچھا ٹھہرو میں تم کو اپنی افسوں گری دکھاتا ہوں۔
ابولہب نے کہا۔ تنہا مجھے دکھانے سے کچھ فائدہ نہیں میرے خیمے پر چلو وہاں میں قریش کے سرداروں کو بلاؤنگا سب کے سامنے دکھانا۔
ضماد ازدی راضی ہو گیا۔ دونوں چلکر ابولہب کے خیمے پر پہنچے۔ ابولہب نے اپنے غلاموں کو اکابر قوم کی طلبی کیلئے روانہ کیا۔ تھوڑی دیر میں تمام لوگ آگئے۔ خیمے کے سامنے میدان پڑا تھا۔ سب میدان میں فرش کرا کر بیٹھ گئے۔
چونکہ یہ میدان بازار کے سرے پر تھا اسلئے سینکڑوں آدمی بھی ادھر ادھر سے آ آکر جمع ہونے لگے۔ جب خوب بھیڑ آ لگی تب ابولہب نے ضماد سے کہا اب دکھاؤ تم کیا دکھانا چاہتے ہو۔ ضماد درمیان میں آکر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے چاروں طرف سے لوگوں کو ہٹا کر درمیان میں ایک وسیع بیضاوی قائم کیا اور اس میدان میں کھڑا ہو کر بولا۔
یا اِخوان العرب تم نے میرا نام ضرور سُنا ہو گا کیونکہ سارے عرب میں میرا نام مشہور ہے دنیا مجھے عرب کا مشہور جادوگر کہتی ہے تمام اعراف اور کاہن مجھے اپنا اُستاد مانتے ہیں میں یہ بھی بتادوں کہ میں صرف جادوگر نہیں ہوں بلکہ عرب کا مشہور شاعر بھی ہوں مجھے اپنی زباندانی پر ناز ہے ہاں تو تم نے میرا نام سنا ہو گا۔ مگر میرے کرتب نہیں دیکھے ہوں گے آج میں آپ کو جادو کے کرشمے دکھاتا ہوں۔
دیکھو آسمان صاف ہے سورج چمک رہا ہے ہم سب دھوپ میں بیٹھے ہیں ہوا بند ہے گرمی شدت سے پڑ رہی ہے اٹھ اے ابر باراں اُٹھ

اے کالی گھٹا آ چھا جا اس میدان میں چھا جا چل نکل آ!!

لوگ آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ آسمان صاف تھا اور آفتاب پوری تیزی سے چمک رہا تھا۔ ہوا بند تھی گرمی خوب پڑ رہی تھی لوگوں کو اپنے سروں پر ایک سیاہ نقطہ سا نظر آیا۔ ضماد اوپر دیکھ رہا تھا اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں منہ میں کف بھرا ہوا تھا وہ اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارے کر رہا تھا لوگ نقطہ کو دیکھ رہے تھے۔ نقطہ بڑھنے لگا حتی کہ بڑھتے بڑھتے سیاہ بدلی کا ٹکڑ بن کر رہ گیا۔ ہوا چلنے لگی اور لوگوں نے حیرت سے دیکھا۔ بدلی کے ٹکڑے نے بڑھکر سارے میدان کے ٹکڑے کو ڈھک دیا۔ سورج غائب ہو گیا ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا چلنے لگی۔ ضماد نے کہا برس اور خوب برس کر ریگ زار پر پانی کا قطرہ نہ پڑے فوراً ننھی ننھی بوندیں پڑنے لگیں مگر یہ ایک نہایت عجیب بات تھی کہ اوپر سے بوندیں پڑتی تھیں۔ مگر نیچے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا تھا۔ لوگ جادو کا یہ کرشمہ دیکھکر حیران رہ گئے۔ ضماد نے کہا گذرے اب جنات کا لشکر۔ اپنی پوری شان کے ساتھ عرب لوگوں کو حیران کرتا ہوا چلو جلدی چلو۔ میدان کی شرقی جانب سے سیاہ پردہ سا اٹھا اس پردہ میں سے مٹی مٹی سی صورتیں نمودار ہوئیں۔ میدان کی طرف بڑھیں جب بیچ میں آئیں تو لوگوں نے دیکھا تو عجیب وغریب ہولناک شکلیں تھیں نہایت ہی دہشتناک صورتیں تھیں۔ فضا میں تیرتی ہوئی ہوا کو چیرتی ہوئی بدلی سے نیچے زمین سے اوپر لوگوں کو گھورتی ہوئی چل جا رہی تھیں اور غربی کنارے پر پہنچکر غائب ہو جاتی تھیں لوگ انتہائی حیرت اور کمال خوف اور پریشانی کے عالم

میں بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ بچے ڈر کر عورتیں سہم کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئیں۔

ضماد نے کہا بس اتنا ہی کافی ہے جو صورتیں میدان کی طرف فضا میں تیرتی آ رہی تھیں واپس لوٹ گئیں۔ جو میدان میں آ چکی تھیں بڑھ کر غربی کنارے پر جا کر غائب ہو گئیں۔ بجلی چمٹ گئی بادل اڑ گئے اور ہوا بند ہو گئی۔ آفتاب چمکنے لگا اور گرمی بڑھ گئی۔ جب لوگوں کی حیرت دور ہوئی تو انھوں نے ضماد کو دیکھا۔ ضماد سر جھکائے آنکھیں بند کئے کھڑا تھا۔ لوگوں پر حیرت کا تسلّط تھا۔ انھوں نے آج ایسا کرشمہ دیکھا جس نے اُسے سخت متعجب اور بہت زیادہ خوفزدہ کر دیا تھا۔

وہ حیرت اور خوف بھری نظروں سے ضماد کو دیکھ رہے تھے ضماد نے آہستہ آہستہ سر اُٹھایا۔ لوگوں کو دیکھا۔ اسکی آنکھیں سرخ تھیں اور چمک رہی تھیں کسی کو اسکی آنکھوں کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

ابولہب نے کہا۔ ضماد تم واقعی جادوگروں کے اُستاد ہو آج تم نے وہ شعبدے دکھائے جو کبھی نہ دیکھے تھے مجھے اور میرے ہم وطنوں کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ تم اپنے جادو کے زور سے میرے بھتیجہ (محمدؐ) کو ٹھیک کر دو گے ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے تم کو پہلے ہی کیوں نہ بلایا اگر تم آ جاتے تو یہ فتنہ بڑھنے نہ پاتا۔ مگر اب بھی کچھ زیادہ نہیں بگڑا سویرا ہی ہے میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ تم میرے بھتیجہ کا علاج کرو۔

ضماد نے کہا اگر آپ بلا سکتے ہیں تو اپنے بھتیجہ (محمدؐ) کو یہیں بلا لیں دیکھئے میں کس طرح اور کس قدر جلد ان کا علاج کرتا ہوں۔

ابولہب نے کہا۔ میں بلاتا ہوں اُمید ہے کہ وہ آجائیگا۔ یہ کہتے ہی ابولہب نے ایک غلام کو بھیجا اور اسے ہدایت کردی کہ یہاں کی کوئی بات محمدؐ سے نہ کہے۔ غلام چلا گیا۔ لوگ نہایت ذوق سے آنحضرت صلعم کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں حضور اکرم تشریف لے آئے۔

ابولہب نے کہا یا محمدؐ میدان میں جو شخص کھڑا ہے آپ اُسے جانتے ہیں۔ آنحضرت صلعم اس سے واقف نہ تھے آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا!

ابولہب نے کہا میں جانتا ہوں اس کا نام ضماد ہے یمن کا باشندہ ہے بڑا ساحر ہے یہ تمہارا علاج کریگا تم پر کسی جن کا اثر ہے یہ اس جن کو پکڑیگا آنحضرت صلعم مسکرا دئے اور آپ نے فرمایا۔

یا عم! مجھ پر کسی جن کا اثر نہیں ہے تم دھوکے میں نہ پڑو میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ ابولہب نے بڑا سا منہ بنا کر کہا۔ پھر وہی جھگڑے کی بات شروع کردی۔ خدا کوئی نہیں ہے خدا ہمارے معبود ہیں۔ خیر اس بحث کو چھوڑو۔ ذرا تم ضماد کے پاس چلو۔ آپ فوراً چلے اور ضماد کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

ضماد نے آپ کو دیکھا اور نہایت غور سے دیکھا وہ آپ کے روئے منور کو آپ کی موہنی آنکھوں کو۔ آپکے جمال کو اور آپکے جلال کو دیکھکر کچھ گھبرا گیا۔ آنحضرت صلعم نے ضماد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ضماد عرب کے مشہور افسوں گر تم مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو!!

ضماد نے رک رک کر کہا آپ پر ایک بڑے جن کا سایہ ہے میں

آپ کو اپنا منتر سناتا ہوں آپ سن لیں۔
آپ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ضماد مجھ پر کسی جن وغیرہ کا سایہ نہیں ہے تو شعبدہ باز ہے۔ شعبدہ بازی سے لوگوں کو حیران بنا سکتا ہے لیکن میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ خدا نے میری زبان میں یہ اثر دیا ہے کہ جو مجھ سے خدا کا کلام سُن لیتا ہے اس کے دل پر اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتا تو اپنا منتر سنانے سے پہلے کچھ مجھ سے سن لے۔ ضماد نے کہا اچھا آپ ہی فرمائیے۔ چنانچہ آپ نے پڑھنا شروع کیا:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ لَهٗ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

ترجمہ:۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ہم اسکی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے اعانت چاہتے ہیں جسے خدا ہدایت کرتا ہے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے کوئی اسکا شریک نہیں میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کا بندہ اور اسکے رسول ہیں۔

ضماد یہ الفاظ سنکر کانپنے لگا اس نے کہا مہربانی کر کے ذرا پھر بھی الفاظ دوبارہ بیان فرما دیں آپ نے پھر بھی الفاظ دوہرائے۔ ضماد کھڑا غور سے اور نہایت توجہ کے ساتھ سننے لگا۔

جب آنحضرت صلعم چپ ہوئے تو اُس نے کہا واہ واکسقدر شیرنی ہے اس کلام میں ایک مرتبہ اور فرمایئے آپ نے پھر انہیں الفاظ کا اعادہ کیا ضماد نے کہا قسم ہے ان معبودوں کی جن کو میں آجتک پوجتا رہا ہوں کہ میں نے بہت سے کاہن اور بہت سے ساحر۔ اور بہت سے شاعر اور بہت سے اہل زبان دیکھے انکے کلام سنے لیکن ایسا جامع اور ایسا فصیح کلام کبھی نہیں سُنا بلاشبہ آپ نبی ہیں رسول ہیں پیغمبر ہیں خدا پر اس خدا پر جس نے آپکو رسول بنا کر بھیجا ہے میں آپکی رسالت پر ایمان لایا۔ اپنا دوست مبارک بڑھایئے میں مسلمان ہوتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فوراً کلمہ پڑھا کر مسلمان کرلیا۔ آپکو اسکے مسلمان ہونے سے بڑی مسرت ہوئی ضماد نے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا اے معبودان باطلہ کے پرستارو سنو اور کان کھولکر سنو حضرت محمدؐ پر کسی جن وغیرہ کا سایہ نہیں ہے یہ پیغمبر ہیں خدا کی طرف سے اسکے بندوں کو ہدایت کرنے پر مامور ہوئے ہیں میں مسلمان ہو گیا ہوں تم سب بھی مسلمان ہو جاؤ خدا کی قسم مسلمان بن کر انسان بن جاؤ گے۔

ابولہب کو قریش کو۔ رؤسائے عرب کو غرضیکہ تمام عربوں کو اسکی یہ گفتگو نہایت ناگوار گذری۔

ابولہب جھلا کر کھڑا ہو گیا اور بگڑتے ہوئے بولا جھوٹا ہے تو فریبی ہے تو نے ہم کو دھوکہ دیا۔ خود ہی کہا کہ میں تیرے بھتیجہ (محمدؐ) کا علاج کروں گا خود ہی مسلمان ہو کر دوسروں کو بھی دعوت اسلام دینے لگا۔ اگر مجھے عام خونریزی کا خدشہ نہ ہوتا۔ تو تجھے ابھی پکڑ کر ہلاک کر دیتا۔

ضماد نے کہا اے سرکش ضدی انسان تجھے اسلام اور مسلمانوں سے عداوت ہے تو مسلمان ہونے سے اس وجہ سے ڈرتا ہے کہ اس سے تیرے اعزاز کو دھکا لگے گا۔ خاندانی منصب ہاتھوں سے نکل جائے گا تو دنیا کا طالب ہے دنیا کا کتا ہے ابھی وقت ہے سوچ لے سمجھ لے مسلمان ہو جا۔ ورنہ پچھتائیگا خدا کی قسم رو دے گا۔

ابولہب وفور غیظ و غضب سے کانپنے لگا اور اس نے کہا او اجل رسیدہ انسان میری اور اس قدر گستاخی ٹھہر میں تیری زبان تراش لونگا تاکہ دوسروں کے لیئے عبرت ہو۔

ابولہب بڑھا۔ ضماد نے چلا کر کہا۔ ابولہب ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنا ورنہ زندگی کا خاتمہ سمجھو۔ میں ضماد ہوں۔ یمن کا مشہور افسوں گر۔ ابولہب ڈر گیا اور رک گیا اور کھڑا ہو کر گالیاں دینے لگا۔

چونکہ اس نے اور تمام مجمع نے ضماد کے شعبدے دیکھے تھے اس لیئے سب پر اس کا رعب طاری ہو گیا اور کسی کو بھی اسکے سامنے آنیکی جرأت نہ ہوئی ابولہب نے اس خوف سے کہ کہیں اور لوگ مرعوب ہو کر مسلمان نہ ہو جائیں سب کو منتشر کر دیا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو آنحضرت صلعم اور ضماد چلے گئے۔

چونکہ آج بازار کا آخری دن تھا اسلیئے سوداگر اسباب باندھ باندھ کر اونٹوں پر بار کر رہے تھے نیز عام لوگ بھی چلنے لگے تھے۔

ردساؤ کے بھی ڈیرے اور خیمے لدنے لگے تھے شام ہوتے ہوتے

سب لوگ چلے گئے اور دن چھپنے تک لق ودق صحرا رہ گیا یا روانہ ہونے والے آدمیوں کے پاؤں کے نشان باقی رہ گئے۔

ضماد آنحضرت صلعم سے اجازت لیکر یمن چلا گیا۔ آنحضرت صلعم مکہ معظمہ میں تشریف لے آئے اور چند روز کے بعد حضرت سودہؓ بنت زمعہ کے ساتھ عقد کیا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کو آپ سے بیحد عقیدت تھی آپ چاہتے تھے کہ کسی طرح آنحضرت صلعم سے یگانگت بڑھ جائے آپکے دو صاحبزادیاں تھیں ایک حضرت اسماءؓ اور دوسری حضرت عائشہ صدیقہ۔

عائشہ بھی ناکتخدا تھیں ان کی عمر صرف اس وقت چھ برس کی تھی حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ نے خواہش کی کہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے حلقۂ ازدواج میں لے لیں۔

چنانچہ آپ حضرت ابو بکر صدیق کی اس آرزو کو بسر و چشم منظور فرما چکے تھے اور حضرت عائشہ سے آنحضرت صلعم کا عقد ہو گیا اور رخصتی بعد میں قرار پائی۔ یہ تمام واقعہ سنا ھہ نبوی میں ظہور پذیر ہوا۔

---

# (۱۶)
# سولہواں باب
## "بیعت عقبیٰ اولیٰ"

اب سنہ ۱۰ نبوی ختم ہو گیا تھا یہ سال مسلمانوں پر عموماً اور آنحضرت صلعم پر خصوصاً نہایت سخت گذرا ایسا سخت کہ مسلمانوں پر یہ سال عام الحزن یعنی غم کا سال مشہور ہو گیا۔ اور آجتک تاریخوں میں اسی نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسی سال ابی طالب حضرت علی المرتضیٰ کے والد محترم اور آنحضرت صلعم کے عم شفیق مسلمانوں کے بہی خواہ رحلت فرما گئے اور اسی سال حضرت خدیجہ آنحضرت صلعم کی رفیقۂ حیات ام المومنین اسلام اور مسلمانوں کی ہمدرد وفات پا گئیں اور اسی سال آنحضرت صلعم طائف تشریف لے گئے اور اہل طائف نے آپکے ساتھ بہیمانہ اور انسانیت سوز سلوک کیا۔ قریش مکہ نے بھی اسی سال شقاوت و بربریت کی انتہا کر دی۔ یہ سال واقعی ہمت شکن اور حوصلہ پست کر دینے والا تھا۔ مگر حضور ہر غم کو نہایت صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے کسی غم۔ کسی فکر اور کسی رکاوٹ نے بھی آنحضرت صلعم کے پائے استقلال کو متزلزل نہ ہونے دیا۔ مصیبت کی ہر

کسوٹی نے آپ کو کندن بنا کر چمکا دیا۔
سنہ ۱۰ھ نبوی ختم ہو کر سنہ ۱۱ھ نبوی کا آغاز ہوا۔ آپ بدستور غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کرتے رہے کبھی ارقم کے مکان پر جمع ہوتے اور آنحضرت صلعم بھی وہیں تشریف لیجاتے اور قرآن مجید کی تعلیم دیتے اور کبھی مسلمان حضور اکرم کے مکان پر آجاتے اور وہیں وعظ و نصیحت فرماتے اور کبھی کسی تیسری جگہ جمع ہو جاتے۔ قریش کو بھی مسلمانوں کے جمع ہونے کی اطلاع ہوتی رہتی تھی وہ چاہتے تھے کہ مسلمان ایک جگہ جمع نہ ہوں۔ مگر ان کی کوشش کارگر ثابت نہ ہوتی تھی مسلمان باوجود رکاوٹوں کے جمع ہوتے تھے۔
چونکہ کفار مکہ یہ دیکھ چکے تھے کہ جو شخص بھی محمد صلعم سے ہمکلام ہو جاتا ہے کلام الٰہی سن لیتا ہے باوجود شدید مخالفت کے مسلمان ہو جاتا ہے۔ اسلئے اب انھوں نے یہ کوشش شروع کی کہ کوئی آدمی آنحضرت صلعم سے ملنے نہ پائے اہل مکہ کو تو منادی کے ذریعہ سے آپ سے ملنے کی ممانعت کردی گئی۔ البتہ باہر سے جو لوگ آتے تھے انھیں آتے ہی سمجھا دیا تھا اور جب تک وہ لوگ مکہ میں مقیم رہتے کوئی نہ کوئی مخالف پارٹی کا آدمی انکے ہمراہ لگا رہتا اور اس بات کی سعی کرتا کہ وہ آنحضرت صلعم سے ملنے اور بات کرنے نہ پائے۔ ایک دن مکہ معظمہ کے گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں یہ خبر گرم ہوئی طفیل بن عمرو قبیلہ دوس کا مشہور رئیس نواح یمن کا تاجدار بغرض سیاحت آرہا ہے۔ قریش نے اسکے استقبال کے لئے نہایت تزوک و احتشام کے ساتھ تیاریاں شروع کیں۔ طفیل بن عمر ایک مضبوط قلعہ کا مالک اور خود مختار

بادشاہ تھا۔ اس کا قبیلہ دوس نواح یمن میں پھیلا ہوا تھا۔

اس زمانہ میں یمن میں ہرقل اعظم عیسائی بادشاہ کے زیر تحت تھا اسکی طرف سے یمن میں ایک گورنر رہتا تھا۔ گویا عیسائی حکومت کا ایک صوبہ تھا طفیل بن عمرو کی حدود سلطنت سے یمن کی حدیں ملتی تھیں۔ یوں تو طفیل بن عمرو ایک چھوٹا سا بادشاہ تھا۔ مگر اسکی سلطنت نہایت مضبوط تھی اس نے کبھی عیسائیوں کو اپنی حدود میں قدم نہ رکھنے دیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ عیسائیوں کی اس حکومت کو جو ربع مسکوں پر چھائی ہوئی تھی یورپ اور ایشیا کا کثیر حصہ جسکے زیر نگیں تھا۔ اس چھوٹی سی عرب حکومت سے دبنا پڑتا تھا تو کچھ بے جا نہ ہوگا!!

طفیل بن عمرو نہایت دانشمند بڑا مدبر کمال بہادر اور نہایت زبردست شاعر تھا۔ تمام عرب میں اسکی شہرت تھی۔ جب کبھی وہ مکہ آتا تھا نہایت شان سے اس کا استقبال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی اسکے آنے کی خبر سنکر قریش نے نہایت شان سے اسکے استقبال کی تیاریاں شروع کیں ادھر تیاریاں مکمل ہوئیں ادھر طفیل بن عمرو مکہ کے قریب آگیا۔

ایک دن آفتاب طلوع ہوتے ہی تمام سرداران قریش بڑی شان سے مکہ سے باہر نکلے۔ دور تک پیدل اور رسالے راستہ کے ہر دو جوانب پھیل کر بڑی آن بان سے کھڑے ہوگئے۔

ہر سردار تاج زریں اوڑھ کر اپنے قبیلہ کے پاس کھڑا ہوگیا تھوڑی دیر میں بیرقیں اور پیادہ لوگ چلے آرہے تھے انکے پیچھے پیدل پلٹنیں پلٹنوں

کے پیچھے رسالے بڑی شان سے آرہے تھے رسالوں کے درمیان ایک بڑا علم لہرا رہا تھا۔ اس علم پر ایک بت کی تصویر بنی ہوئی تھی علم کے سائے میں ایک ادھیڑ عمر کا شخص مکمل عربی لباس پہنے۔ تاج اوڑھے عربی گھوڑوں پر سوار آرہا تھا یہی طفیل بن عمرو دوسی تھا۔ قریش نے اس کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا سرداران قریش اس سے بغلگیر ہو کر ملے۔ عوام الناس نے قومی نعرے لگائے سپاہیوں نے خوش ہو کر آسمان کی طرف تیر چلائے

مکہ کے باہر سے ہی جلوس کو ترتیب دی گئی۔ چونکہ ہزاروں آدمی تھے اسلئے جلوس ایک میل لمبا ہو گیا۔ جس وقت جلوس مکہ کی طرف چلا تو فوراً نقارے پر چوٹ پڑی۔ ناقوس۔ گھنٹے اور گھڑیال بجائے جانے لگے اور قومی نعرے لگائے جانے لگے۔ یہ جلوس بڑی شان وعظمت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا مکہ کے ہر خورد و کلاں نے ہر مرد و عورت نے اس جلوس میں شرکت کی خانہ کعبہ تک آتے آتے یہ جلوس اور بھی لمبا ہو گیا۔

چونکہ زمانہ سلف سے تمام عرب خانہ کعبہ کا احترام کرتے تھے اسلئے طفیل حرم محترم کے قریب جاکر رکا۔ گھوڑے سے اترا اور حرم کے اندر داخل ہوا۔ اتفاق سے آنحضرت صلعم بھی حرم پاک میں موجود تھے سرداران قریش کو اندیشہ تھا کہ جو شخص آپ سے باتیں کر لیتا ہے وہی مسلمان ہو جاتا ہے اسلئے انھوں نے پہلے ہی طفیل کو آنحضرت صلعم کی شخصیت سے آگاہ کرنا چاہا۔

چنانچہ عتبہ نے طفیل سے مخاطب ہو کر کہا اے فخر یمن آجکل ہمارے شہر میں ایک جادوگر (نعوذ باللہ من ذالک) پیدا ہو گیا ہے جس نے تمام شہر

ہیں فتنہ ڈال رکھا ہے باپ کو بیٹے سے بیٹے کو باپ سے بھائی کو بھائی سے اور خاوند کو بیوی سے الگ کر دیا ہے وہ ایسا ساحر ہے کہ جو شخص اس سے بات کر لیتا ہے اسی کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر رشتہ داروں سے قطع تعلق کر کے اسی کے ہمراہ ہو لیتا ہے آپکو اسلئے آگاہ کیا جاتا ہے تاکہ آپ محتاط رہیں اور اس جادوگر (محمد صلعم) سے بات تک نہ کریں۔ طفیل نے کہا یہ عجیب بات ہے اس جادوگر کا کیا نام ہے۔

علتبہ۔ محمدؐ۔

طفیل۔ آخر وہ کیا کہتا ہے؟

علتبہ۔ وہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے بتوں کو چھوڑ کر ان دیکھے خدا کی پرستش کرو۔

طفیل نے ہنسکر کہا یہ اور بھی عجیب بات ہے اطمینان رکھو میں اس سے بات نہ کرونگا۔ شائد یہ وہی شخص ہے جس نے یمن کے مشہور افسوں گر ضماد ازدی کو بھی اپنے مذہب میں داخل کر لیا ہے۔

علتبہ نے کہا ہاں یہ وہی شخص ہے آپ دیکھ نہ لیجئے۔ وہ سامنے کھڑا ہے آنحضرت صلعم کو دیکھا آپکے روئے مبارک میں کشش تھی۔ اس کا دل بھی آنحضرت صلعم کی طرف کھینچنے لگا۔ لیکن اُس نے فوراً ہی نظر دوسری طرف پھیر لی اور علتبہ سے کہا۔ واقعی یہ کوئی بڑا جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اسکی صورت میں بھی کشش ہے ایسا نہ ہو کہ اسکی گفتگو سن کر بہک جاؤں۔ تم تھوڑی سی روئی منگا دو تاکہ میں اپنے کانوں میں ٹھونس لوں۔ اور اسکی بات میرے کانوں تک نہ پہنچ سکے۔

فوراً عتبہ نے روئی منگائی۔ طفیل نے اپنے دونوں کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا اور چلا گیا۔ وہ عتبہ ہی کے پاس ٹھہرا کئی روز کے بعد ایک دن صبح بہت سویرے خانہ کعبہ میں آیا۔ اس وقت اسکے ساتھ اہل مکہ میں سے کوئی نہ تھا۔ صرف اسی کے ہی چند آدمی تھے جب وہ خانہ کعبہ کے قریب پہنچا تو اس نے آنحضرت صلعم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آنحضرت صلعم اسوقت قرات سے نماز پڑھ رہے تھے۔ اگرچہ طفیل نے اسوقت بھی کانوں میں روئی ٹھونس رکھی تھی۔ لیکن آنحضرت کی قرات کی آواز کچھ کچھ سنائی دے رہی تھی اُسے آپ کی آواز نہایت ہی بھلی معلوم ہوئی۔ اُس نے کانوں سے روئی نکال کر پھینک دی اور نہایت غور اور توجہ سے قرات سننے لگا۔

جب آنحضرت صلعم نماز سے فارغ ہوئے تو وہ بڑھ کر آنحضرت صلعم کے پاس جا بیٹھا۔ اس نے کہا اے ساحر مکہ تم ابھی ابھی کیا کر رہے تھے آنحضرت صلعم نے فرمایا میں نماز پڑھ رہا تھا۔

طفیل نے دریافت کیا۔ نماز کیا ہوتی ہے اور کیوں پڑھی جاتی ہے

آنحضرت صلعم نے جواب دیا۔ نماز خدا کی عبادت ہے اور خدا کی عبادت نجات حاصل کرنے کے لئے کیجاتی ہے۔

طفیل۔ خدا کون ہے۔

آنحضرت صلعم۔ خدا وہ ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے۔ جو انسان کو زندگی دیتا ہے پرورش کرتا ہے اور عمر طبعی کو پہنچا کر موت کی گود میں سُلا

دیتا ہے۔ عزت اور ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے وہ ازل سے اور ابد تک رہے گا۔ اس نے ہر چیز کو انداز سے پیدا کیا ہے بڑی قدرت اور بڑی شان والا ہے۔

طفیل۔ آپ کون ہیں۔

آنحضرت صلعم۔ میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھ پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔

طفیل۔ آپ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔

آنحضرت صلعم۔ میں نہیں جانتا!

طفیل۔ میں خود بتاتا ہوں میرا نام طفیل ہے نواح یمن کا رہنے والا ہوں قبیلۂ دوس کا تاجدار ہوں زبردست شاعر ہوں۔

آنحضرت صلعم۔ میں سمجھ گیا تم شاید اپنی زباندانی پر ناز کرتے ہو۔

طفیل۔ یہی بات ہے مجھے فخر ہے کہ میرا کلام آج عرب بھر میں ضرب المثل کے طور پر پڑھا جاتا ہے۔

آنحضرت صلعم۔ مجھے معلوم ہے۔

طفیل۔ شاید آپ بھی شاعر ہیں۔

آنحضرت صلعم نے مسکرا کر کہا۔ میں شاعر نہیں ہوں لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ مجھ پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے وہ میں دوسروں سے لکھوا لیتا ہوں۔ طفیل نے کہا اچھا آپ مجھے خدا کے کلام کا کچھ حصہ سنائیں۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ سنو طفیل غور اور توجہ سے سنو مجھے تم دانشمند

شخص معلوم ہوتے ہو اللہ جل شانہٗ سورہ انعام میں ارشاد فرماتے ہیں۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ. هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ. ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ۔

ترجمہ:۔ تعریف کے قابل وہ خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ پھر وہ لوگ جو کافر ہیں اپنے رب کا انکار کرتے ہیں کس کو برا کہتے ہیں۔ خدا تو وہ ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر موت مقرر کی۔ ہر شخص کے لئے موت مقرر کیگئی ہے پھر تم کس بات سے شبہ کرتے ہو اور اللہ ہی ہے آسمانوں پر اور زمین پر وہ تمہارے آہستہ بولنے اور پکار کر بولنے کو جانتا ہے اور تم کرتے ہو اس سے بھی واقف ہے اور انکے پاس نشانی جو انکے پروردگار کی طرف سے آتی ہے وہ اس سے منہ پھیرتے ہیں یقیناً انھوں نے حق کو جھٹلایا اور جس بات کا تمسخر اڑاتے ہیں وہ آنیوالی ہے ہم نے ان سے پہلے زمانہ والوں کو سب کچھ دیا تھا زمین کا مالک کیا تھا۔ آسمان سے پانی برسایا تھا۔ نہریں جاری کی تھیں۔ پس انھوں نے گناہ کیا ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور انکے بعد اور لوگ پیدا کیے۔

طفیل نہایت غور سے بڑی توجہ سے اور پورے انہماک سے سن رہا

تھا اسکا دل کلام الٰہی سن سنکر مرعوب ہوتا جاتا تھا۔ جسم کانپ رہا تھا۔ اور آنکھیں بیم وہراس کا اظہار کر رہی تھیں۔ جب آنحضرت صلعم خاموش ہوئے تو بلبیاختہ طفیل نے کہا۔ یا محمدؐ میں نے آجتک ایسا فصیح ایسا بلیغ ایسا پراثر کلام نہیں سُنا۔ میں اہل زبان ہوں شاعر ہوں کلام کا ماہر ہوں بڑے بڑے اہل کمال زباندانوں کے کلام سنے مگر کسی کے کلام میں ایسا اثر ایسی شیرینی اور اس قدر فصاحت نہیں دیکھی یہ کلام بشر کا کلام نہیں ہے بے شک یہ خدائے عزّوجل کا کلام ہے میں اس کلام پر ایمان لے آیا اسلئے مجھے اپنے مذہب میں داخل کر لیجئے۔

آنحضرت صلعم کو شاہ یمن کی یہ گفتگو سنکر بڑی مسرت ہوئی اور مسرّت کی بات بھی تھی۔ آجتک جو لوگ مسلمان ہوئے وہ مفلس و کمزور تھے آج جو شخص مسلمان ہونے پر آمادہ ہوا وہ تاجدار تھا۔ نواح یمن کا والی تھا خود مختار بادشاہ تھا۔ نہایت مدبّر اور پرلے درجے کا ذی ہوش تھا اور شاعر بھی تھا۔ آنحضرت صلعم نے فوراً کلمہ پڑھا کر اسے مسلمان کیا۔ مسلمان ہوکر طفیل نے کہا۔ یا رسول اللہ آپکو آپکی قوم آپکے ہموطن تکلیفیں دیتے ہیں برا کہتے ہیں جادوگر بتاتے ہیں میں نے سن لیا ہے کہ آپ پر مکہ معظمہ کی زمین تنگ ہوگئی ہے آزادی سے پروردگار عالم کی عبادت نہیں کر سکتے آپ تمام مسلمانوں کو ہمراہ لیکر میرے ساتھ چلیے میں اپنا تاج آپکے سر پر رکھدونگا۔ میری قوم مسلمان ہوکر آپکی اطاعت کریگی میرا ملک آپ کا ملک ہوگا۔ میں آپکا غلام بنکر رہونگا اور آپکی خدمت کروں گا۔

مسلمان دارالامان میں پہنچکر آزادی سے عبادت کریں گے اور مکہ والوں کی مجال نہ ہوگی کہ وہ کسی ایک مسلمان کو بھی ستائیں آنحضرت صلعم نے فرمایا اے تاجدار یمن تم نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے جس ہمدردی کا ثبوت دیا ہے میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں یہ صحیح ہے کہ میں اور تمام مسلمان مصیبت میں ہیں ہم آزادی سے عبادت نہیں کر سکتے اور آزادی سے مکہ میں چل پھر نہیں سکتے۔ آزادی سے تبلیغ اسلام نہیں کر سکتے لیکن کوئی مسلمان یا خود میں کسی جاہ و منصب کا خواہاں نہیں۔ ہم نہ ملک چاہتے ہیں اور نہ حکومت و تخت کے خواستگار نہ تاج کے طلبگار۔ تمام ممالک تمام سلطنتیں اور ساری حکومتیں خدا ہی کو زیبا ہیں وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے ہم صرف خدا کی عبادت کرنا اور اسے رضا کرنا چاہتے ہیں۔

میں یا کوئی مسلمان آپ کی سلطنت میں پناہ لینے کیلئے نہیں جانا چاہتا خدا کے بندے خدا ہی کی پناہ چاہتے ہیں وہی ہمیں پناہ دیگا۔ جس طرف جس ملک کے جس خطہ میں اسکا حکم ہوگا ہم ہجرت کرکے جائینگے آپ سے میں صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ آپ اپنی سلطنت میں جا کر اپنی رعایا کو مسلمان کریں لیکن جبر سے نہیں بلکہ تبلیغ کے ذریعہ سے فرمائیے کیا آپ کو یہ بات منظور ہے :-

طفیل نے کہا۔ بدل وجان منظور ہے چونکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اسلئے مجھے اندیشہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ کفار مکہ میری وہ قدر و منزلت نہ کرینگے جو کہ اب تک کر رہے ہیں اسلئے اے خدا کے حبیب میں آج ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤنگا اور اپنے وطن میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرونگا۔ گر اے خدا کے لاڈلے

پیغمبر جب آپ کو آپکی قوم ستائے اور آپ ہجرت کریں تو مجھے آپ ضرور اطلاع دیں۔ میں اگر حضور اکرم کو اپنے وطن لے جاؤں گا۔

آنحضرت نے فرمایا۔ طفیل میں کوئی وعدہ کرنے سے مجبور ہوں میں وہ کرتا ہوں جو میرے لئے خدا کا حکم ہوتا ہے یہ ضرور ہے کہ مجھے یہاں سے ہجرت کرنا ہوگی۔ مجھے معراج کے روز وہ مقام بھی دکھایا گیا ہے جہاں مجھے ہجرت کرکے جانا ہے پھر بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مجھے کونسی جگہ ہجرت کرکے جانا پڑے البتہ اگر تمہارے ملک میں حکم ہجرت ہوا تو میں خود تمہارے پاس آؤنگا۔ میں تمہارے لئے دعا کرتا رہوں گا کہ خدا تم کو جادۂ مستقیم سے ہٹنے نہ دے اور تمہارا اعزاز روز افزوں ترقی کرتا رہے۔

طفیل نے جھک کر آنحضرت صلعم کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور اٹھکر چلا گیا۔ آنحضرت صلعم بھی اٹھکر اپنے مکان کی طرف تشریف لے گئے طفیل کا مشرف با اسلام ہونا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اسکے علقہ کے مکان پر پہنچنے سے پہلے سارے مکہ میں اسکے مسلمان ہونے کی خبر اڑ گئی گویا جس نے بھی سنا حیران رہ گیا۔ اکابر قوم نے کف افسوس ملے!!

چونکہ اب تک مفلس اور کمزور آدمی مسلمان ہوتے رہے تھے اسلیئے انھیں مزید اندیشہ نہ تھا کہ ایک نہ ایک دن وہ سختیوں سے گھبرا کر مظالم سے تنگ آکر آنحضرت صلعم کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور اسلام سے منحرف ہوکر اپنے آبائی مذہب میں آکر شامل ہوں گے مگر آج طفیل کے اسلام لے آنے سے انکی یہ امید مٹ گئی ایک تاجدار کے مسلمان ہونے سے انکے تمام ارادے

خاک میں مل گئے۔

جب طفیل علتبہ کے مکان پر پہنچے تو ابولہب۔ ابوجہل۔ ابوسفیان ولید امیہ عاص اور نضر ان کے پاس پہنچے نہایت ادب سے ایک طرف بیٹھ گئے۔

ابولہب نے موقعہ پاکر کہا اے تاجدار یمن تم مکہ کے بڑے جادوگر سے ملے۔

طفیل نے کہا قطع کلام کرتے ہوئے کہا اے قریش جسکو تم مکہ کا بڑا جادوگر کہتے ہو وہ جادوگر نہیں ہے وہ خدا کا رسول ہے اس پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے تم پر افسوس ہے کہ تم ایمان نہ لائے۔

اگرچہ تمام مکہ والوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ طفیل مسلمان ہو چکے ہیں لیکن ولید نے مصنوعی حیرت سے طفیل کو دیکھکر متعجبانہ انداز سے کہا کہیں آپ پر بھی تو اس نے (محمدؐ) جادو نہیں کر دیا۔ لیکن آپ تو نہایت دانشمند اور بڑے مدبر ہیں آپ پر اسکا جادو اثر نہیں کر سکتا۔

طفیل نے کہا اے مکہ کے معزز لوگو میں مسلمان ہوگیا ہوں اور تم کو بھی دعوت اسلام دیتا ہوں آؤ خدا کے سامنے جھکو۔ تم نے اپنی سرکشی سے جو فتنہ اٹھا رکھا ہے اسے مٹا ڈالو اور سب مسلمان ہو جاؤ مجھے تعجب ہے کہ تم کیوں مسلمان نہیں ہو جاتے۔ تمام لوگوں کو طفیل کی یہ صاف گوئی بہت ناگوار گذری مگر وہ طفیل سے ڈرتے تھے اسلئے خون کا سا گھونٹ پی کر چپ ہو گئے اسکے سامنے کچھ نہ کہہ سکے البتہ برے برے منہ بنا کر اٹھ اٹھکر چلے گئے جب تمام لوگ چلے گئے تو طفیل نے اپنے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں کہ تمام سامان اونٹوں پر بار کر دیا گیا اور ظہر کے وقت طفیل نے معہ اپنے

آدمیوں کے کوتج کردیا چونکہ ان سے اہل مکہ ناخوش ہوگئے اسلئے انھیں رخصت کرنیکے لئے کوئی نہ آیا۔ طفیل نے بھی انکے نہ آنیکی پروانہ کی اور وہ روانہ ہوگئے طفیل کے مسلمان ہونیکا یہ مشہور واقعہ سلہ نبوی میں واقع ہوا تمام مسلمانوں کو انکے مسلمان ہونے سے اتنی خوشی ہوئی جتنی کہ کفار مکہ کو ناراضگی ہوئی۔ عرصے تک مکہ میں طفیل کے مسلمان ہونیکا تذکرہ ہوتا رہا۔ ابھی تک یہ تذکرہ عام ہی تھا کہ حج کا زمانہ آگیا۔ اطراف ملک سے جوق در جوق حج کیلئے آنے لگے۔

چونکہ اتنے لوگوں کی مکہ میں گنجائش نہ تھی اسلئے ہزاروں آدمی مکہ سے باہر کھلے میدان میں خیمہ زن تھے۔ آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ حج کے ایام میں خاص طور پر تبلیغ کیا کرتے تھے اور کفار مکہ کچھ نہ کہہ سکتے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ عربوں کا قانون تھا کہ ایام حج میں ہر شخص پر سے پابندیاں اُٹھالی جاتی تھیں۔ اگر اس زمانہ میں جنگ ہورہی ہوتی تو وہ بھی بند کردی جاتی تھی۔ ہر قوم ہر قبیلہ کے ہر شخص کو کامل آزادی مل جاتی تھی چنانچہ مسلمانوں پر سے بھی پابندیاں اُٹھ جاتی تھیں اور وہ ہر طرح سے آزاد ہوجاتے تھے اس وجہ سے آپ ان ایام میں عام طور پر تبلیغ کیا کرتے تھے۔

گذشتہ سال یثرب کے چھ آدمی مسلمان ہوکر یہ وعدہ کرگئے تھے کہ وہ اپنے شہر میں تبلیغ اسلام کرینگے۔ چنانچہ آپ کو یقین تھا کہ وہ لوگ حج کرنے آئینگے۔ آنحضرت صلعم کو ان سے ملنے اور انکی تبلیغ کا انجام معلوم کرنے کی بڑی تمنا تھی۔ یثرب سے کئی قافلے آچکے تھے ان قافلہ والوں سے آپ کو معلوم ہوگیا تھا کہ وہ لوگ بھی آنیوالے ہیں آپ انکی تلاش میں تھے۔

اتفاق سے ایک روز ان لوگوں میں سے رافع بن مالک اور اسعد بن زرارہ ملے ان دونوں نے بڑھکر آنحضرت صلعم سے مصافحہ کیا آپ نے دریافت کیا اور لوگ بھی آئے ہیں یا نہیں؟ اسعد نے جوابدیا آئے ہیں آپ سے ملنے کے متمنی ہیں۔ آنحضرت صلعم نے پوچھا تمہاری تبلیغ اسلام کا کیا نتیجہ رہا اسعد نے جواب دیا کئی آدمی مسلمان ہو گئے ہیں آپ کو یہ سنکر بڑی مسرت ہوئی رافع نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ سے اطمینان کی صورت میں ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم سب لوگ منیٰ (عقبہ) کی گھاٹی میں آج رات کو آجاؤ وہیں ملاقات ہوگی۔ رافع نے کہا بہت اچھا ہم سب وہیں حاضر ہونگے۔

اس قرارداد کے بعد آنحضرت صلعم ان سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر آگئے اور رات کو عشا کی نماز پڑھکر تنہا روانہ ہوئے اور مکہ سے نکلکر عقبہ کی گھاٹی میں پہنچے اگرچہ چاند نکلا ہوا تھا۔ چاندنی ریگ زار پر پھیلی ہوئی تھی لوگ عقبی کی گھاٹی میں ٹیڑھی کے دونوں طرف بلند ہونے والی چٹانوں نے چاندنی کو آنے سے روک دیا تھا۔ مگر چاندنی کی روشنی یا ضیاء نے پھر بھی کچھ نہ کچھ اجالا کر ہی دیتا تھا۔ جب آنحضرت صلعم گھاٹی کے اندر پہنچے تو وہاں بارہ آدمی موجود تھے۔ انھوں نے پر خلوص جوش مسرت سے آپکا استقبال کیا آپ پتھر کی ایک چٹان پر بیٹھ گئے ان بارہ آدمی میں ابو امامہ اسعد بن زرارہ عوف بن حارث۔ رافع بن مالک۔ قطبہ بن عمر یہ پانچ آدمی تو وہی ہیں جو کہ گذشتہ سال مسلمان ہوئے تھے اور سات معاذ بن الحارث (عوف بن الحارث کے بھائی) ذکوان رضؓ بن عبد۔ خالد بن مخلد۔ عبادہ رضؓ بن صامت عباس بن عبادہ

ابو الہیثم بن الہتیان۔ عویم بن ساعدہ تھے جو کہ ابو امامہؓ وغیرہ کی سعی جمیلہ سے مسلمان ہوئے تھے ان بارہ مسلمانوں میں ابو الہیثم بن الہتیان اور عویم بن ساعدہ قبیلہ اوس سے تھے اور باقی دس حضرات قبیلہ خزاع سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ نے فرمایا اے یثربی مسلمانو! مجھے تمہارے آنے سے بڑی مسرت ہوئی ہے مسلمان کوئی ہو کہیں رہتا ہو خواہ کسی طبقہ کا ہو کل مومنین اخوۃ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں) کے مصداق حقیقی بھائیوں سے زیادہ سمجھے جاتے ہیں یاد رکھو جو سچا اور راسخ العقیدہ مسلمان ہوگا تمام دنیا کے مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھے گا اور بھائی کی طرح سے عزیز رکھے اسلام قومی امتیاز مٹانے ادنیٰ اور اعلیٰ کا تفرقہ مٹانے اور مساوات کا سبق پڑھانے کیلئے آیا ہے ایک مفلس سے مفلس مسلمان کا بھی وہی مرتبہ ہے جو ایک رئیس ایک امیر ایک وزیر یا بادشاہ کا ہے جو مسلمان اپنے کسی بھائی کو حقیر و ذلیل سمجھے گا خدا اس سے ناراض ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا مسلمان وہ ہے جو کہ صرف ایک خدا کی پرستش کرے اور کسی کو خدا کا شریک نہ سمجھے۔ چوری نہ کرے شراب نہ پئے کسی پر تہمت نہ لگائے کسی کی غیبت نہ کرے جوا نہ کھیلے زنا کاری نہ کرے۔ صوم اور صلوٰۃ کا پابند رہے صاحب نصاب ہونے پر فریضہ حج ادا کرے مسلمانوں کی ہر ممکن امداد کرے حقوق العباد کا خیال رکھے نیکی کا نمونہ بنے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اسلام انسانوں کو انسان بنانے آیا ہے کیا تم اقرار کرتے ہو کہ مسلمان ہو کر کامل انسان اور پکے مسلمان بنو گے آپ نے فرمایا کہ اچھا میرے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر اقرار کرو کہ خدا

ہمیشہ سے ہے اور رہیگا اور ہم اسکی عبادت کرینگے کسی کو اسکا شریک نہ بنائینگے شراب نہ پئیں گے جوا نہ کھیلینگے۔ کسی پر تہمت نہ لگائینگے اپنی لڑکیوں کو قتل نہ کرینگے چغلی نہ کرینگے اور ہر اچھی بات میں نبی کی اطاعت کرینگے سب نے ایک ایک کرکے آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر ان تمام باتوں کا اقرار کیا۔ یہ طریقہ بیعت کرنے کا تھا۔ سب سے پہلے عقبہ کے مقام پر یثرب کے مسلمانوں نے آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی یہ بیعت عقبیٰ اولی کے نام سے مشہور ہے۔ جو سنہ ۱۲ نبوی میں واقع ہوئی جب تمام لوگ بیعت کر چکے تو رافع بن مالک نے کہا یا رسول اللہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کوئی ایسا آدمی ہمارے ہمراہ کریں جو قاری ہو مبلغ ہو۔ شریعت سے خوب واقف ہو۔ اچھی طرح سے تقریر کر سکتا ہو دشمنوں کی کثرت کفار کے جور و جبر سے نہ گھبرائے نہ ڈرے آنحضرت نے فرمایا۔ رافع مسلمان بغیر خدا کے کبھی کسی سے نہیں ڈرتا۔ مسلمان کی شان یہی ہے کہ ستم سہے۔ جفائیں برداشت کرے راہ خدا میں شہید ہو جائے مگر نہ ڈرے نہ گھبرائے نہ صراط مستقیم سے ایک انچہ پیچھے ہٹے میں کل صبح تمہارے پاس مصعب بن عمیر کو بھیجوں گا وہ تمہارے ہمراہ یثرب میں جاکر تبلیغ کرینگے۔ رافع نے کہا بہت خوب اب دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ یثرب والوں کو مسلمان ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آنحضرت صلعم نے ہاتھ اٹھاکر دعا مانگی۔ چونکہ اب کچھ اور کہنا باقی نہ رہا تھا اسلیئے آپ اٹھے آپکے ہمراہ یثرب والے بھی اٹھے وہ سلام کرکے خموشی سے چلے گئے اگلے دن آپ نے مصعب بن عمیر کو یثرب کے مسلمانوں کے پاس بھیجدیا یہ لوگ حج کرکے یثرب کیجانب روانہ ہوگئے

# سترہواں باب (۱۷)

## حارثہ دشمنوں کے خیموں پر

حارثہ اور اسکے ساتھیوں کو قافلہ والوں نے ایک نخلستان میں لیجاکر انکا علاج شروع کیا۔ عرصے تک علاج کرتے رہے انکے ساتھ خیمے تھے۔ اونٹ تھے حارثہ کے ہمراہیوں کے کچھ اونٹ مرگئے تھے۔ کچھ باقی رہے تھے وہ سب نخلستان میں خیمے نصب کئے پڑے تھے اس فکر میں تھے کہ جب حارثہ اور ان کے ساتھیوں کو آرام ہوجائے تو کہیں اور جاکر قیام کریں یوں تو بادیہ نشینان عرب کسی ایک جگہ رہنے کے عادی نہ تھے ہمیشہ چلتے پھرتے رہتے تھے جس جگہ شکار کی افراط اور پانی کی بہتات ہوتی سال دوسال قیام کرتے اور پھر چلدیتے مگر یہ نخلستان جسمیں یہ قافلہ ٹھہرا ہوا تھا ایسا تھا کہ اس میں نہ درخت تھے نہ سبزہ کنواں بھی معمولی سا تھا پانی کی قلت تھی اسلیئے وہ اس جگہ سے کوچ کرنا چاہتے تھے مگر حارثہ اور انکے ہمراہیوں کی بیماری نے طول کھینچا اور مجبوراً انھیں قیام کرنا پڑا عربوں کی گھٹی میں آزادی پڑی ہوئی ہے اور جب وہ ہوش سنبھالتے ہیں جدوجہد کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں تو خود کو آزاد دیکھتے

ہیں۔ آزادی کی فضا میں سانس لیتے ہیں انکی انائیں اور انکی دایائیں ان کی مائیں عہد طفلی سے انھیں آزادی کی نعمت اور غلامی کی ذلت آفرین زندگی کے افسانے سنا سنا کر ان میں حریت اور آزادی کی روح کوٹ کوٹ کر بھر دیتی ہیں وہ کسی کی سیادت کسی کی حکومت برداشت ہی نہیں کر سکتے وہ آزادی کے ایسے دلدادہ بنجاتے ہیں کہ شہروں اور قصبوں میں مکان بنا کر اسلئے رہنا پسند نہیں کرتے کہ اجتماعی زندگی و تمدن میں بھی انھیں غلامی کی جھلک نظر آتی ہے اگرچہ بادیہ نشینی سے انھیں تکلیف ہے ہر وقت جفاکش رہنا پڑتا ہے ڈیروں اور خیموں میں رہ کر زندگی بسر کرنا پڑتی ہے ریگزار کی خاک چھاننی پڑتی ہے بادسموم کے طوفان کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے مگر وہ تمام سختی ہنسی سے اس لئے برداشت کر لیتے ہیں کہ حریت اور آزادی کی فطری نعمت سے بہرہ اندوز رہتے ہیں۔ عرب آزادی اور حریت کے فدائی ہیں کہ کسی غیر کی سیادت تو کیا اپنی ہی قوم کے کسی دوسرے قبیلہ کی حکومت بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کا مقولہ ہے کہ قدرت نے آزاد پیدا کیا ہے آزاد ہی رہنا چاہئے غلامی سے موت کو بہتر سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عربوں نے تمدن اور معاشرت میں کوئی ترقی نہ کی۔ تمدن اجتماعی بودوباش میں ترقی کر سکتا تھا وہاں اجتماعی زندگی کا کوسوں بھی پتہ نہ تھا۔ جس قافلہ نے حارثہ اور اسکے ہمراہیوں کو موت کی آغوش سے نکالا۔ وہ بنو تغلب سے تعلق رکھتا تھا اس قافلہ کا سردار حمیر تھا اگرچہ حمیر اور اسکے ساتھیوں کو پانی کی قلت اور اناج کی کمی کے باعث اس چھوٹے سے نخلستان میں رہنے سے سخت تکلیف

تھی مگر وہ دیکھ رہے تھے کہ انکے ہمراہیوں میں اسقدر توانائی نہ آئی تھی کہ انکو کہیں اور لے جایا جائے اور صعوبات سفر برداشت کرسکتے اگرچہ انکا علاج کرتے ایک دو ماہ یا ایک دو سال نہیں بلکہ پورے پانچ سال گذر گئے تھے اتنی مدت کسی ایک جگہ قیام کرنا عربوں کی فطرت کے خلاف تھا۔ مگر جو کچھ انکے مہمان تھے یا جنھیں انھوں نے مہمان بنالیا تھا اب سب کی بیماری نے طول کھینچا اور انھیں آبائی شرافت مہمانوں کی خدمت پر مجبور کرتی ہے۔ اگرچہ جمیر کو یہ معلوم تھا کہ حارثہ قبیلہ بنو بکر سے تعلق رکھتا ہے اور قبیلہ بنو بکر وہ تھا جو بنو تغلب سے پورے چالیس سال تک نبرد آزما رہا تھا ان ہر دو قبائل میں ابھی عناد باقی تھا ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کی ایذا رسانی میں کوشش کرتا رہتا تھا مگر جمیر اور اسکے ساتھی قومی عناد اور نفرت کو بھول گئے تھے دشمن کے قبیلہ کا ایک فرد انکے قبیلہ میں مقیم تھا انکا مہمان تھا۔ انکے قبیلہ میں بیمار پڑا تھا وہ اسکی خدمت کررہے تھے اسکی اور اسکے ساتھیوں کی وجہ سے ہر طرح کی تنگی اٹھا رہے تھے مگر انکی پیشانی پر شکن نہ آتا تھا اس قدر طویل عرصہ گذر جانے پر بھی انکے تیور نہ بدلے تھے وہ خود بھوکے رہتے تھے مگر مہمانوں کو جو کچھ میسر آتا تھا کھلاتے تھے۔

حارثہ اور اسکے ہمراہیوں کی بیماری نے اسلئے طول کھینچا کہ ان کے آبلے بڑے بڑے تھے اور آبلے پھوٹ کر زخم بن گئے تھے جب زخم مندمل ہونے کو آتے تو لوگ چلتے پھرتے لگ جاتے تھے تاکہ کسی طرح سفر کرنے کے قابل ہوسکیں اور اپنے میزبان کا شکریہ ادا کرکے جمیلہ۔ رقیہ اور دوسری عورتوں اور مردوں

کی تلاش میں جائیں جنکی یاد حارثہ کے لیے سوہان روح ہو رہی تھی۔
چونکہ وہ جلدی کرتے تھے اسلیئے انگور کھیٹ کر زخم تازہ ہو جاتے تھے اور پھر مجبوراً انھیں بستر پر پڑنا پڑتا تھا۔ آخر اس نے تہیہ کر لیا کہ اس مرتبہ جب تک انھیں بالکل آرام نہ ہو جائیگا۔ چلنا پھرنا تو کیا حرکت بھی نہ کرینگے چنانچہ وہ بستر پر دراز رہے کسی سے بھی پورے چھ مہینے تک اٹھنے اور اٹھکر چلنے پھرنے کی کوشش نہ کی۔ اس طویل آرام کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ انکے زخم بالکل اچھے ہو گئے۔ صحت عود کر آئی اور وہ سفر کے قابل ہو گئے۔ چنانچہ ایک دن حارثہ حمیر کے خیمے پر گیا۔ حمیر کمبل کے فرش پر بیٹھا تھا۔ حارثہ نے دیکھا کہ ایک اعرابی حمیر کے سامنے بیٹھا تھا اسکی داڑھی اسکے کپڑے اسکے پاؤں سب گرد آلود تھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ کہیں سے سفر کیئے چلا آ رہا تھا۔ جب حارثہ بیٹھ گیا تو حمیر نے اس سے خطاب کر کے کہا۔ حارثہ اچھا ہوا تم آ گئے میں تم کو اس وقت خود بلانے والا تھا۔ سنو یہ اعرابی کیا کہتے ہیں حارثہ کو یہ خیال ہوا کہ آنیوالا اعرابی قبیلۂ بنو قحطان کے پاس سے آیا ہے جمیلہ سعدیٰ اور رقیہ کی کچھ خبر لایا ہے اس نے خوش ہو کر دریافت کیا۔ یا سیدی یہ اعرابی کیا فرماتے ہیں؟ حمیر نے کہا کہ یہ مکہ سے آ رہے ہیں وہاں کی عجیب و غریب خبریں بیان کرتے ہیں حارثہ نے سمجھا کہ شائد یہ اعرابی قیس کا کچھ ذکر کر رہا ہوگا۔ غالباً قیس کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اسکی بیٹی جمیلہ بچ نکلی ہے اور اور وہ جمیلہ و سلمیٰ کی تلاش میں سرگرداں پھر رہا ہوگا وہ جانتا تھا کہ اگر قیس کو جمیلہ مل گئی تو اُسے وہ قتل کر ڈالے گا اور شاید اپنی بیوی سلمیٰ کو بھی زندہ

چھوڑے اور پھر قبیلہ کو بچانے والے پر حملہ آور ہو۔ چونکہ قیس بنو تمیم سے تھا اور یہ قبیلہ زور آور تھا اسکے مقابلہ کی تاب نہ حارثہ میں تھی اور نہ حارثہ کے میزبان حمیر میں اسلئے حارثہ کو کچھ فکر ہوا۔ اس نے دبی آواز سے کہا۔ کیا خبریں ہیں؟ حمیر نے کہا۔ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کہتا ہے بت خدا نہیں ہیں۔ عربستان میں ہزاروں بت پوجے جاتے ہیں ہزاروں خدا نہیں ہو سکتے۔ خدا ایک ہے اس نے دنیا و جہان کو پیدا کیا ہے وہ آسمانوں کے اوپر رہتا ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے موت اور زندگی اسکے قبضے میں ہے وہ بڑی قدرت والا ہے خود کو خدا کا رسول بتاتا ہے۔

اس نے مکہ میں تفرقہ ڈالدیا ہے بہت سے لوگ آبائی مذہب کو چھوڑ کر اسکے مذہب میں داخل ہو گئے ہیں یہ اعرابی کہتے ہیں کہ وہ ایسا فصیح البیان ہے کہ جو اسکی گفتگو سنتا ہے اس سے ایک دفعہ بات کر لیتا ہے اور کچھ ایسا اسکے رنگ میں رنگا جاتا ہے کہ ہزاروں سختیاں کرنے ہزار لالچ دینے ہزار کوشش کرنے پر بھی اسکا مذہب نہیں چھوڑتا۔ کیا یہ عجب بات نہیں ہے حارثہ؟

حارثہ نے کہا۔ نہایت عجیب بات ہے وہ کون شخص ہے یا سیدی حمیر نے کہا وہ نہایت معزز قبیلہ کا ایک فرد ہے آل ہاشم میں سے ہے مکہ کے عبدالمطلب کا پوتہ اور اس کا نام محمدؐ ہے۔

حارثہ۔ کیا تمام مکہ والوں نے اسکا مذہب قبول کر لیا ہے۔

حمیر۔ نہیں بہت تھوڑے لوگ اسکے مذہب میں داخل ہوئے چونکہ نئے مذہب والے کمزور ہیں وہ ترک وطن کر رہے ہیں یہ اعرابی بھی نئے مذہب میں داخل ہو گئے ہیں مکہ

نام عبدالعزیٰ ہے اور یہ بھی ترک وطن کر آئے ہیں۔

حارثہ۔ تعجب ہے انھوں نے اپنے مذہب کو کیسے چھوڑ دیا۔

حمیر۔ میں بھی حیرت میں ہوں یہ ہمارے قدیمی خداؤں کی مذمت کرتے ہیں۔ کوئی عرب اپنے خداؤں کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتا جب انھوں نے اپنے مذہب کے اوصاف اور ہمارے دین کی برائیاں کیں تو مجھے اسقدر طیش آیا کہ میں اسکی گردن مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن فوراً ہی خیال آیا کہ ساری دنیا میں بدنام ہو جاؤنگا۔ لوگ کہینگے کہ حمیر نے اپنے مہمان کو مار ڈالا۔ حارثہ میرا ارادہ ہے کہ میں بھی مکہ جاؤں!

حارثہ۔ کس لیے۔

حمیر۔ اس فتنہ کو مٹانے کیلئے۔ میرا قصد ہے کہ میں جا کر محمدؐ کو قتل (نعوذ باللہ) کر کے بنائے فساد مٹا ڈالوں۔

حارثہ۔ بہت اچھی بات ہے غضب کی بات ہے کہ جن بتوں کو ہم ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں آج انکی مذمت کیجاتی ہے آپ ضرور مکہ تشریف لیجائیں اور مجھے اور میرے ہمراہیوں کو اجازت دیجئے کہ ہم دشمنوں کا تعاقب کریں۔ میرے قبیلہ کا سردار عدی کی روح بیقرار پھر رہی ہے روح کے قرار و سکون کیلئے بنو قحطان سے انتقام لینا ضروری ہے۔

حمیر۔ یہ کام بھی بڑا ضروری ہے اگرچہ میرا ارادہ تم کو مکہ لیجانیکا تھا مگر تم پر میں دباؤ نہیں ڈالسکتا۔ جانتا ہوں کہ اگر تم بنو قحطان سے انتقام نہ لے سکے تو تمام قبائل میں بنظر حقارت دیکھے جاؤ گے اچھا تم خود مختار ہو جہاں چاہو جاؤ ہم سے تمہاری مہمانداری

کما حقہ نہ ہو سکی میں اپنے قبیلہ کی طرف سے اسکی معافی چاہتا ہوں۔

**حارثہ**۔ آپ نے ہماری مہمانداری میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا ہیں اور میرے ساتھی آپکے بیحد مشکور ہیں پانچ برس تک ہم آپکے مہمان رہے آپ نے ہماری تیمارداری کی ہم آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔

**حمیر**۔ تم بنو بکر کے قبیلہ سے ہو تمہارے اور ہمارے قبیلہ میں عرصہ دراز سے عداوت چلی آتی ہے جب تک تم ہمارے خیموں میں تھے ہمارے مہمان تھے ہم پر تمہاری خدمت فرض تھی۔ لہذا ہم نے خدمت کی اب ہم تم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اب آئندہ جب ہم تم ملینگے تو دوستوں کی طرح سے نہ ملینگے بلکہ ایک دشمن کی طرح سے ملیں گے۔

**حارثہ**۔ میں خوب جانتا ہوں کہ ہماری دیرینہ عداوت دوستی میں منتقل نہیں ہو سکتی آپ خوب جانتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ ہم جلد سے جلد تمہارے خیموں کو چھوڑ دیں مگر جلد بازی نے خلاف امید نہایت طویل عرصہ لگا دیا۔ جب ہمارے زخم اچھے ہونے شروع ہوئے تو ہم نے چلنے پھرنے کی کوشش کی جسکا نتیجہ الٹا ہوا اور پھر ہمارے زخم اچھے ہونے شروع ہوئے تو ہم مزید قیام کرنے کیلئے مجبور ہوئے۔ اب ہمکو بالکل آرام ہے لہذا ہم آپ سے وداع ہوتے ہیں۔ آئندہ ہماری ملاقات دوستوں کی طرح نہیں بلکہ دشمنوں کی طرح ہوگی۔ مگر تم پر اگر مصیبت آ پڑے تو بنو بکر کے خیمے تمہاری آسائش اور بنو بکر کے افراد تمہاری خدمت کے لئے تیار رہیں گے۔

یہ کہکر حارثہ اٹھا حمیر کے خیمہ سے باہر آیا اپنے ہمراہیوں میں پہنچا اس کے تمام ساتھی رخت سفر باندھکر تیار بیٹھے تھے حارثہ کے آتے ہی سب اٹھے اونٹوں پر سوار ہوئے اور بغیر یہ خیال کئے ہوئے کہ کس طرف جا رہے ہیں چل پڑے تھوڑی دیر کے

بعد حمیر اور اسکا قبیلہ بھی تیار ہو گیا۔ اونٹوں پر سامان لادا گیا لوگ اونٹوں پر سوار ہوئے سب کے آخر میں عبد العزیٰ جو مسلمان تھے اور مکہ والوں کے تشدد و مظالم سے تنگ آ کر یکہ و تنہا مکہ سے نکلکر آئے تھے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ایک جانب روانہ ہو گئے۔

# اٹھارہواں باب (۱۸)

## عروجِ اسلام

مصعب بن عمیر یثرب کے بارہ مسلمانوں کے ہمراہ روانہ ہو گئے تھے جس قافلہ کے ساتھ یہ لوگ سفر کر رہے تھے وہ قافلہ بہت بڑا تھا۔ سینکڑوں آدمی اور سینکڑوں اونٹ تھے۔ سفر کرتے وقت قافلہ دور تک پھیل جاتا ایک ہفتہ کے بعد یہ قافلہ یثرب میں داخل ہوا۔ یثرب بڑا زبردست شہر تھا۔ شہر سطح پر آباد نہ تھا بلکہ مشرق سے مغرب کیجانب بتدریج بلند ہوتا چلا گیا تھا یوں تو یثرب خود ہی بڑا شہر تھا آبادی نہایت گنجان تھی۔ مگر اسکے چاروں طرف دو دو تین تین میل کے فاصلے پر اکثر قلعے تھے یہ تمام قلعے یثرب ہی میں شمار ہوتے تھے اسلئے یہ شہر اور بھی بڑا نہ بردست ہو گیا تھا۔ یثرب کے ملحقہ قلعے صرف عربوں ہی سے آباد نہ تھے۔ بلکہ بیشتر ان یہودیوں کی تعداد تھی جو کہ باہر سے آ کر آباد ہو گئے تھے۔ چونکہ عرب آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے اسلئے وہ کمزور تھے یہودی

آپس میں متفق رہتے تھے اسلئے زور آور تھے تمام عربوں کو اس سے دبنا پڑتا تھا۔ یہودی کی آبادی ایک طرف تھی کئی قلعے ان کے قبضے میں تھے مصعب رضؓ سعد بن زرارہ رضؓ کے مکان پر فروکش ہوئے یہ نہایت خوش الحان اور بڑے فصیح البیان مقرر تھے انھوں نے یثرب پہنچکر ایک دن بھی قیام نہ کیا بلکہ دوسرے ہی دن تبلیغ اسلام شروع کردی۔ یثرب کی آبادی قبیلہ وار تھی یعنے ہر قبیلہ الگ رہتا تھا ہر محلہ ہر قبیلہ کے نام سے مشہور تھا مثلاً قبیلہ بنو سالم۔ قبیلہ بنو بیاضہ قبیلہ بنو ساعدہ قبیلہ بنو حارث۔ قبیلہ بنو عدی۔ قبیلہ بنو ملک وغیرہ وغیرہ یہ تمام قبائل قبیلۂ اوس اور خزرج وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مصعب بیدھڑک ہر محلہ میں جا جاکر قبیلہ کے لوگوں میں تبلیغ اسلام کرنے لگے چند ہی ماہ کے عرصہ میں قبائل کے قبائل مسلمان ہوگئے اور مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی۔ قبیلہ اوس کی شاخوں میں قبیلہ بنو الاشہل اور قبیلہ بنو ظفر بہت مشہور اور طاقتور قبائل تھے۔ قبیلۂ بنو ظفر کے سردار اسید بن حضیر اور قبیلہ عبدالاشہل کے سردار سعد بن معاذ کو یثرب کے تمام قبائل نے اپنا سردار تسلیم کرلیا تھا گویا یثرب کے وہی حکمران تھے اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ کو مصعب رضؓ کے مکہ سے مدینہ میں آنے کی اور تبلیغ اسلام کرنے کی اطلاع تھی نیز انکو یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ مصعب کی کوشش سے نیا مذہب بہت ترقی کررہا ہے اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہورہے ہیں ان دونوں کو یہ بات بڑی ناگوار گذری اور انھوں نے حکم دیدیا کہ ہمارے محلہ میں مصعب یا کوئی اور مسلمان نہ آنے پائے اور اگر کوئی آئے تو اسے اسیر کرکے قتل کردیا جائیگا۔ مصعب رضؓ اور اسعد بن زرارہ کو اس حکم کا

علم نہ تھا۔ مگر انھوں نے اس حکم کی پرواہ نہ کی غالباً اسکی وجہ یہ تھی کہ اسعدؓ سعدؓ بن امعاذ کے خالہ زاد بھائی تھے انھیں خیال تھا کہ سعدؓ قرابت کا لحاظ کرینگے ایک دن مصعب اور اسعد بن زرارہ سعد بن معاذ کے محلہ میں جا پہنچے اس محلہ میں ایک بڑا کنواں مرق تھا۔ دونوں کنوئیں پر جا کر بیٹھے اور مصعب لوگوں کو تبلیغ کرنے لگے سعد بن معاذ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انھیں سخت ناگوار گذرا۔ انہوں نے اسید کو بلا کر کہا۔

اسید دیکھو مصعب و اسعد کی دلیری حد سے بڑھ گئی ہے انھوں نے تمام یثرب کے عربوں کو بہکا کر اپنے مذہب میں داخل کر لیا ہے اب ہمارے محلہ والوں کو بہکانے آئے ہیں یہ دونوں ایسے ہیں کہ میرے امتناعی حکم کی پرواہ نہیں کرتے ہمیں اس ذلت اور ان دونوں کی اس جسارت کو برداشت کر لینا چاہیے۔

اسید نے کہا کبھی نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ بڑی سبکی کی بات ہے؟

سعد تم سچ کہتے ہو دیکھو اسعد میرا بھائی ہے میں ذرا اسکا لحاظ کرتا ہوں تم جاؤ اور دونوں کو چاہ مرق سے اٹھا دو اور کہدو کہ ہمارے محلہ میں کبھی نہ آئیں اگر آئندہ آئیں گے تو ہم ان کو قتل کر ڈالیں گے۔

اسید اچھا کہہ کر اٹھے اور تلوار لیکر چلے جب چاہ مرق کے قریب پہنچے تو بہت سے لوگوں کو کنوئیں کے گرد کھڑے دیکھا۔ مصعبؓ کچھ تقریر کر رہے ہیں اور لوگ خاموش کھڑے سن رہے تھے یہ تمام لوگ اس محلہ ہی کے رہنے والے تھے اسید یہ دیکھکر بہت بگڑے وہ طیش و غضب سے بھڑک کر بڑھے لوگوں نے ان کو آتے ہوئے دیکھا چونکہ قبیلہ بنو ظفر کے وہ سردار تھے اسلیے سب ان کا احترام کرتے تھے

لوگ انکو دیکھتے ہی چلدیئے ایک شخص بھی وہاں کھڑا نہ رہا۔ صرف مصعب اور اسعد ہی بیٹھے رہے اسیدؓ بڑھکر دونوں کے پاس پہنچے چونکہ وہ غصہ کی حالت میں تھے اسلئے قریب پہنچتے ہی درشت لہجہ میں بولے مصعب تم یثرب میں آکر ایک فتنۂ عظیم کھڑا کر دیا ہے کوئی محلہ ایسا باقی نہیں رہا جہاں کے لوگوں کو بہکا کر تم نے اپنے مذہب میں داخل نہ کر لیا ہو اب ہمارے محلہ میں آئے ہو چاہتے ہو کہ ہمارے محلہ والوں کو بہکا کر اپنے مذہب میں شامل کر لو کیا تم کو یہ علم نہ تھا کہ ہمارے سردار اسعد بن معاذ نے اس محلہ میں تمہارے داخلہ کو ممنوع قرار دیا ہے۔

مصعب نے نرم لہجہ میں کہا یا اخی ہم کو معلوم تھا۔ اسیدؓ نے بگڑ کر کہا لیکن تم نے اس امتناعی حکم کی پرواہ نہ کی؟ بدبخت شخص جی میں تو آتا ہے کہ اس عدول حکمی کی پاداش میں تیرا سر اڑا دوں مگر یہ سمجھکر کہ تو مکہ کا رہنے والا ہے یثربیوں کا مہمان ہے اور مہمان کو اذیت پہنچانا غیر مناسب ہے درگذر کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ فوراً اس محلہ سے نکل جا اور آئندہ کبھی اس طرف آنیکی جرأت نہ کرنا اگر پھر اسطرف آئیگا تو معبودوں کی قسم فوراً تیرا سر اڑا دونگا۔

مصعب نہایت اطمینان سے اسیدؓ کی گفتگو سنتے رہے جب وہ خاموش ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ آپ ہماری کس بات پر ناخوش ہو کر ہمیں اپنے محلہ سے نکالنا چاہتے ہیں؟ اسیدؓ نے برہم ہو کر کہا کس بات پر نامعقول شخص۔ کیا تجھے یہ خبر نہیں ہے تو جانتا ہے سن تو لوگوں کو ورغلا کر مسلمان کرتا ہے تو نے سارے یثرب میں تفرقہ ڈال دیا ہے جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ قرابت و یگانگت کے رشتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سب سے علٰحدہ ہو گئے ہیں اس تفرقہ اندازی

...ید نہیں کرتا اٹھ اور ہمارے محلہ سے فوراً نکل جا اور اسعد تمہارے لئے
...ہی حکم ہے۔ مصعب نے کہا ہمکو آپکے حکم کی تعمیل میں کوئی عذر نہیں ہے آپ
...ایک مہمان کو پردیسی کو ایک غریب امسافر کو اپنے محلہ سے نکالنا چاہتے
...لا دیجئے ہم نکل جائینگے کیا آپ ہم دونوں کے پاس بیٹھکر اطمینان سے
...ری دو باتیں سنینگے۔ اسید نے کہا کیسی دو باتیں؟
مصعبؓ۔ جو میں اوروں سے کہتا ہوں وہی آپ سے بھی کہتا ہوں ذرا دیر
...کر ٹھنڈے دل سے سن لیجئے اور اگر نامعقول بات ہو تو سن کر رد کر دیجئے
...قول ہو تو بات مان لیجئے۔
اسید کچھ نرم پڑ گئے۔ مصعب کے نرم لہجہ نے اسکے جوش اور غضب کو سرد
...دیا۔ وہ تلوار کا سہارا لیکر مصعب کے پاس بیٹھ گئے اور بولے سناؤ کیا سناتا
...ہتے ہو۔ مصعب نے نہایت اطمینان سے تقریر شروع کی۔ انھوں نے فرمایا
...ے قبیلہ بنو ظفر کے سردار خانہ کعبہ میں دیار مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے
...سکا اسم گرامی محمدؐ ہے ان پر خدائے بزرگ و برتر نے ایک کتاب نازل
...مائی ہے جسکا نام کلام اللہ ہے یا اخی میں اور سارے مکہ والے تمہاری
...ح سے بتوں کو پوجتے تھے بتوں کو معبود مانتے تھے بتوں کے سامنے سر
...جھکاتے تھے مگر آنحضرت صلعم نے فرمایا اور سمجھایا کہ اپنے ہاتھوں سے تراشے
...ے بت خدا نہیں ہو سکتے بول نہیں سکتے سن نہیں سکتے ہم ان کو جہاں رکھ
...تے ہیں رکھے رہتے ہیں حرکت نہیں کر سکتے بلکہ تہ خانوں میں محبوس رہتے ہیں
...خدا وہ ہے جس نے کائنات کو کائنات کے ذرہ ذرہ کو پیدا کیا ہے وہ علیم ہے

بصیر ہے رازق ہے موت اور زندگی اسکے قبضہ میں ہے عزت اور دولت
اسی کے ہاتھ میں ہے وہ ہر جگہ ہے ہر ایک کے دل کی بات جانتا ہے انسانوں کا
کوئی فعل اس سے پوشیدہ نہیں ہے سورج اور چاند کی گردش اسکے قبضہ میں
ہے پرستش کے قابل وہی ہے اور مرنے کے بعد اسی کے حضور میں حاضر ہونا ہے
وہ زندگی کا حساب کتاب لے گا۔ نیک لوگوں کو اپنی پرستش کرنے والوں کو
جنت میں داخل کریگا۔ اللہ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون

ترجمہ:۔ اے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور انہیں پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم بچو جس زمین کو تمہارے لئے بچھونا اور آسمان کی چھت بنایا ہے اور جس نے پانی برسایا اور تمہارے لئے پھلوں سے رزق دیا پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تم جانتے ہو اگر تمکو اس بات میں شبہ ہے ہم نے اسے اپنے بندہ کے اوپر نہیں اتارا پس تم ایک سورۃ اس کتاب کی صورت لاؤ۔ اور جنکی تم عبادت کرتے ہو انھیں بھی سورۃ بنانے میں شریک کرلو لیکن تم سب ملکر بھی ہرگز ایک سورۃ نہ بنا کر لاسکو گے پس ڈرو اس دوزخ کی آگ سے جسکے ایندھن آدمی پتھر ہیں اور وہ کفار کے لئے تیار کی گئی ہے اے محمدؐ خوشخبری پہنچاؤ ایمان لانے والوں کو کہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے۔

اسیدؓ چپ چاپ بیٹھے نہایت غور سے اور بڑی توجہ سے قرآن مجید کی
آیات سن رہے تھے وہ کانپتے جاتے تھے انکا بند بند غضب الٰہی سے
لرز رہا تھا۔ جب مصعب خاموش ہوئے تو اسیدؓ نے لرزاں آواز سے کہا
مصعب قسم ہے ان معبودوں کی جنھیں میں پوجتا رہا ہوں یہ کلام انسان کا
کلام نہیں ہے ضرور یہ خدا کا کلام ہے میں اس خدا پر جسکا یہ کلام ہے ایمان
لایا۔ لہٰذا مجھے مسلمان کر لیجئے۔ مصعب نے فوراً کلمہ پڑھا کر اسے مسلمان
کیا اسعد نے اسید کو اسکے مسلمان ہونے پر مبارکباد دی اسید نے کچھ وقفہ
کے بعد کہا۔ مصعب میں تمہارا مشکور ہوں اب تک میں ضلالت وگمراہی
کی تاریکی میں پڑا رہا ہوں۔ آج تم نے تاریکی کا پردہ میری آنکھوں سے اتار دیا
آج جسقدر مجھے معبودان باطلہ کے ترک کرنے اور معبود حقیقی کے پانے سے
مسرت ہوئی ہے کبھی ایسی مسرت نہ ہوئی تھی۔ میں تمہارا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں
اور زندگی بھر تمہارا مشکور رہوں گا۔ میری طرف سے تمکو آزادی ہے جہاں
جا ہے تبلیغ کرو۔ بلکہ میں خود تمہاری اعانت کرتا رہونگا لیکن ایک
شخص اور ہے اور کسی طرح سے بھی مسلمان ہو جائے تو سارا یثرب مسلمان ہو جائے
مصعب نے دریافت کیا وہ کون ہے۔ اسید نے کہا۔ سعد بن معاذ یثرب کا والی۔
**مصعب۔** اگر میں اسکے پاس پہنچ جاؤں یا کسی طرح سے وہ میرے
پاس آجائے تو ممکن ہے کہ وہ بھی مسلمان ہو جائے۔
**اسیدؓ۔** مجھے بھی یہی اُمید ہے کہ کلام الٰہی کی ایک آیت سلنے
کے بعد غیر ممکن ہے کہ وہ مسلمان نہ ہوں اُنکے پاس جا کر اُنھیں اپنے پاس

بھیجتا ہوں تم جس طرح بھی ممکن ہو انھیں کلام پاک سُنا دینا یقین ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

مصعب۔ مناسب ہے آپ انھیں یہاں بھیج دیں۔

اسید اٹھکر روانہ ہوئے اور سعد بن معاذ کے پاس پہنچے سعد نے ان کو دیکھتے ہی دریافت کیا۔ کہو اسید مصعب اور اسعد کو نکال آئے؟ اسید نے کہا نہیں۔ سعد کو طرارہ آگیا۔ انھوں نے دریافت کیا نہیں کیا وہ جانے پر تیار نہیں ہوئے؟ اسید نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ سعد غصہ سے بھر کر اُٹھے ... ہاتھ میں لی اور یہ کہتے ہوئے چلے انکی جرأت اسقدر بڑھ گئی ہے معبود ... قسم ان کا سر اُڑا دونگا۔ چونکہ سعد غصہ میں بھرے ہوئے تھے اس ... تیزی سے لپک کر چلے اور چاہ مرق پر پہنچتے ہی مصعب اور سعد کو مخاطب کر کے درشت لہجہ میں کہا تم دونوں کی اسقدر جرأت ہو گئی ہے ... حکم کے خلاف میرے محلہ میں آکر میرے اہل قبیلہ کو بہکانا شروع کر دیا ... میں تم کو اس مغرورانہ سرکشی کی سزا دیتا ہوں۔

یہ کہتے ہی وہ مصعب اور اسعد کے قریب جا پہنچے وہ دونوں ... استقلال اور اطمینان سے بیٹھے رہے گویا سعد اُن سے نہیں بلکہ ... سے خطاب کر رہے ہیں۔ سعد کو ان کے استقلال و اطمینان سے اور ... آیا انھوں نے نہایت سختی سے دشنام طرازی شروع کی۔ آخر طیش ... تلوار میان سے کھینچی اور برافروختہ ہو کر کہا۔

اے اجل رسیدہ انسانو ہوشیار ہو جاؤ تمہاری اجل قریب آپہنچی

مصعبؓ نے نہایت ملائمیت سے کہا اے یثرب کے والی. آپ ہم دونوں پر اسقدر خفا کیوں ہو رہے ہیں سعد کو بڑا غصہ آیا اس نے غضبناک انداز سے کہا۔ کیوں خفا ہو رہا ہوں ابھی معلوم نہیں ہوا؟ بدبخت انسانو میرے محلہ میں آکر میرے قبیلہ والوں کو مسلمان بنا رہے ہو اور پھر کہتے ہو کہ میں خفا کیوں ہو رہا ہوں۔ اسعد مجھے کچھ تمہاری قرابت کا خیال تھا مگر اب خیال نہ کروں گا۔ یا تم معہ اپنے مکی مہمانوں کے میرے محلہ سے دور نکل جاؤ ورنہ میں تم دونوں کو مار ڈالوں گا مصعب نے کہا اے سردار قوم آپ خفا نہ ہوں ہم دونوں خود ہی چلے جائیں گے ہم آپ کو ناراض کرنا نہیں چاہتے مگر ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ ... ... ... ... ...

سعد نے قطع کلام کر کے کہا کیا کہنا چاہتے ہو؟

مصعب۔ آپ ذرا میرے پاس بیٹھ جائیں اور جو میں کہوں ٹھنڈے دل سے سن لیں۔

سعد مصعب کے پاس بیٹھ گئے انھوں نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں ہے میں تمہاری بات سننے کیلئے تیار ہوں مصعب نے نہایت نرم لہجہ میں کہا بیا اخی آپ مجھ سے اور بھائی اسعد سے اسلئے ناراض ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی مسلمان کر رہے ہیں آپکی خفگی حق بجانب ہے لیکن غور فرمایئے کہ ہم کیا کہتے ہیں اور کس بات کی تبلیغ کرتے ہیں میرے آپکے اور تمام عربستان کے آباؤ اجداد بت پرست تھے اور انھیں معبود مانتے تھے ان سے حاجت روائی چاہتے تھے میں بھی بتوں کا پرستار ہوں اور میرا بھی ہی

عقیدہ تھا جو آپ کا ابھی تک ہے لیکن اے زیرک و دانا انسان مکہ میں حضرت محمد صلعم نے اعلان کیا کہ وہ خدا کا رسول ہے خدا کا پیغام اس پر نازل ہوتا ہے انھوں نے بتایا کہ خدا وہ ذات پاک ہے جس نے دنیا و جہان کو پیدا کیا ہے انسان کو مٹی سے بنایا ہے انسان اسکے بندے ہیں۔ پرستش کے قابل خدا ہے وہ خدا جو ہر جگہ رہتا ہے جو ہر بات پر قادر ہے جو مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ کر دیتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے خدا وہی ہے جس نے زمین اور آسمان دیگر اور سبزہ زار۔ بادل۔ ہوا۔ پانی اور دنیا و جہان کی تمام اشیاء پیدا کیں ہیں جو کلام رسول اللہ پر نازل ہوا اس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

(ترجمہ)

اے محمدؐ کہدو کہ آسمان اور زمین کا پروردگار کون ہے کہو اللہ کہو کیا تم نے اسے چھوڑ کر اوروں کو کارساز بناتے ہو؟ جو اپنے لئے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے کہو اندھا اور سوانکھا برابر ہوتا ہے یا اندھیرا اور اُجالا برابر ہوتا ہے کیا انھوں نے خدا کے شریک مقرر کئے ہیں کہو کیا تمہارے

خداؤں نے خدا کی مانند کسی کو پیدا کیا ہے کہو اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے وہ اکیلا ہے غالب ہے اس نے آسمانوں سے پانی برسایا۔ نالے اندازہ سے جاری کیئے جب نالوں میں روانی آئی تو جھاگ پیدا ہو گئے۔

سعد نہایت غور اور توجہ سے سن رہے تھے ان کا بدن کانپ رہا تھا۔ آنکھوں سے خوف و ہراس کا اظہار ہو رہا تھا۔ چہرہ کی کیفیت سے ظاہر تھا کہ وہ سخت مرعوب ہو گئے ہیں انھوں نے جلدی سے کہا اف کسقدر دلکش اور کیسا پراثر کلام ہے اس کلام پاک نے میرا دل اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ میرا قلب روشن ہو گیا ہے آنکھوں سے گمراہی کی تاریکی کے پردے اٹھ گئے ہیں مصعب میرے مہربان مصعب مجھے معاف کرو میں نے تمہاری شان میں گستاخی کی ہے یہ کہتے ہی سعد دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ مصعب نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا آپ مجھے گناہگار نہ کریں۔ آپ سید القوم ہیں قبیلہ بنو عبدالاشہل کے سردار ہیں ذی عزت ہیں اس قابل نہیں کہ آپ سا ذی جاہ شخص مجھ سے کم مایہ انسان کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو۔ سعد نے کہا مصعب تم نے اپنی تحریر سے میرے سینہ میں نور بھر دیا ہے خدا اور رسول کی محبت سے میرا دل لبریز ہو گیا ہے میں پچھتاتا ہوں کہ سب سے پہلے میں ہی کیوں نہ مسلمان ہوا۔ خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ مجھے مسلمان کر لو۔ فوراً مصعب نے کلمہ پڑھا کر سعد کو مسلمان کر لیا انکے مسلمان ہونے سے نہ صرف

مصعب کو ہی مسرت ہوئی بلکہ سب سے زیادہ خوشی اسعد کو ہوئی وہ اٹھکر سعد سے بغلگیر ہوئے بڑی گرمجوشی سے ملے جیسے دو حقیقی بھائی عرصہ کی جدائی کے بعد ملتے ہیں سعدؓ نے مصعبؓ سے خطاب فرماتے ہوئے کہا مصعب اب تم میرے غریب خانہ میں چلو وہیں چلکر رہو میں اپنے تمام قبیلہ کو بلاکر اسلام کی تلقین کروں گا یقین ہے کہ میرا سارا قبیلہ مسلمان ہو جائیگا۔

مصعب نے سعد کا شکریہ ادا کیا اور اسکے ساتھ اسکے مکان پر آئے سعد نے انکی مدارات شروع کی اور ایک غلام کو اپنے تمام قبیلے کو جمع کرنیکا حکم دیا۔ سعد کے مکان کے سامنے ایک نہایت وسیع میدان پڑا تھا لوگ اس میدان میں آآکر جمع ہونے لگے دو ہی تین گھنٹے کے اندر اندر تمام میدان انسانوں سے لبریز ہو گیا گویا بنو عبدالاشہل کا تمام قبیلہ آگیا جب سب لوگ آچکے تو سعد مصعب اور اسعد کو ہمراہ لیکر چلے اور مجمع کے درمیان جاکر کھڑے ہو گئے سعد کو دیکھتے ہی تمام لوگوں نے مرحبا کا نعرہ لگایا اس نعرہ سے فضا گونج گئی جب گونج ذرا کم ہوئی اور خاموشی چھاگئی تو سعد نے بلند آواز سے لوگوں سے دریافت کیا۔

اے بنو عبدالاشہل کے قبیلہ والو تم کیا سمجھتے ہو اور میری نسبت کیا خیال رکھتے ہو؟ ہر طرف سے آوازیں آئیں آپ ہمارے سردار ہیں ذی فہم ہیں مدبر ہیں آپ کی رائے ہمیشہ قابل عمل ہوتی ہے۔

سعد نے کہا اے میرے قبیلہ کے لوگو تم بخوبی جانتے ہو کہ میں بت پرست تھا اسلام اور مسلمانوں سے متنفر تھا۔ نہیں چاہتا تھا کہ میرے

قبیلہ کا کوئی شخص بھی مسلمان ہو۔ میں نے اعلان کر دیا تھا کہ میرے قبیلہ کا جو شخص مسلمان ہوگا اسے سخت سزا دوں گا۔ اب سنو اور غور سے سنو کہ دل سے سنو۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اسلام نہایت اچھا مذہب ہے میں نے اس مذہب کو سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے اب میں چاہتا ہوں تم سب بھی مسلمان ہو جاؤ۔ جو شخص مسلمان ہوگا اس سے میرا کچھ تعلق نہ کئی آوازیں آئیں ہم اسلام کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے جب تک ہمیں اسکے متعلق کچھ علم نہ ہو ہم کیسے اسلام قبول کر لیں۔ سعد نے کہا تم نے دانائی کی بات کی ہے تم کو حضرت مصعب بتائیں گے کہ اسلام کیا ہے خاموشی سے ان کی تقریر سنو۔ تمام مجمع خاموش ہو گیا۔ مصعب نے بلند آواز سے تقریر شروع کی انھوں نے فرمایا۔

یا ایھا الناس تمام عربستان اور صرف عربستان ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کفر و شرک کی بدعت میں مبتلا ہے بندے خدا کو بھولے ہوئے ہیں دنیا کے ہر گوشہ میں کسی نہ کسی طرح بت پرستی پھیل رہی ہے لیکن عربستان اس لعنت میں سب سے آگے ہے سوچئے اور غور کیجئے کہ وہ بت جنھیں ہم اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں خدا کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ ہم نے ان کو بنایا ہے لہذا اس طرح سے تو ہم انکے خدا ہوئے لیکن خدا ہم نہیں ہیں خدا تو وہ ہے جس نے دنیا کو پیدا کیا ہے جو ہوائیں چلاتا ہے پانی برساتا ہے سورج اور چاند کو گردش میں رکھتا ہے زندگی دیتا ہے رزق دیتا ہے

وہ تنہا ہے کوئی اسکی خدائی میں شریک نہیں ہے۔ وہی عبادت کے لائق ہے اور اسی کو پوجنا چاہیئے اسی نے زندگی دی ہے پھر موت دیگا اور مرنے کے بعد پھر زندہ کریگا اور حساب کتاب لیکر نیک بندوں کو بہشت اور گناہگاروں کو دوزخ میں ڈالیگا۔

تمام لوگ بڑے محو سے اسکی تقریر سن رہے تھے جب مصعب چپ ہوئے سعد نے دریافت کیا اب بتلاؤ تم اسلام قبول کرنے پر تیار ہو۔ سب نے کہا بالکل تیار ہیں اور اسعد نے لوگوں کو مسلمان کرنا شروع کیا۔ سینکڑوں آدمی تھے سب کو مشرف بہ اسلام کرنے میں ایک عرصہ لگ جاتا۔ جب تمام لوگ مسلمان ہو چکے تو سعد نے ان کو رخصت کر دیا آج مصعب و سعد بیت خوش ہوئے بت پرستوں کی تعداد کثیر مسلمان ہو گئی تھی۔ قریب قریب تمام بنی عبدالاشہل کا قبیلہ مسلمان ہو گیا تھا۔

اس قبیلہ کا تمام یثرب پر اثر تھا اسکے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو بڑی تقویت ہوئی۔ سعد نے پہلے قرآن شریف یاد کیا۔ جب وہ ازبر ہو گیا مصعب اور اسعد کے ساتھ ملکر تبلیغ شروع کی۔

چونکہ سعد ذی جاہ آدمی تھے۔ تمام قبیلہ اوس پر ان کا اثر تھا اسلئے لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے یہاں تک کہ تمام قبیلہ اور اس کی تمام شاخیں مسلمان ہو گئیں۔ ہم بیان کر آئے ہیں کہ یثرب میں قبیلہ اوس و خزرج نہایت زبردست قبائل تھے یہ دونوں ایک دوسرے کے حریف تھے اور آئے دن آپس میں لڑتے رہتے تھے مگر جب مسلمان ہونے شروع ہوئے تو

دیرینہ عداوت جاتی رہی اور آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔

چونکہ قبیلہ اوس کی تمام شاخیں مسلمان ہو گئی تھیں ان ہر دو قبائل کے مسلمان ہونے سے اسلام کو بڑی تقویت ہوئی اور ایک معنوں میں تو یثرب کے تمام بت پرست مسلمان ہو گئے۔ صرف چند ہی قبیلے باقی رہ گئے یا وہ یہودی رہ گئے جو کہ نواح یثرب میں آباد تھے۔

مصعب یثرب میں ۱۳ نبوی میں آئے تھے دس ماہ کی قلیل مدت میں انھوں نے یثرب کی بیشتر آبادی کو مسلمان کر لیا تھا۔ جب حج کا زمانہ آیا اور کفار یثرب حج کی تیاریاں کرنے لگے تو حضرت مصعب نے بھی تیاریاں شروع کیں۔ ایک بہت بڑا قافلہ خانہ کعبہ جانیکے لیے تیار ہوا اس قافلہ میں بت پرست زیادہ تھے۔ مسلمان صرف بہتر مرد اور دو عورتیں تھیں ان مسلمانوں میں ذی عزت اور مشہور لوگ یہ تھے!!

اسعد بن زرارہ۔ اسیدؓ بن حصیر۔ ابو الہیثم بن الہتیان۔ براء بن المعرورؓ عبداللہ بن الارادحہ۔ عبادہ بن صامت۔ سعدؓ بن ربیع۔ سعدؓ بن عبادہ۔ رافع بن مالک۔ عبداللہؓ بن عمر۔ سعدؓ بن خیثمہ اور منذرؓ بن عمرو وغیرہ!

یہ قافلہ عبداللہ بن ابی سلول کی قیادت میں عازم مکہ ہوا۔ یثرب کے مسلمان مسلمانوں کو کفار کافروں کو رخصت کرنے کیلئے مشنات الوداع کی گھاٹیوں تک آئے۔

---

لہ عبداللہ بن ابی نہایت عقلمند تجربہ کار اور چالاک شخص تھا اسکا اثر اوس وخزاج کے قبائل اور انکی شاخوں پر تھا۔ قبائل اوس اور خزاج چند روز بیشتر جنگ بعاث میں خونریز لڑائی لڑکر کمزور

وہ تنہا ہے کوئی اسکی خدائی میں شریک نہیں ہے۔ وہی عبادت کے لائق ہے اور اسی کو پوجنا چاہیئے اسی نے زندگی دی ہے پھر موت دیگا اور مرنے کے بعد پھر زندہ کریگا اور حساب کتاب لیکر نیک بندوں کو بہشت اور گناہگاروں کو دوزخ میں ڈالیگا۔

تمام لوگ بڑے جمود سے اسکی تقریر سن رہے تھے جب مصعب چپ ہوئے تو سعد نے دریافت کیا اب تبلاؤ تم اسلام قبول کرنے پر تیار ہو؟ سب نے کہا بالکل تیار ہیں اور اسعد نے لوگوں کو مسلمان کرنا شروع کیا۔ سینکڑوں آدمی تھے سب کو مشرف بہ اسلام کرنے میں ایک عرصہ لگ جاتا۔ جب تمام لوگ مسلمان ہو چکے تو سعد نے ان کو رخصت کر دیا آج مصعب و سعد بہت خوش ہوئے بت پرستوں کی تعداد کثیر مسلمان ہو گئی تھی۔ قریب قریب تمام بنو عبدالاشہل کا قبیلہ مسلمان ہو گیا تھا۔

اس قبیلہ کا تمام یثرب پر اثر تھا اسکے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو بڑی تقویت ہوئی۔ سعد نے پہلے قرآن شریف یاد کیا۔ جب وہ ازبر ہو گیا تو مصعب اور اسعد کے ساتھ ملکر تبلیغ شروع کی۔

چونکہ سعد ذی جاہ آدمی تھے۔ تمام قبیلہ اوس پر ان کا اثر تھا اسلئے لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے یہاں تک کہ تمام قبیلہ اوس کی تمام شاخیں مسلمان ہو گئیں۔ ہم بیان کر آئے ہیں کہ یثرب میں قبیلہ اوس و خزرج دو نہایت زبردست قبائل تھے یہ دونوں ایک دوسرے کے حریف تھے اور آئے دن آپس میں لڑتے رہتے تھے مگر جب مسلمان ہونے شروع ہوئے تو

دیرینہ عداوت جاتی رہی اور آپس میں بھائی بن گئے۔

چونکہ قبیلہ اوس کی تمام شاخیں مسلمان ہو گئی تھیں ان ہر دو قبائل کے مسلمان ہونے سے اسلام کو بڑی تقویت ہوئی اور ایک معنوں میں تو یثرب کے تمام بت پرست مسلمان ہو گئے۔ صرف چند ہی قبیلے باقی رہ گئے یا وہ یہودی رہ گئے جو کہ نواح یثرب میں آباد تھے۔

مصعب یثرب میں ۱۳ نبوی میں آئے تھے دس ماہ کی قلیل مدت میں انھوں نے یثرب کی بیشتر آبادی کو مسلمان کر لیا تھا۔ جب حج کا زمانہ آیا اور کفار یثرب حج کی تیاریاں کرنے لگے تو حضرت مصعب نے بھی تیاریاں شروع کیں۔ ایک بہت بڑا قافلہ خانہ کعبہ جانیکے لئے تیار ہوا اس قافلہ میں بت پرست زیادہ تھے۔ مسلمان صرف بہتر مرد اور دو عورتیں تھیں ان مسلمانوں میں ذی عزت اور مشہور لوگ یہ تھے!!

اسعد بن زرارہ۔ اسیدؓ بن حصیر۔ ابو الہیثم بن الہتیان۔ براء بن المعرور عبداللہ بن الارادحہ۔ عبادہ بن صامت۔ سعدؓ بن ربیع۔ سعدؓ بن عبادہ۔ رافع بن مالک۔ عبداللہؓ بن عمر۔ سعدؓ بن علیثمہ اور منذرؓ بن عمرو وغیرہ!

یہ قافلہ عبداللہ بن ابی سلول[1] کی قیادت میں عازم مکہ ہوا۔ یثرب کے مسلمان مسلمانوں کو کفار کافروں کو رخصت کرنے کیلئے مثنات الوداع کی گھاٹیوں تک آئے۔

---

[1] عبداللہ بن ابی نہایت عقلمند تجربہ کار اور چالاک شخص تھا اسکا اثر اوس و خزاج کے قبائل اور انکی شاخوں پر تھا۔ قبائل اوس اور خزاج چند روز بیشتر جنگ بعاث میں خونریز لڑائی لڑکر کمزور

جب قافلہ ان گھاٹیوں سے آگے نکل گیا تو قافلہ کو رخصت کرنیوالے الوداع کہہ کر یثرب واپس چلے آئے۔

(نوٹ صفحہ ۲۰۵ سے آگے پیوستہ)

ہو چکے تھے عبداللہ نے انکی کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور ہر دو قبائل کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ اسے یعنی عبداللہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیں۔ چنانچہ انھوں نے اس بات کو تسلیم کرلیا اور اسکے لئے سونے کا تاج بنوایا گیا۔

تاج تیار ہوچکا عبداللہ مسرور تھا کہ وہ یثرب کا بادشاہ بنا دیا جائیگا۔ چنانچہ تجویز یہ قرار پائی کہ ایک عظیم الشان جلسہ کرکے اسکے سر پر تاج رکھکر باقاعدہ اسکی بادشاہی کا اعلان کریں۔

ابھی یہ تجویز پایۂ تکمیل تک نہ پہنچی تھی کہ یثرب میں مسلمان پہنچ گئے اور اوس و خزارج کی تعداد کثیر مسلمان ہوکر آپس میں متفق ہو گئے لیکن ابھی تک ہر دو قبائل کا یہ خیال تھا کہ عبداللہ کو بادشاہ بنایا جائے۔

چنانچہ یہ قرار پایا کہ حج سے فارغ ہوکر اسکی تکمیل کی جائے گی۔

ے۲ مثنیات الوداع کے معنی (رخصت کی گھاٹیاں)

ے۲ اہل یثرب جب کسی کو رخصت کرتے یعنی مکہ کی طرف بھیجتے تو ان گھاٹیوں تک ہمراہ آتے اور یہاں آکر وداع کرتے اسلئے ان گھاٹیوں کا نام مثنیات الوداع ہی مشہور ہو گیا تھا۔

# اُنیسوّاں باب (۱۹)

## دعوت ہجرت

آنحضرت صلعم نے مصعبؓ بن عمیر کو اہل یثرب کے ہمراہ تبلیغ اسلام کے لئے روانہ کیا تھا۔ آنحضرت صلعم کو ان کا بڑا خیال تھا جب کوئی آدمی یثرب سے آتا تو آپ اس سے مصعب کی خیریت معلوم کرتے۔ آپکو معلوم ہو گیا کہ یثرب میں اسلام خوب پھیل رہا ہے اور لوگ جوق درجوق مسلمان ہو رہے ہیں آپکو اس سے بڑی مسرت ہوئی۔ مگر یثرب والوں کے مسلمان ہونیکی خبریں کفار مکہ کو پہنچ رہی تھیں اور وہ اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتے ہوئے دیکھکر اور سن کر نہایت برافروختہ ہو رہے تھے انھیں اندیشہ لاحق ہو گیا تھا کہ مبادا اگر زور مسلمان زور پکڑ کر یثرب اور مکہ دونوں پر تسلط کر لیں۔

چونکہ یثرب کے مسلمان پر انکی دسترس نہ تھی وہ ان سے دُور تھے ان پر کسی قسم کی سختی نہ کرتے تھے اسلئے مجبور تھے مگر مکہ کے مسلمانوں پر ان کا قابو چلتا تھا انھیں ستا سکتے تھے اسلئے ان پر جور وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے اگرچہ وہ پہلے بھی بہت کچھ جور وستم کر چکے تھے مگر اب انھوں نے سفاکانہ

درندگی میں اور اضافہ کر دیا تھا وہ ہر مسلمان کو مارتے پیٹتے ایذا دیتے تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اسلام سے منحرف ہو کر پھر بت پرست بن جائیں لیکن مسلمان ایسے پکے اور راسخ العقیدہ تھے جفائیں سہہ رہے تھے ستم برداشت کر رہے تھے سختیاں اٹھا رہے تھے مگر اسلام سے منحرف نہ ہوتے تھے بلکہ جسقدر وہ نشانہ ستم بنتے اسی قدر پکے مسلمان اور اسلام کے فدائی بنجاتے تھے۔ کافروں کو ان پر غصہ آتا اور یہ غصہ قہر و غضب کی صورت میں مسلمانوں پر نازل ہوتا تھا اور اسی کشمکش میں حج کا زمانہ قریب آگیا۔ اطراف عرب سے حاجیوں اور زائروں کے گروہ اور قافلے آنے شروع ہو گئے۔

چونکہ آنحضرت صلعم کو اطلاع مل چکی تھی کہ یثرب سے بھی ایک قافلہ روانہ ہو چکا ہے اور وہ عنقریب مکہ پہنچنے والا ہے اور اس قافلہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد آرہی ہے اسلئے آنحضرت صلعم اس قافلے کا انتظار کر رہے تھے آخر وہ دن بھی آگیا جب یثرب کا قافلہ آکر مکہ سے باہر خیمہ زن ہوا۔

چونکہ کثیر التعداد قافلے آئے تھے اور ہر قافلے میں سینکڑوں حاجی تھے اسلئے مکہ سے باہر دور تک خیمے اور چھولداریاں نصب ہوتی چلی گئی تھیں۔ گویا مکہ کے باہر خیموں کا ایک زبردست شہر آباد تھا جہاں لوگوں کی آمد و رفت سے ہر وقت چہل پہل رہتی تھی ہر قافلہ الگ الگ خیمہ زن ہوا تھا۔

گویا دور تک خیموں کا ایک شہر سا آباد ہو گیا تھا اسلئے یہ پتہ لگانا کہ کس شہر کس قریہ کس قصبہ کے لوگ کہاں خیمہ زن ہیں بڑا مشکل کام تھا۔

صحرا نشین بدو اور خانہ بدوش بھی کثرت سے آئے ہوئے تھے وہ اس طرح

سے بکھڑے پڑے تھے کہ میدان کا بیشتر حصہ انھوں نے گھیر لیا تھا۔ اگرچہ آنحضرت صلعم نے یثرب کے قافلہ کی تلاش شروع کر دی تھی مگر کچھ سراغ نہ ملا۔ بالآخر تلاش کرتے کرتے خاص حج کا دن آگیا اور لوگ طواف کعبہ کیلئے امڈ آئے۔ خانہ کعبہ میں انسانوں کا اجتماع عظیم ہو گیا۔

حرم محترم اور اسکے باہر کا میدان لوگوں سے لبریز ہو گیا۔ طواف شروع ہو گیا اور مراسم حج ادا ہوئے جب آنحضرت صلعم طواف سے فارغ ہوئے تو اتفاقیہ اسعد بن زرارہ مل گئے۔ مصعب بھی انکے ہمراہ ہی تھے۔

دونوں نے بڑھکر آنحضرت صلعم کو دیکھا اور آنحضرت صلعم انھیں دیکھکر بہت خوش ہوئے آپ نے فوراً حضرت مصعب سے استفسار فرمایا۔

مصعبؓ کہئے تمہاری تبلیغ کا کیا نتیجہ رہا مصعبؓ نے کہا خدا کے فضل و کرم سے بڑی کامیابی رہی قبائل اوس اور خزرج کے زیادہ آدمی مسلمان ہو گئے۔ یثرب میں اب بہت کم بت پرست باقی ہیں آنحضرت صلعم یہ سنکر بیحد مسرور ہوئے آپکی خندہ پیشانی کشادہ ہو گئی اور روئے مبارک پر تابندگی سے جلال نظر آیا۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کا شکر ہے انشا اللہ جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی مسلمان ہو جائیں گے۔

مصعب نے کہا۔ بہتر مرد اور دو عورتیں باقی تمام آپکے دیدار کے بیحد مشتاق ہیں۔

آنحضرت صلعم۔ میں خود ان کے دیکھنے کا شائق ہوں۔

اسعد بن زرارہ نے آنحضرت صلعم سے کہا ہم پھر آپ سے تنہائی میں

اور اطمینان کی جگہ ملنا چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا تم رات کو عقبہ کی گھاٹیوں میں آجاؤ میں بھی وہیں آجاؤنگا اور اسی جگہ بیٹھکر اطمینان سے باتیں کرینگے۔ مگر زیادہ آدمیوں کو ہمراہ نہ لانا خدشہ ہے کہ کفار مکہ کو خبر نہ ہوجائے اور وہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کردیں۔ اسعد نے کہا ہم خاص خاص لوگ حاضر ہونگے اور نہایت اطمینان کے ساتھ آوینگے

آنحضرتؐ۔ اچھا اب تم جاؤ مصعب تم بھی انکے ساتھ ہی آنا۔

دونوں آنحضرت صلعم کو سلام کرکے چلے گئے اور اپنے مکان میں واپس آگئے۔ جب آفتاب غروب ہوگیا اور آپ نے مغرب کی نماز پڑھ لی تو آپ اپنے مکان سے باہر نکلے اور عقبہ کی پہاڑیوں کی طرف روانہ ہوگئے۔

ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ آپ کو عباس بن عبدالمطلب مل گئے عباس ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ مگر آپ کو مسلمانوں سے عموماً اور آنحضرتؐ سے خصوصاً ہمدردی تھی۔

آپ نے آنحضرت صلعم کو دیکھتے ہی فرمایا۔ آپ رات کے وقت کہاں جارہے ہیں اور پھر تنہا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا میں ایک کام سے عقبہ کی گھاٹیوں میں جارہا ہوں کیا آپ میرے ہمراہ تشریف لے چلیں گے۔

عباسؓ نے جواب دیا چلوں گا۔ مجھے قوم کی طرف سے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ آپکو نقصان نہ پہنچائے۔

آنحضرت صلعم۔ اندیشہ نہ کرو۔ خدا میرا مددگار اور حامی ہے۔

دونوں چلے اور مکہ کے گلی کوچوں کو طے کرتے ہوئے باہر آئے اور عقبہ

ں گھاٹی کی طرف روانہ ہوئے اب اچھی خاصی رات ہو گئی تھی۔ چاند نکلا ہوا تھا اور چاندنی ریگ زار پر چٹک کر ریت کو جگمگا رہی تھی۔ ہوائے خوشگوار کے لطیف ترین جھونکے چل رہے تھے جس سے سرور زندگی حاصل ہو رہا تھا دونو چلکر گھاٹی میں پہنچے یہاں یثرب کے بہت سے مسلمان آنحضرت صلعم کے انتظار میں چشم براہ تھے آنحضرت صلعم کو دیکھتے ہی سب آپ سے مصافحہ کرنے کیلئے بڑھے۔

سب نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ سب سے مصافحہ کیا اور ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ آپکے سامنے تمام لوگ مودبانہ بیٹھ گئے۔

اسعد بن زرارہ نے کہا حضور اکرم پر میرے ماں باپ اور مال فدا ہوں ہم حضور اکرم ہی کی بدولت کفر و شرک کی ضلالت آمیز گمراہی سے نکلکر ایمان اور خدا پرستی کی روشنی میں آئے۔ ایک عرصہ کے بعد بندوں نے اپنے معبود حقیقی کو پہچانا ہے ہم اور جو لوگ یثرب میں رہ گئے ہیں وہ آنحضرت صلعم کے بیحد مشکور ہیں ہم کو اہل یثرب نے وکیل بنا کہ آپکی خدمت میں اسلیے بھیجا ہے کہ ہم آپ کو یثرب چلنے کی دعوت دیں یقین ہے کہ آپ ہماری اس استدعا کو منظور فرما کر مسرور و شادماں فرمائیں گے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ مجھے یثرب والوں سے غائبانہ محبت ہے مجھے ان سے ملنے کا بیحد اشتیاق ہے مجھے خوشی ہے کہ مجھے یثرب ہی میں ہجرت کرنے کا حکم ہوا ہے لیکن خدا کا حکم صرف اسی قدر نازل ہوا ہے کہ مجھے یثرب ہجرت کرکے جانا ہوگا۔ لیکن کب ہجرت کروں گا اس کا ارشاد نہیں ہوا تاہم

آثار و قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ عنقریب ہجرت کرنیکا حکم ہونے والا ہے میں اطمینان دلاتا ہوں کہ حکم ہوتے ہی فوراً یثرب پہنچوں گا۔

اہل یثرب اس بات کو سنکر کمال مسرور ہوئے۔ براء بن المعرور نے کہا ہم اور تمام اہل یثرب اپنی خوش نصیبی پر جسقدر بھی ناز کریں کم ہے ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر ہمیں ساری دنیا کی دولت اور سارے جہاں کی حکومت ملجائے تو ہم اسقدر مسرور و شادماں نہیں ہو سکتے جسقدر آنحضرت صلعم کے یثرب تشریف لے جانے سے ہونگے۔ ہمارے لیئے وہ دن کس قدر مسرت کا ہوگا جس دن آپ تشریف لے جاویں گے۔

ابو الہیثمؓ نے کہا۔ بخدا بھائی براءؓ نے بالکل سچ فرمایا ہمیں دنیا بھر کی نعمتوں اور مسرتوں سے زیادہ آنحضرت صلعم کے تشریف لے چلنے کی خوشی ہوگی۔ ہماری عورتیں ہمارے مرد اور ہمارے بچے حضور اکرم کے لیئے چشم براہ ہوں گے۔

حضرت عباس نے فرمایا اے یثرب والو تم واقف نہیں ہو کہ حضرت محمد صلعم کو یثرب لے جانے سے کن مصائب اور کونسی دقتوں کا مقابلہ کرنا پڑیگا۔ نہ صرف اہل مکہ بلکہ تمام عربستان تمہارے خلاف ہو جائیگا۔ سارے قبائل تم پر لشکر کشی کرینگے۔ ہر ایک قبیلہ تمہارا دشمن ہو جائیگا قبیلہ کا ہر فرد تم سے نفرت کرے گا۔ سوچو تم کس کس کا مقابلہ کرو گے اور کس کس سے حضرت محمد صلعم کو بچاؤ گے۔

آج حضرت محمد صلعم اپنے خاندان کی حفاظت میں ہیں اگرچہ تمام مکہ اور

مکہ کا تمام نواحی علاقہ آپ کا دشمن ہے آپ کو ایذا پہنچانا اور قتل کرنا چاہتا ہے مگر ہاشمیوں کے رعب وخوف سے چپ ہے آپ کی حفاظت آسان کام نہیں ہے اگر تم سارے عربستان کا نہیں دنیا کے تمام کفار کا مقابلہ کر سکتے ہو۔ اگر تم عظیم اور خونریز لڑائیاں لڑنے کے لیئے آمادہ ہو؟ اگر تم دنیا وجہان کے مصائب برداشت کرنے پر تیار ہو تو آنحضرت صلعم کو یثرب لے جانے یا وہاں بلانے کا نام لو ورنہ خاموش ہو جاؤ اور اس وقت کا انتظار کرو۔ جب حضرت محمد صلعم کا خدا انھیں کفار مکہ پر فتح دے۔

براء بن المعرور نے کہا۔ اے ہاشمی نوجوان میں نے اور میرے ساتھیوں نے آپکی بات سن لی۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ حضور اکرم کو یثرب لیجانے سے ہم پر کسقدر ذمہ داریاں عاید ہونگی۔ کیا کیا مصائب برداشت کرنے پڑیں گے اور کون کون سے لوگوں سے لڑنا پڑے گا۔

ہم نے ان تمام باتوں کو سوچکر اور انکے ہر ایک پہلو پر بنظر تعمق غور کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کو دعوت دی ہے ہم اسوقت آپکی حفاظت کرینگے۔ جب تک کہ یثرب میں ایک مسلمان بھی زندہ نہ رہیگا۔ کسی کی ہمت نہیں ہے کہ ہماری زندگی میں آنحضرت صلعم کا بال بیکا بھی کر سکے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا اے یثرب کے مسلمانوں میرے چچا عباس نے جو کچھ فرمایا ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ تمام واقعات ہونے والے ہیں۔ آپ واقف ہوں گے کہ مکہ والے مجھے اور عام مسلمانوں کو کسقدر تنگ کر رہے ہیں ہم سے کس درجہ عداوت رکھتے ہیں۔ میرا یثرب میں جانا

اہل مکہ کو اعلان جنگ دینا ہے مجھے خوف ہے کہ خون کی ندیاں نہ بہ جائیں
اگرچہ یہ صحیح ہے کہ مجھے یثرب میں ہجرت کرنے کا حکم ہو چکا ہے۔ کب ہجرت
کروں ؟ صرف یہ حکم باقی ہے اور اس حکم کا ہی مجھکو انتظار ہے۔

مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر میں خود آونگا تو ذمہ داری میری ہوگی
اور اگر تم بلاؤ گے تو تمام ذمہ داری تم پہ عائد ہوگی۔ اسلیے یہی بہتر ہے کہ
تم دعوت نہ دو۔ سعد بن زرارہ نے کہا۔حضور اکرم سلیے ہم نے اور تمام
اہل یثرب نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے حضور کو دعوت
دی ہے ہم آپکو حضرت عباس کو یقین دلاتے ہیں کہ مر جائینگے مگر آنحضرت
صلعم پر آنچ نہ آنے دیں گے اور خزاج کے قبائل ایسے کم بخت نہیں
ہو جائینگے کہ اپنی ذمہ داری کو توڑ کر دنیا بھر میں رسوا ہو جائیں گے خدا
کی قسم ہرگز ہرگز ایسا نہ کریں گے۔

براءؓ نے کہا ہم تمام ذمہ داریاں اپنے سر لیتے ہیں اور زندگی کے
آخری سانس تک آنحضرت صلعم کی رفاقت کا اقرار کرتے ہیں۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا میں اقرار کرتا ہوں کہ زندگی بھر تمہارے
ساتھ رہوں گا۔ میرا جینا اور مرنا یثرب میں ہوگا۔

عبداللہ بن رواحہ نے کہا اے حبیب خدا آج ہم دنیائے جہاں
پر لات مار کر آنحضرت صلعم کی دوستی کا اپنی آخری ایام زندگی تک اقرار کرتے
ہیں مگر اس کے صلہ میں ہم کو کیا ملے گا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ خدا کی رضامندی اور عقبیٰ میں جنتّ۔

عبداللہ نے جلدی سے کہا۔ بس اسی پر حضور صاد ہو چکا اب نہ آپ اس قول سے پھریں گے نہ ہم پھریں گے!

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ میں نہ آجتک اپنے قول سے پھرا ہوں اور نہ آیندہ انشاء اللہ پھروں گا۔ مگر ابھی تم نے اپنی مشکلات پر غور نہیں کیا صرف یہی نہیں کہ تم کو دنیا بھر سے لڑنا پڑے گا بلکہ یہ بھی کہ میرے ساتھ یا مجھ سے پہلے جو مکہ کے مسلمان ہجرت کرینگے اور یثرب رہ جاینگے وہ تمام مفلس ہوں گے نہ انکے پاس کھانے کو ہوگا نہ پہننے کو۔ ان سب کا بوجھ آپ پر پڑیگا اور یہ بوجھ ناقابل برداشت ہوگا اسلیے تم اگر مناسب سمجھو تو اس قدر ذمہ داریوں کا اقرار نہ کرو۔

عبادہؓ بن صامت نے کہا۔ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ایک بھائی کا فرض ہے کہ اپنے بھائی کی ہر ممکن امداد کرے ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کرینگے۔ جب تک مہاجرین کی ضروریات پوری نہ کرینگے اسوقت تک کبھی اپنی ضروریات پوری نہ کر سکیں گے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا تو بس تمام باتیں طے ہو گئیں۔۔۔۔

براؓ نے کہا۔ حضور اکرم ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر ان تمام باتوں کا اقرار کر کے بیعت کرتے ہیں۔

آنحضرت صلعم نے ہاتھ بڑھایا ہر یثربی مسلمان نے آپکے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیعت کی۔ تاریخوں میں اس بیعت کا نام "بیعت عقبیٰ ثانیہ" ہے یہ بیعت سنہ ۱۳ نبوی میں واقع ہوئی۔ بیعت سے فارغ ہو کر تمام

مسلمان خاموشی سے ایک ایک دو دو کر کے منتشر ہونے لگے۔ یہ احتیاط اس وجہ سے کیجارہی تھی کہ کسی طرح سے کفار مکہ کو اس اجتماع عظیم کا حال معلوم نہ ہو سکے۔

لیکن جب اسعد بن زرارہ اور براءؓ بن المعروف آنحضرت صلعم سے رخصت ہو رہے تھے تو ایک آواز آئی!!

اے مکہ والو ہوشیار ہو جاؤ۔ محمدؐ اور ان کے پیرو کار مسلمان تمہارے خلاف سازش کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلعم۔ حضرت عباس براءؓ۔ اسعدؓ اس آواز کو سنکر چونک پڑے۔

حضرت عباسؓ نے حضرت اسعد اور براء سے کہا اب تم ایک لمحہ کے لئے بھی توقف نہ کرو۔ فوراً یثرب چلے جاؤ۔ کسی شریر شیطان نے دیکھ لیا ہے اور ہماری باتوں کو سن لیا ہے۔

فوراً اسعد اور براءؓ چلے اور چند ہی قدم چلکر گھاٹیوں کے پیچ و خم میں غائب ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد آنحضرت صلعم اور حضرت عباسؓ چلے اور گھاٹی سے نکلکر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

---

# (۲۰) بیسواں باب

## "اذن ہجرت"

جب آنحضرت صلعم گھاٹی سے نکلے اور چند قدم چلے تو آپکو کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دی۔ آپ نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو اسطرف سے ایک قوی ہیکل عرب لمبے لمبے قدم رکھتا ہوا آ رہا تھا۔ حضرت عباس نے بھی اس آنے والے عرب کو دیکھا۔ عرب قدم بڑھاتا ہوا اور درشت لہجہ میں بولا۔ محمد تم کیا سازش کر رہے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس کی طرف دیکھکر جواب دیا۔

نضر تمہیں کس سازش کا گمان ہوا؟ یہ اعرابی نضر بن الحارث ہی تھا یہ قبیلہ بنو عبد الدار کا ایک فرد تھا۔ نہایت سرکش بڑا مدمغ تھا مسلمانوں سے سخت نفرت کرتا تھا۔ کفر و شرک میں ابو جہل سے کم نہ تھا اس نے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ تم نے یثرب کے لوگوں کو مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہے۔

آنحضرت صلعم نے مسکرا کر فرمایا۔ نضر یہ خیال خام ہے یثرب والے

کیوں میرے کہنے سے مکہ پر حملہ آور ہونگے۔

نضر نے بگڑ کر دریافت کیا۔ پھر کیا مشورہ کیا جارہا تھا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ چونکہ اہل مکہ مجھے اور مسلمانوں کو ستاتے ہیں اسلئے میرا ارادہ یثرب میں ہجرت کرجانے کا ہے یہی مشورہ تھا۔ اور اسی مشورہ کیلئے ہم جمع ہوئے تھے۔ چونکہ کفار بھی اس بات کو جانتے اور مانتے تھے کہ آنحضرت صلعم کبھی کسی حالت میں جھوٹ نہیں بولتے اسلئے نضر کو حضور اکرم کی بات کی تردید کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ البتہ اس نے صرف اتنا دریافت کیا۔ کیا آپ یثرب جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہاں نضر جب میری قوم مجھے ستاتی ہے تو میرے لئے سوائے ہجرت کرنے کے اور چارہ ہی کیا ہے نضر جب ہو کر چلا گیا اسکے بعد آنحضرت صلعم اور عباسؓ بھی چلے۔ مکہ میں داخل ہو کر آپ اپنے مکان کی طرف روانہ ہوگئے۔

آپ نے مکان پر نماز پڑھی اور آرام کرنے لگے صبح سویرے بیدار ہو کر ارقم کے مکان پر پہنچے۔ چونکہ صبح کی نماز کا وقت تھا اسلئے تمام مسلمان جمع تھے۔ سب نے نماز پڑھی۔ نماز پڑھکر آنحضرت صلعم نے قرآن شریف کی تلاوت شروع کی۔ سب مودب بیٹھکر سکون و اطمینان سے سننے لگے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق مشہور ہے کہ وہ جب زبور پڑھا کرتے تھے تو انسان تو انسان پرندے تک بھی ان کی خوش الحانی سے مسحور ہوجایا کرتے تھے۔ وہ نہایت خوش آواز تھے مگر آنحضرت صلعم کچھ ایسے لہجہ میں

کلام اللہ کی تلاوت کیا کرتے تھے کہ مسلمان یا کافر جو سنتا تھا محو و منہمک ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا۔

چنانچہ آج بھی تمام مسلمان کمال سکون بڑی توجہ اور پورے انہماک سے سن رہے تھے۔ جب آنحضرت صلعم نے تلاوت ختم کی تو مسلمانوں نے سر اٹھائے آنحضرت صلعم کو دیکھا۔ گر پڑھتے ہوئے جلال و جمال سے آپ کا روئے انور زیادہ عرصے تک نہ دیکھ سکے۔ آنکھیں جھکا لیں اور بیٹھے رہ گئے اب آنحضرت صلعم تمام مسلمانوں سے مخاطب ہوئے۔

مسلمانو! مجھے ہجرت کا حکم ملا ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یثرب ہی دار السلام بنے گا اہل مکہ کی سختیاں حد سے گذر گئی ہیں انشاء اللہ یثرب میں پہنچکر مسلمانوں کو آرام و اطمینان نصیب ہوگا۔ تم میں سے جو لوگ ہجرت کر سکتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں وہ آج ہی سے تیاریاں شروع کر دیں اور احتمال ہے کہ کفار مکہ ہجرت نہ کرنے دینگے بلکہ مزاحم ہونگے اسلئے خفیہ طریقہ پر روانگی ہو گی اس وجہ سے تیاریاں بھی خفیہ طریقہ پر کیجائیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا اے خدا کے محبوب آخر ہم کب تک کفار کے تختہ مشق ستم بنے رہیں کیونکہ ان سے ڈر کر چھپ کر چوروں کی طرح سے ہجرت کریں کیوں نہ تمام مسلمان ملکر ایک ہی دن سب کے سامنے یثرب کیجانب روانہ ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ اس طرح فساد ہونے کا احتمال ہے کفار لڑائی کا بہانہ ڈھونڈھ رہے ہیں ہمیں اپنی طرف سے انہیں لڑائی کا موقعہ نہ دینا چاہئے انکے

علاوہ لڑائی کے متعلق ابھی تک خدا کا حکم صادر نہیں ہوا ہے اور ہمیں بغیر خدا کے حکم سے کوئی کام نہ کرنا چاہیئے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا بیشک ہم محکوم ہیں خدا کے اور خدا کے بعد اُسکے رسول کے۔ اسلیئے ہمکو وہی کرنا چاہیئے جسکا خدا اور اسکے رسول حکم دیں اگر آپکا یہی منشا ہے کہ ہم خفیہ طریقہ پر ہجرت کی تیاریاں کریں تو ہمکو کیا عذر ہو سکتا ہے اگرچہ وطن ہر قوم کو۔ قوم کے ہر خاندان کو اور خاندان کے ہر فرد کو عزیز ہوتا ہے۔ مکہ ہمارا وطن ہے ہمکو بھی اپنا وطن عزیز ہے مگر خدا اور اسکے رسول کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔

جب ہم نے اسلام کی محبت میں اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو چھوڑ دیا تو وطن چھوڑنے میں کیا بات مانع ہو سکتی ہے ہم تیار ہیں جب آنحضرت صلعم حکم دینگے فوراً تیار ہو جائینگے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہجرت کا حکم ہو چکا ہے تیاری کرو اور ہجرت کر جاؤ۔ مگر اس بات کا خیال رہے کہ کوئی ایسا شخص ہجرت نہ کرے جو کفار کا مقروض ہو جسکے پاس کفار کی امانتیں ہوں۔ کوئی آدمی کفار کا ایک چھلہ ایک تنکہ بھی لیکر نہ جائے ہجرت وہ اشخاص کریں جو ہر طرح سے آزاد ہوں۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا مسلمانو اگر تم میں سے کسی پر کسی کافر کا قرض آتا ہو تو مجھے بتاؤ تاکہ میں اُسے ادا کرکے تمکو آزاد کراؤں سب نے کہا ہم میں سے کسی پر بھی کسی کافر کا قرضہ نہیں آتا۔ چونکہ کفار مسلمانوں کو تنگ کرتے رہتے تھے اسلیئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ کسی مسلمان کو قرضہ دیدیتے۔

آپنے فرمایا اب تم ہجرت کرنیکے مجاز ہو۔ کچھ عرصے کے بعد آپ اُٹھے

اور اپنے مکان کیطرف روانہ ہوئے۔ آپکے بعد تمام مسلمان بھی دو دو چار چار کر کے حرم کے مکان سے نکلے اور اپنے اپنے مکانوں کیطرف چلے گئے۔ چونکہ حج ہو چکا تھا اسلئے حجاج کے قافلے بھی روانہ ہونے شروع ہوئے۔ چند پانچ دن میں ہی تمام قافلے اور سارے حاجی چلے گئے اور کعبہ دشت میدان پڑا رہ گیا۔ کچھ عرصے کے بعد ہی مسلمانوں نے ہجرت شروع کر دی۔ جو لوگ سواری کی استطاعت نہ رکھتے تھے وہ پیدل ہی روانہ ہو گئے۔

اول اول تو کفار مکہ مسلمانوں کی ہجرت سے لاعلم رہے مگر جب ہجرت کر کے جانے والوں کے مکان خالی دیکھے تب کھٹکے اور تفحص کرنے لگے کہ یہ لوگ کہاں جا رہے۔ تھوڑی ہی تفتیش سے معلوم ہو گیا کہ یہ سب یثرب روانہ ہو گئے ہیں اور تمام مسلمان عنقریب ہجرت کرنے والے ہیں۔ اس بات نے کفار مکہ کو برہم کر دیا اس برہمی کی وجہ یہ تھی کہ اہل مکہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کا مرکز یثرب قرار دے لیا ہے اور یثرب کے لوگ جوق در جوق مسلمان ہو رہے ہیں انھیں اندیشہ ہوا کہ مکہ کے مسلمان وہاں پہنچکر زور و قوت حاصل کر کے انکے اور انکے اعزاز کیلئے خطرہ عظیم کا باعث بنجائیں گے اسلئے اب انھوں نے ہجرت میں روڑے اٹکانے شروع کیئے۔

ہر ممکن طریقہ سے انھیں روکنے اور انکی نگہداشت کرنے لگے جب معلوم ہوتا کہ کوئی مسلمان ہجرت کرنیوالا ہے تو اسکا مکان گھیر لیتے اسکی تمام چیزیں چھین لیتے اور اسے زد و کوب کرتے۔ سنگدل وحشی کفار مکہ یہ بھی گوارا نہ کرتے تھے کہ بکسی و بے بس مسلمانوں کو ہجرت ہی کرنے دیں۔ بلکہ یہ چاہتے تھے کہ یا تو مسلمان دوبارہ کافر

ہو کر انکے مذہب میں داخل ہوں یا ذلیل و غلام بنکر مکہ میں رہیں مسلمان بھی ان سے تنگ آ گئے تھے اور وہ موقع و محل کے منتظر تھے۔ اور جب موقع پاتے آنکھ بچا کر ہجرت کر جاتے اس طرح سے چپکے ہی چپکے بیسیوں مسلمان ہجرت کر گئے مشرکوں کو مسلمانوں کی یہ حرکت اس درجہ ناگوار گذری کہ انھوں نے غصہ میں آ کر ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے گھروں میں آگ لگا دی انھیں ایک تودہ خاک بنا دیا اس سے ان کا یہ مطلب تھا کہ دیگر مسلمان اپنے گھروں کی بربادی کا خیال کر کے ہجرت کا ارادہ فسخ کر دیں لیکن جو لوگ ہجرت کر رہے تھے جنکی واپسی کا ارادہ بھی نہ تھا۔ انھیں گھروں کی بربادی کا خیال کیا ہوتا۔ چنانچہ کسی نے بھی اپنا یہ خیال ترک نہ کیا بلکہ برابر ہجرت کرتے رہے۔ یہ دیکھکر کفار مکہ کا جوش و غضب حد سے تجاوز کر گیا۔

انھیں نے طے کیا کہ جو مسلمان ہجرت کرے اسکا مال و اسباب چھین لو اور زدو کوب کرو۔ اگر وہ ہجرت سے باز آ جائے تو اسکا مال واپس کر دو ورنہ اپنے کام میں لاؤ۔

کفار مکہ کی یہ تدبیر ایک حد تک کامیاب رہی کیونکہ اسباب کوشش کر مکہ کے اوباش اور بدمعاش ہر وقت مکہ کے باہر چاروں طرف مسلمانوں کی تاک میں بیٹھے رہتے تاکہ جب اور جسوقت کوئی مسلمان مکہ سے باہر نکلے خواہ وہ ہجرت کا ارادہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اسے لوٹ لیں اس سے مسلمانوں کی روانگی میں ایک گونہ تساہل واقع ہو گیا۔ ایک دن حضرت صہیب رومی کچھ زر نقد لیکر چپکے سے مکہ سے نکلے اور یثرب کیطرف روانہ ہوئے ابھی وہ تھوڑی دور چلے تھے کہ چند بدمعاشوں نے انھیں آگھیرا اور بغیر کچھ کہے سنے زدو کوب کرنا

شروع کر دیا۔ حضرت صہیبؓ پٹ رہے تھے لاتیں اور گھونسے مار رہے تھے نہ انھیں کوئی بچانے والا تھا اور نہ امداد کرنے والا تھا۔ جب جناب حسرت سے آسمان کیطرف دیکھ رہے تھے بدمعاش نے اچھی طرح سے آپ کو زدو کوب کیا۔ جو کچھ نقد بھی تھا سب چھین لیا گیا اور اسے بیک بینی دو گوش جنگل کی طرف ڈھکیل دیا۔ آپ صبر و شکر کر کے اسی حالت میں روانہ ہو گئے یثرب کیجانب پیدل ہی روانہ ہو گئے۔ حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں پر دن دہاڑے ڈکیتیاں کیجاتی تھیں۔ انھیں لوٹا جاتا تھا۔ زدو کوب کیا جاتا تھا مگر ان کیلئے کوئی ضابطہ کوئی قانون کوئی دارالامان باقی نہ رہا تھا۔ بدمعاش اور اوباش رات دن بے لبس اور مظلوم مسلمانوں کے پیچھے لگے رہتے تھے نت نئے الزام تراش کر انھیں ستاتے اور لوٹتے رہتے تھے۔

مسلمان سختیاں اُٹھا رہے تھے لٹ رہے تھے مگر اُف تک نہ کرتے تھے یہ فخر صرف مسلمانوں ہی کی قوم کو حاصل رہا تھا کہ ہزار سختیاں اٹھانے پر بھی کبھی اس قوم کے پائے ثبات میں لغزش نہ ہوئی۔ کبھی کوئی مسلمان کسی سختی یا کسی لالچ سے متاثر ہو کر کفر کی طرف جھکا۔ باوجود کفار کی چیرہ دستیوں کے ہجرت کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ حضرت حمزہؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت بلال حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تمام کے تمام ہجرت کر کے چلے گئے تھے جو باقی رہ گئے تھے وہ چھپ چھپا کر ہجرت کرنے کی فکر میں تھے جو شخص ہجرت کرتا وہ آنحضرت صلعم سے اجازت لیتا آپ اس سے کہہ دیتے کہ یثرب والوں سے کہہ دینا کہ میں (محمدؐ) بھی عنقریب آنے والا ہوں۔

ایک روز ابو سلمہؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ پچھلی رات کو وہ اونٹ پر سوار ہوئے اپنی بیوی ام سلمہؓ کو سوار کرایا۔ انکے یہاں صرف ایک ہی بچہ تھا اسے گود میں لیا اور روانہ ہوئے ابھی آپ مکہ کی گلیوں میں ہی تھے کہ قبیلہ بنو مغیرہ کے ایک آدمی نے آپکو جاتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس نے لپک کر اونٹ کی مہار پکڑ لی بلند آواز سے دریافت کیا۔

ابو سلمہؓ۔ کیا تم بھی ہجرت کر رہے ہو۔

ابو سلمہؓ نے کہا ہاں مجھے بھی مکہ والوں نے اسقدر ستایا ہے کہ بجز ہجرت کے میرے لئے کوئی چارہ کار نہیں ہے!!

اس اعرابی نے کہا۔ کیا تو اپنی بیوی ام سلمیٰ کو بھی لے جانا چاہتا ہے

ابو سلمہؓ نے کہا کیوں نہ لے جاؤں۔ یہ میری بیوی ہے میں انھیں بھی اپنے ہمراہ ہی لئے جا رہا ہوں۔

اعرابی نے بگڑ کر کہا ہُبل کی قسم تو ام سلمیٰ کو نہیں لے جا سکتا ہمارے قبیلہ کی بیٹی ہے تجھے اُسے لیجانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

ام سلمیٰ قبیلہ بنو مغیرہ کی بیٹی تھیں وہ اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہو چکی تھیں۔ ابو سلمہ نے کہا۔ یا شیخ ام سلمیٰ میری بیوی ہے مسلمان ہو چکی ہے اپنی خوشی سے میرے ہمراہ جا رہی ہے تم ان سے ہی دریافت کر سکتے ہو۔

اعرابی نے برافروختہ ہو کر کہا۔ میں نہیں دریافت کرتا تو اسے اغوا کر کے لئے جا رہا ہے میں اُسے کبھی نہ جانے دوں گا۔

ام سلمیٰ نے کہا۔ تم غلط کہہ رہے ہو مجھے کسی نے اغوا نہیں کیا ہے بلکہ

میں اپنی خوشی سے جا رہی ہوں۔

اعرابی نے کہا۔ تیری خوشی کی کوئی چیز نہیں ہے دیکھوں تجھے قبیلہ بنو مغیرہ کے لوگ کیسے جانے دیتے ہیں؟

یہ کہتے ہوئے اس نے آواز دی اے قبیلہ بنو مغیرہ کے غیور عرب! دیکھو تمہاری بیٹی ام سلمہؓ کو ابو سلمہؓ اغوا کر کے لئے جا رہا ہے۔ چونکہ اب صبح ہوگئی تھی اسلئے لوگ بیدار ہونے لگے تھے لہذا بہت سے آدمی دوڑ آئے ان آنے والوں میں کچھ لوگ بنو مغیرہ کے تھے اور کچھ قبیلہ بنو عبدالاسد کے تھے۔

ابو سلمہؓ قبیلہ بنو عبدالاسد سے تعلق رکھتے تھے۔ لوگوں نے آتے ہی دریافت کیا۔ کیا معاملہ ہے۔ ابو سلمہؓ تم کہاں جا رہے ہو۔ اعرابی نے کہا یہ ہجرت کر کے جا رہا ہے ام سلمیٰ اور اپنے بچہ کو بھی ہمراہ لے جانا چاہتا ہے کیا تم اُسے جانے دو گے؟

ہر طرف سے آوازیں آئیں کبھی نہیں ہرگز نہیں!!

ابو سلمہؓ نے کہا۔ لوگو میں اپنی بیوی اور بچے کو لے جا رہا ہوں جب تم کو ہمارا مکہ میں رہنا گوارا نہیں تو ہم یہاں کیسے رہیں۔

ایک شخص نے کہا تم بیوی اور بچہ کو چھوڑ دو اور اپنی اونٹنی ہمارے حوالے کر دو اس کے بعد اکیلے جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔

ابو سلمہؓ کو اپنے بچہ اور بیوی سے بے حد محبت تھی وہ انکی جدائی گوارا نہ کر سکتے تھے۔

انھوں نے فرمایا کہ اسقدر ظلم نہ کرو تم اونٹنی لے لو میرا تمام مال و
اسباب لے لو لیکن میری بیوی اور بچہ کو مجھ سے نہ چھینو۔

ایک آدمی نے غضبناک ہو کر کہا۔ تم ہرگز اپنے بچّہ اور بیوی کو نہیں لیجا
سکتے۔ لوگو اس سے ان دونوں کو چھین لو۔ فوراً لوگ جھپٹ پڑے۔ قبیلہ
بنو عبدالاسد کے ایک شخص نے بچہ کو چھین لیا اور قبیلہ بنو مغیرہ کے لوگوں
نے ام سلمیٰ کو اونٹ سے اُتار لیا۔

جو عرب اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھا اس نے ابو سلمہ کو دھکا دیکر
نیچے گرا دیا اور اونٹنی کو معہ تمام سامان کے جو اس پر بار تھا لیکر چلدیا۔

ابو سلمہؓ اٹھکر کھڑے ہوئے بچّہ اور بیوی کی محبّت نے جوش مارا
انھوں نے نہایت عاجزی سے کہا آہ! اسقدر ظلم نہ کرو۔

ام سلمیٰ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انھوں نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو
میں اپنے سرتاج کے ہمراہ جاؤنگی۔ یہ کہتے ہی وہ ابو سلمہ کی طرف جھپٹیں۔
لیکن لوگوں نے انھیں دو قدم بھی نہ چلنے دیا۔ اور پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔
بچہ معصوم بچہ آغوش مادر سے الگ ہو کر رونے لگا۔ وہ ہمک ہمک
کر باپ کی طرف جھکا مگر بے درد جفا کار کفار نے اُسے ڈپٹ دیا اور
وہ ننھی سی جان روتے روتے نڈھال ہو گیا۔

ام سلمیٰؓ بھی رونے لگیں۔ انھوں نے اپنے شوہر سے خطاب کرتے
ہوئے کہا۔ میرے سرتاج ظالم و بیرحم قوم مجھے تم سے الگ کر رہی ہے
اور تمہارے بچّہ کو تم سے چھین رہی ہے یہ امتحان کا وقت ہے۔ دیکھو

کے ثبات میں لغزش نہ آنے پائے۔

ابو سلمہؓ نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔

میری رفیقہ حیات میں مسلمان ہوں اور مسلمان کی شان یہی ہے کہ وہ کسی مصیبت میں نہ گھبرائے۔ خدا میرا امتحان لینا چاہتا ہے۔ میرے صبر و استقلال کا امتحان ہے انشا اللہ میں اس امتحان میں کامیاب ہوں گا میں ہجرت کروں گا۔ اچھا سرمایہ حیات رخصت۔

ابو سلمہؓ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ان کی آواز گلو گیر ہو کر رہ گئی۔

ام سلمیٰ نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔ اچھا پیارے شوہر الوداع یہ کہتے ہی وہ زار و قطار رونے لگیں۔ بچہ ابھی تک الگ رو رہا تھا یہ افسوسناک منظر دیکھکر بھی کسی کا دل نہ پسیجا۔

ابو سلمہؓ نے حیرت انگیز طریقہ سے اپنی بیوی اور پھر اپنے لخت جگر کو دیکھا اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے چلے۔ مکہ کی گلیوں سے ہو کر نکلکر یثرب کی جانب روانہ ہوئے۔

---

# اِکیسواں باب (۲۱)

## "تدبیر قتل"

وطن اور گھربار چھوڑنا آسان نہیں ہوتا پھر ایسی حالت میں کہ جو کچھ پونجی وہ دن دھاڑے لوٹ لی جائے۔ بچے چھین لئے جائیں بیوی زبردستی جدا کر لیجائے۔ بیک بینی دوگوش وطن کو عزیزوں کو دوستوں کو خیرباد کہکر محض خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے مطابق یا اتباع میں دیار غیر میں ہجرت کرکے جانا مسلمانوں ہی کی علو ہمتی کا کام تھا اور وہ بھی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا۔ آجکل کے مسلمان سوچیں اور غور کریں کہ وہ کہاں تک عمل کرتے ہیں ایک مسلمان وہ تھے جو اپنا آبائی مذہب (اصنام پرستی) چھوڑ کر اسلام کے ایسے والہ وشیدا ہوئے کہ جو خدا کا رسول حکم صادر کرتا تھا بے چون وچرا اس پر عمل کرتے تھے اور کسی نفع ونقصان کی پرواہ تک نہ کرتے تھے۔

اَطِیعُوا اللہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ (ترجمہ) خدا اور اسکے رسول کی اطاعت کرو" پر انکا عمل تھا ایک ہم مسلمان ہیں کہ ہر کام میں نفع د

مسلمان پہلے دیکھ اور سوچ لیتے ہیں نہ احکام شرع کے پابند ہیں نہ حکم خدا پر عمل کرتے ہیں کہنے کو تو ہم مسلمان ہیں مگر جب ہمیں اٹوٹ لا جائے تو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ مسلمان کبھی نہیں پنپ سکتے جب تک کہ پکے مسلمان نہ بنجائیں کیوں اور کس لیئے کی تاویل کیئے بغیر خدا اور خدا کے احکام تعمیل نہ کریں۔ قرآن شریف کو مشعل راہ عمل بنائیں۔ دنیا اچھی طرح سے جانتی ہے کہ اسلام ایسے زرین اصول لیکر آیا ہے جن میں ایسی کشش اور جاذبیت ہے جو غیر مذاہب کے حق پسند لوگوں سے بھی خراج تحسین وصول کرتی ہیں۔

قرون اولی کے مسلمان ان پر عمل کرتے تھے دنیا ان کے قدموں پر آ پڑی تھی۔ مگر ہم نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اسلیئے دنیا نے ہم کو ٹھکرا دیا ہندوستان میں اسوقت دس کروڑ کے قریب مسلمان ہیں اگر قرون میں صرف اتنی ہی تعداد مسلمانوں کی ہوجاتی تو دنیا کا چپہ چپہ ان کے زیر نگیں ہوتا۔ لیکن اس قدر تعداد ہونے پر نکبت و پستی ہم پر طاری ہے وہ اہل نظر کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ہم نام کے مسلمان ہیں۔ دس لاکھ تو کیا دس ہزار بھی قرآن مجید کو نہیں پڑھتے اور عمل تو ایک ہزار بھی نہیں کرتے۔

اگر سارے مسلمان قرآن شریف کو سمجھکر پڑھیں اس پر عمل کریں تو دنیا ان کے قدموں پر آ پڑے۔ پھر وہ آفتاب بنکر چمکیں۔ پھر دنیا میں انکی دھاک بندھ جائے۔ دنیا وجہان کی مہذب قومیں آج قانون سے

ذریعہ سے تمدن اور معاشرت کے اصول قائم کر رہی ہیں۔ سیاست اور مذہب کے اصول بنا رہی ہیں مگر اسلام نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے یہ تمام اصول قائم کر دیئے تھے۔ سچ پوچھئے تو آج غیر اقوام اسلام کی خوشہ چینی کر رہی ہیں۔

اگر ہمکو اپنے فسانہ کی طوالت کا اندیشہ نہ ہو تو ہم بالتشریح بتاتے کہ کس طرح سے کس قوم نے اسلام کے کیا کیا اصول اختیار کر لئے ہیں یہ امر واقعہ ہے کہ جب کبھی بھی مسلمانوں نے قرآن شریف پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے ذلیل و خوار ہوئے اور جب عمل شروع کر دیا تو معزز و منفخر ہو گئے۔

یہ بات مسلمانوں کے اپنے ہاتھ میں ہے کہ جب چاہیں قرآن شریف پر عمل کر کے اعزاز حاصل کر لیں اور جب چاہیں اُسے چھوڑ کر ذلیل و خوار ہو جائیں۔ چنانچہ ستم زدہ اور بے کس مسلمانوں نے احکام خداوندی کی متابعت میں گھر بار چھوڑا۔ عزیز و اقارب چھوڑے۔ بیویاں اور نور نظر چھوڑے۔ دولت چھوڑی۔ غرضیکہ سب کچھ چھوڑ کر مکہ سے یثرب کو ہجرت کی تمام مسلمان ہجرت کر گئے۔ صرف وہ ضعیف اور کمزور مسلمان باقی رہ گئے جو ضعف اور نقاہت کی وجہ سے سفر نہ کر سکتے تھے۔ یا خود آنحضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور حضرت علی المرتضیٰ رہ گئے تھے۔

حضرت صدیق اکبر کو آنحضرت صلعم نے روک دیا تھا کفار مکہ دیکھ رہے تھے کہ باوجود شدید نگرانی کے اور قزاقی اور ڈکیتی کے بھی مسلمان ایک ایک دو دو کر کے مکہ سے ہجرت کر چکے تھے۔

اس طرح سے مسلمانوں کی پوری جماعت یثرب پہنچ چکی تھی اس سے انھیں اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا۔ ایک دن انھوں نے سنا کہ حضرت عباس۔ آنحضرت صلعم کے چچا بھی مسلمان ہوکر ہجرت کر گئے ہیں انکا انھیں بیحد افسوس ہوا۔ اب انھیں احساس ہوگیا کہ مسلمان اُن کے لئے ایک مستقل خطرہ بن گئے ہیں انھوں نے سمجھ لیا کہ ان کی موت وحیات کی بقاء مسلمانوں کے کلّی استیصال پر منحصر ہے اور مسلمانوں کا استیصال حضور اکرم کے خاتمہ پر ہے (نعوذ باللہ)

چنانچہ انھوں نے ایک عظیم الشان جلسہ کا اعلان کیا اس جلسے میں ہر قبیلہ ہر خاندان کے ہر بڑے سردار آدمی کو مدعو کیا گیا۔ ہر قبیلہ ہر خاندان اور ہر طبقہ کے لوگ جمع ہوئے۔ باہر سے بھی کچھ لوگ بلائے گئے۔ یمن و نجد اور نواح مکہ سے بتعداد کثیر لوگ آئے۔ ۱۳ نبوی میں یہ عظیم الشان جلسہ دارالندوہ میں رات کے وقت منعقد ہونا قرار پایا۔ تمام دارالندوہ لوگوں سے بھر گیا۔ چند آدمیوں کو پہرہ پر بٹھا دیا گیا تاکہ مسلمان یا کوئی غیر آدمی اندر نہ آنے پائے جس سے انکی تجاویز یا جلسہ کی کاروائی کی خبر عوام کو نہ ہو جائے۔

اس احتیاط اور اخفار کے ساتھ اجلاس شروع کیا گیا۔ ایک نجدی بڈھا اور تجربہ کار آدمی صدر بنایا گیا۔ یہ نہایت ہوشیار اور چالاک آدمی تھا کوئی بات شیطنت سے خالی نہ ہوتی تھی۔ بڑا مکّار اور پورا شیطان تھا۔ ابوجہل نے جلسہ کی کاروائی شروع کرتے ہوئے کہا۔ غیورِ عربو افسوس ہے

کہ اسلام ہمارے اعزا اور آبائی مذہب کیلئے ایک مستقل خطرہ بن گیا ہے جس قدر ہم نے اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو اپنے مذہب میں لوٹانے کی کوشش کی ہے اسی قدر ہم کو ناکامی ہوئی ہے۔ اسلام پھیلتا رہا اور مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی آبائی مذہب میں واپس نہ لوٹا۔ آپ کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد تو حبش میں ہجرت کرکے چلی گئی ہے اور وہاں اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہی ہے اور دوسری بڑی جماعت یثرب پہنچ گئی ہے یثرب کے زیادہ تر لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اب اسلام کی طاقت بڑھ گئی ہے اور مسلمانوں کی ایک قوم بن گئی ہے جو رفتہ رفتہ قوت حاصل کر رہی ہے اگر اس قوت کو نہ توڑا گیا تو ہمارے معبودوں کو ہماری قوم کو ہمارے مذہب کو عربستان سے ذلیل ہو کر نکلنا پڑیگا یا ہم کو مسلمانوں کا محکوم بنکر ذلت و پستی کی حالت میں رہنا ہو گا۔ میرے خیال میں ہم میں سے کوئی آدمی بھی اس تذلیل کو گوارا نہ کر سکے گا۔ آج ہم سب اسلئے جمع ہوئے ہیں کہ مستقل کے اس خطرہ کا کوئی ایسا علاج و مداوا کریں کہ جس سے یہ خطرہ جاتا رہے۔

ابوجہل خاموش ہو گیا۔ اسکے خاموش ہونے پر ابولہب کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا اے اصنام پرستو میرے بھائی ابوجہل نے جس خطرہ کا ذکر کیا ہے یہ کوئی معمولی خطرہ نہیں ہے بلکہ نہایت ہی زبردست خطرہ ہے سوچنا یہ ہے کہ ہم کس طرح سے اس خطرہ عظیم سے بچ سکتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس خطرہ کی بنا کیا ہے بنا محمد ﷺ کا وجود ہے یہ خطرہ انھیں کیوجہ سے ہے۔

جب تک وہ آزاد اور زندہ ہیں خطرہ بڑھتا ہی رہیگا اسلئے کوئی ایسی تجویز کیجئے یا سوچیئے کہ جس سے یا تو محمدؐ ہمارے مذہب میں لوٹ آئیں یا وہ اس قدر بے بس و مجبور کر دیئے جائیں کہ وہ نئے مذہب کی تبلیغ ہی نہ کر سکیں ابوسفیان نے کہا۔ یہ خیال کہ محمدؐ ہمارے مذہب میں لوٹ آئینگے۔ فضول ہے انھیں ہر ممکن لالچ دیکر سمجھایا گیا ہر طرح سے کہا گیا لیکن وہ ہمارے مذہب میں تو کیا داخل ہوتے اپنے مذہب کی تبلیغ سے بھی دستکش نہ ہوئے اس خیال کو چھوڑ ہی دو اور کوئی ایسی تجویز سوچو کہ جس سے یہ خطرہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے۔

ولید نے کہا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خطرہ حضرت محمدؐ کی طرف سے ہے اسلئے ان پر ہی قابو حاصل کرنا چاہیے میری رائے میں تو انھیں پکڑ کر زنجیروں سے جکڑ کر ایک کوٹھری میں بند کر دو اور اسقدر جسمانی اذیت پہنچاؤ کہ محمدؐ کا خاتمہ ہی ہو جائے۔

شیطان سیرت صدر نے کہا یہ تجویز مناسب نہیں ہے کیونکہ جب ان کے رشتہ داروں اور انکے پیروؤں کو یہ حال معلوم ہوگا تو انھیں چھڑانے کی سعی کرینگے اور اسطرح سے فساد اور بڑھ جائیگا اور نہایت خونریز جنگ شروع ہو جائیگی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس جنگ کا نتیجہ کیا ہو اور کب تک جاری رہے۔

ابوالبختری نے کہا بیشک ایسا کرنا خطرہ سے خالی نہیں میری رائے میں تو انھیں جلاوطن کر دیجئے اور کوشش کیجئے کہ وہ یا تو کوئی مسلمان کبھی مکہ میں داخل نہ ہونے پائے

مکار صدر نے کہا۔ سب سے زیادہ خراب اور نقصاندہ یہی تجویز ہے مسلمان خود ترک وطن کر رہے ہیں محمدؐ بھی ضرور ہجرت کرینگے۔ غالباً وہ بھی یثرب ہی جائینگے۔ وہاں جاکر وہ آزادی سے اپنی جمعیت بڑھا۔ اور اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کر سکینگے

اسلئے یہ تجویز کسی طرح سے بھی مناسب نہیں ہے۔

علتبہ نے کہا میرے خیال میں حضرت محمد صلعم کو انکے مکان ہی میں نظر بند کر دیا جائے لیکن نہ انھیں مکان سے باہر نکلنے دیا جائے نہ کسی سے ملنے دیا جائے صدر نے اس تجویز کی بھی مخالفت کی اور کہا اس تجویز سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا اسلئے کہ آخر کب تک نظر بند رکھا جائے اور کب تک خبر گیری کیجا سکتی ہے اس سے پہلے انھیں اور انکے پیروں کو شعب ابیطالب میں پورے تین سال تک قید رکھا جا چکا ہے مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ کے لوگ عام طور پر ان سے ہمدردی کرنے لگ گئے ہیں۔

انکو مظلوم و ستم رسیدہ سمجھا گیا اور آپ ہی کی قوم کے لوگ آپکے مخالف انکی حمایت کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے ابوجہل اٹھا اور اس نے کہا۔

اسوقت میرے ذہن میں ایک چیز آئی جسکی آپ سب تائید کرینگے ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل میں یہ اندیشہ ہے کہ آل ہاشم انکا (محمدؐ) کا انتقام انھیں قتل کرنیوالے سے لیں گے تو کوئی ایک آدمی انھیں قتل نہ کرے بلکہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک شمشیر زن منتخب کیا جاوے اور یہ لوگ محمدؐ کو اپنے نرغہ میں لیکر ہر چہار طرف سے ایکدم ان پر تلواروں کی بارش شروع کر کے انھیں قتل کر ڈالیں۔

چونکہ یہ فعل تمام قبائل کی طرف سے منسوب ہوگا اسلئے بنو ہاشم تمام قبائل سے انتقام نہ لے سکینگے بلکہ دیت منظور کر لیں گے اور دیت میں جو کچھ وہ مانگیں گے۔ سب ملکر نہایت آسانی سے ادا کر سکیں گے۔

شیطان سیرت صدر نے کہا۔ بلاشبہ یہی وہ تجویز ہے جو اول ہی میرے دماغ میں آئی تھی۔ سنو بنائے فساد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات ہے

اس کے مٹانے سے ہی تمام فتنہ وفساد مٹ سکتا ہے اس عظیم فساد کو مٹانے کیلئے اس سے بہتر کوئی تجویز نہیں ہوسکتی جو آپ کے سامنے بھائی ابوجہل نے پیش کی ہے آپ اس تجویز کی تائید کرتے ہیں؟

ہر طرف سے آوازیں آئیں بلا شبہ یہ تجویز نہایت مناسب ہے اور بے ضرر ہے۔ بلا مبالغہ بے خطر ہے اس پر عمل کرنے سے فساد کی بنائے فساد کا خاتمہ ہو جائے گا۔

جب تمام مجمع نے اس تجویز کی تائید کی تو ہر قبیلہ سے ایک ایک ہوشیار تجربہ کار اور بہادر شمشیر زن منتخب کر لیا گیا جب لوگوں کا انتخاب ہو چکا تو مکار صدر نے کہا۔ اب وقت تجویز کرو کہ کس وقت حملہ کیا جائے!!

ابولہب نے کہا۔ کل صبح جس وقت آنحضرت صلعم اپنے مکان سے باہر نکلیں تو فوراً حملہ کر کے انھیں قتل کر دیا جائے۔

بڈھے صدر نے دریافت کیا کیا دن میں۔

ابولہب نے کہا۔ ہاں دن میں، کیوں اس میں کیا قباحت ہے۔

بڈھے نے سنجیدگی سے کہا وہی قصاص کی قباحت باقی رہی! یہ واقعہ ہے کہ تمام لوگوں کی تلواریں ان پر بیک وقت پڑیں گی اس طرح بنو ہاشم اس شخص یا اس آدمی کے قبیلہ سے قصاص لیں گے جسکی تلوار پہلے پڑے گی۔ یہ تخصیص کہ پہلے کس کی تلوار پڑی دن میں معلوم ہوسکتی ہے لیکن رات کے اندھیرے کی وجہ سے اسکا خدشہ نہیں رہ سکتا اس لئے

اس کام کے لئے دن نہیں رات ہی بہتر ہے۔

**ابوجہل**۔ بس تو ابھی چلکر کیوں نہ خاتمہ کر دیا جائے۔

صدر نے کہا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ بات بھی نہ ہو کہ ہم نے دانستہ طور پر انھیں قتل کر دیا ہے بلکہ اس حیثیت سے قتل کرنا چاہیئے کہ گویا وہ محض اتفاقیہ ہی قتل ہو گئے۔ اسلئے آج کی شب مناسب نہیں ہے کیونکہ اس وقت رات زیادہ ہو چکی ہے۔ کل آغاز شب کے ساتھ ہی ان کے قتل کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اور جب بھی موقعہ ہاتھ لگے بلاتکلف انھیں قتل کر ڈالنا چاہیئے۔

سب نے صدر کی اس رائے سے اتفاق کیا چنانچہ منتخب شدہ لوگوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ آنے والی شب کو آنحضرت صلعم کے گھر کا محاصرہ کرلیں اور جس وقت وہ اپنے مکان سے باہر آئیں فوراً ان کو قتل کر ڈالیں۔

اس قرار داد اور ہدایت کے بعد مجلس شوریٰ برخاست کر دیگئی۔ اور یہ شیطانوں کا گروہ اس خاموشی کے ساتھ منتشر ہوا کہ کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ دارالندوہ میں ان کا اجتماع ہوا تھا۔

# بائیسواں باب (۲۲)

## قصد ہجرت

دوسرے دن دوپہر کیوقت آنحضرت صلعم اپنے مکان میں آرام فرما تھے آفتاب نصف النہار پر آگیا تھا۔ دہوپ نہایت تیزی سے پڑ رہی تھی۔ ہوا بند تھی۔ حبس ہو رہا تھا گرمی کی شدت سے ہر ذی روح بوکھلا رہا تھا لوگ دہوپ کی شدت سے بجکر اپنے اپنے گھروں میں گھسے ہوئے بیٹھے تھے اور کسی کو باہر نکلنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اسوقت آنحضرت صلعم کی معاً آنکھ کھل گئی۔ آپ اٹھے اٹھکر بیٹھے حضرت فاطمہؓ قریب ہی بیٹھی تھیں انھیں نیند آئی آئی تھی وہ جاگ رہی تھیں۔ آنحضرت صلعم کو خلاف معمول اُٹھتے دیکھکر آپ کے پاس آکر بولیں۔ ابامیاں آج خلاف معمول کیوں اُٹھ بیٹھے۔

آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ کو اپنے پاس بٹھا کر کہا۔ نورچشمی آج مجھے ہجرت کرنے کا حکم ہوا ہے میں رات کو کسی وقت یثرب چلا جاؤں گا

حضرت فاطمہ نے آپ کی طرف معصومانہ انداز سے دیکھتے ہوئے کہا کیا ابا جان مجھے بھی اپنے ہمراہ لے جاؤ گے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ نہیں فاطمہؓ میں تمکو نہیں لیجا سکتا۔ بعد میں تم کو بلایا جائے گا۔

حضرت فاطمہ نے کہا اچھا ابا میاں مگر مجھے جلدی بلانا ورنہ آپکی یاد مجھے بیقرار رکھے گی۔ آنحضرت صلعم نے اُٹھتے ہوئے کہا بہت جلد بلاؤں گا میری عزیز بیٹی مجھے خود تیری یاد بے قرار رکھے گی!!

یہ کہکر آنحضرت صلعم اٹھے باہر آئے باہر کڑاکے کی دہوپ پڑ رہی تھی دھوپ تیزی کے ساتھ ایسی چمک اٹھی کہ آنکھ اٹھاکر نہ دیکھا جا سکتا تھا آنحضرت صلعم نگاہیں نیچے کئے مکان سے باہر آئے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے مکان کی طرف روانہ ہوئے چونکہ عین دوپہر کا وقت تھا۔ شدت کی دھوپ اور غضب کی گرمی پڑ رہی تھی اسلیئے مکہ معظمہ کی تمام گلیاں اور سارے راستے سنسان پڑے تھے ایک بھی متنفس کہیں آجا نہ رہا تھا۔

آنحضرت صلعم نہایت استقلال سے سر جھکائے نگاہیں نیچے کئے جا رہے تھے چلتے چلتے آپ کا جسم اطہر پسینہ سے شرابور ہو گیا اور روئے منور پر پسینہ کے مہین قطرے موتیوں کی طرح جگمگانے لگے تھے۔

آپ اسی عالم میں حضرت صدیق اکبرؓ کے مکان پر پہنچے باہر کھڑے ہو کر دستک دی۔ اتفاق سے حضرت صدیق اکبرؓ جاگ رہے تھے۔ آپ فوراً باہر آئے۔ جب آپ نے آنحضرت صلعم کو دروازے پر کھڑے دیکھا تو جھٹ خادمانہ انداز سے جھک گئے۔ سلام کیا اور مصافحہ کرتے ہوئے بولے حضور اکرم کیا ہجرت کا حکم نازل ہوا ہے۔

آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔ صدیق اکبرؓ تمہارا خیال بالکل صحیح ہے مگر یہاں اس قسم کی گفتگو مناسب نہیں ہے تمہارے مکان میں اسوقت کوئی غیر آدمی تو نہیں ہے ہم ۱۴ سنہ نبوی کا احوال قلمبند کر رہے ہیں۔

اسوقت تک پردے کا حکم نہ تھا۔ ہر شخص ہر مکان کے اندر بغیر اذن و اجازت کے جا سکتا تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ کوئی غیر شخص تو نہیں ہے صرف دو لڑکیاں اسمار اور عائشہ ہیں۔

حضرت عائشہ سے آنحضور صلعم کا عقد ہو چکا تھا لیکن وہ صغیر سن تھیں اس وجہ سے ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ چلو مکان کے اندر چلکر باتیں کرینگے۔ حضرت صدیق اکبرؓ آپکے پیچھے پیچھے چلے دونوں مکان کے اندر جا کر کھجور کی چٹائی پر بیٹھ گئے۔

اگرچہ صدیق اکبرؓ بالدار تھے جس قسم کا اور جس طرح کا آپ سامان چاہتے منگا لیتے۔ لیکن آپ کو تکلفات سے نفرت تھی اور سادہ طریقے پر نہایت سادگی سے رہتے تھے۔ شائد مسلمان کہیں کہ اس زمانہ میں میز کرسیاں نہ تھیں مسہریاں اور زرنگار مسندیں نہ تھیں یا بصورت دیگر ان چیزوں سے آگاہ نہ تھے۔ اسلئے وہ ان چیزوں کو فراہم نہ کر سکتے تھے لیکن یہ بات نہیں ہے وہ جانتے تھے اور ان تمام چیزوں کو پہچانتے تھے ملک حبش شام و عراق و عرب وغیرہ میں تجارت کے لئے جاتے تھے وہاں یہ تمام اشیار موجود تھیں۔ وہاں سے سب کچھ خرید کر لا سکتے۔ مگر وہ انھیں فضول اور نمائشی اشیار سمجھتے تھے اس وجہ سے کبھی ان چیزوں کو خریدنا

اور استعمال میں لانا اچھا نہ جانتے تھے آج تمدنی عروج فضول تکلفات اور بیکار نمائش کو ترجیح دیجاتی ہے مگر اس زمانہ میں سادگی کو بہترین تمدن سمجھا جاتا تھا آپ نے اطمینان سے بیٹھکر ارشاد فرمایا۔

یا ابو بکر مجھے خدائے بزرگ و برتر نے بتایا ہے کہ رات قریش مکہ نے یہ تجویز کیا ہے کہ وہ آج شب کو میرے مکان کا محاصرہ کرلیں اور جب میں مکان سے باہر نکلوں تو مجھے فوراً قتل کر دیا جائے۔

صدیق اکبرؓ کو یہ سُنکر بڑا غصہ آیا اور انھوں نے غصہ سے بھر کر کہا شریر شیطان اس قدر دلیر ہو گئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ملا ہے کہ میں رات ہی کو انکے درمیان سے ہو کر نکلوں تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ خدا اپنے برگزیدہ بندوں کو خاص طریقہ پر محفوظ رکھتا ہے اور جن کو خداوند عالم محفوظ رکھے کوئی ان کا بال تک بیکا نہیں کر سکتا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ بلاشبہ خدا کی حفاظت بہترین حفاظت ہے۔ اس سے بہتر حفاظت کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے اس نے آج تک آنحضور صلعم کی حفاظت کی اور وہی آئندہ بھی آنحضرت صلعم کا محافظ و ناصر ہے مگر آپ کا رفیق سفر کون ہوگا حضور!!

آنحضرت صلعم نے مسکرا کر فرمایا۔ تم۔

یہ سنتے ہی صدیق اکبرؓ کو کمال مسرت ہوئی اسقدر مسرت کہ فرط جوش و مسرت سے آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے!!

آپ نے کہا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے میری تمنا پوری کی۔
حضور میں نے کئی مہینے ہوئے جبکہ دو اونٹنیاں خرید کر ببول کے جنگل میں چھوڑ دی تھیں وہ کھا پی کر موٹی ہو گئی ہیں۔ ان میں سے ایک اونٹنی آپ کی نذر ہے۔
آنحضرت صلعم نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ صدیق اکبرؓ تمہارا شکریہ میں جانتا ہوں کہ تم کو خدا اور اسکے رسول نیز اسلام سے اسقدر محبت ہے مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک اونٹنی کی قیمت مجھ سے لے لو۔
صدیق اکبرؓ نے کہا۔ قیمت میرے حضور میں نے اونٹنی آپ کے ہی لئے خریدی تھی۔ جانتا تھا کہ اچانک ہجرت کا وقت ہو گا سواری کی اشد ضرورت ہو گی۔ لہذا اسوقت اپنی طرف سے یہ اونٹنی آنحضرت صلعم کی نذر کروں گا اب حضور ہیں کہ قیمت دینے پر مصر ہیں میں قیمت کیسے لوں۔
**آنحضرت صلعم**۔ میں خوشی سے قیمت دیتا ہوں تم بھی بخوشی قبول کر لو۔
**صدیق اکبر**۔ حضور کی خوشی میری تمام خوشیوں پر مقدم ہے اگر آپ کی یہی خوشی ہے تو میں بسر و چشم تیار ہوں۔
چنانچہ آنحضرت صلعم نے اونٹنی کی قیمت اسی وقت ادا کر دی قیمت ادا کرنے کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا۔
ہمیں آج شب کو چلنا ہو گا اسلئے تیاری کر لینا۔ ایک رہبر کی بھی ضرورت ہے رہبر کو آج ہمراہ لینا جب ضرورت ہو گی بلا لیں گے!!
حضرت صدیق اکبر نے کہا مجھے رہبر کا بھی پہلے سے ہی خیال تھا اس لئے میں نے عبداللہ بن ارلقیط کو اس کام کیلئے آمادہ کر لیا ہے!!

آنحضرت صلعم نے دریافت کیا۔ لیکن وہ تو مشرک و ملحد ہے کیا اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

صدیق اکبرؓ۔ بیشک وہ کافر ہے ملحد ہے لیکن عرب ہے قول کی پابندی اور اقرار کا خیال زندگی کے آخری دم تک نباہے گا!!

آنحضرت صلعم۔ جب تم کو اس پر اعتماد ہے تو مجھے بھی کوئی وجہ شبہ کرنے کی معلوم نہیں ہوتی۔ اچھا میں اب جا رہا ہوں۔ تم خفیہ طریقہ پر تمام تیاریاں رات سے پہلے پہلے مکمل کر لو۔

صدیق اکبرؓ۔ میں انتہائی رازداری سے سب کام کروں گا آپ بیفکر اور مطمئن رہئے۔

آنحضرت صلعم۔ رات کو سو نہ جانا نہ معلوم میں کس وقت آؤں؟

صدیق اکبرؓ۔ جاہے جسوقت تشریف لائیے۔ مجھے منتظر پائیں گے۔

آنحضرت صلعم اٹھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ بھی اٹھے جب دونوں صحن میں آئے اور صدیق اکبرؓ نے تیز دھوپ اور غضب کی گرمی دیکھی تو کہا کہ حضور آپ اس چلچلاتی دھوپ میں کیوں تشریف لے جا رہے ہیں آفتاب ڈھلے تک اسی جگہ استراحت فرماویں تو بہتر رہے گا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ زندگی جدوجہد کا نام ہے کسی قوم کی تعمیر آرام و استراحت سے نہیں ہوا کرتی۔ قومی رہنماؤں کو شدائد و ابتلاء کی کٹھن گھاٹیوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ یہ کڑکتی دھوپ یہ تیز گرمی میرے سدّراہ نہیں ہو سکتے۔

مجھے اخفائے نظر ہے اسوقت اہل مکہ پناہ گاہوں میں گھسے ہوئے آرام کر رہے ہوں گے۔ نہ مجھے کسی نے آتے دیکھا ہے اور نہ جاتے ہوئے دیکھے گا۔ نہ کوئی مشکوک ہوگا۔ لہذا میرا اس وقت ہی جانا مناسب ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی عادت میں داخل تھا کہ وہ آنحضرت صلعم کی ہر بات اور ہر حکم کو بلا تامل تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ آپ خاموش ہو گئے آپ ان سے رخصت ہو کر ان کے مکان سے باہر نکلے دھوپ اس شدت سے پڑ رہی تھی کہ در و دیوار۔ زمین اور فضا وغیرہ سب ہی تپ رہے تھے۔ لو چل رہی تھی۔ گویا آسمان سے آگ کی بارش ہو رہی تھی۔

تمام راستے اور ساری گلیاں خالی پڑی تھیں ایک متنفس کا بھی کہیں نشان نہ تھا۔ آنحضرت صلعم سر پر چادر رکھکر روانہ ہوئے اور اپنے مکان پر پہنچے۔ سارا دن مکان کے اندر ہی رہے باہر نہ نکلے۔

جب آفتاب غروب ہو گیا تو کائنات پر رات کا سیاہ پردہ چھا گیا ہر ایک چیز سیاہ نظر آنے لگی۔ حتیٰ کہ نیلگوں آسمان بھی سیاہ نظر آنے لگا۔ اور سیاہ آسمان پر بزم فلک کی قندیل روشن ہو گئے۔ یعنی ستارے پوری آب و تاب سے جگمگانے لگے دن بھر چلنے والی لو قدرے کم ہو گئی۔

آنحضرت صلعم نے عشا کی نماز پڑھی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے حضرت علی المرتضیٰ کو آتے ہوئے دیکھا۔

حضرت علی المرتضیٰ نے آنحضرت صلعم کے قریب پہنچکر نہایت ادب سے جھک کر سلام کیا۔ آپ نے دعا دی اور فرمایا خوب ہوا اسوقت تم آ گئے

ہو اور بیٹھو۔ حضرت علیؑ آپ کے قریب بیٹھ گئے اور انھوں نے فرمایا۔

یا حبیب خدا آج مشرکوں اور کافروں نے ہمارے گھر کا محاصرہ کر رکھا ہے یہ نئی بات کیوں ہے؟

حضرت علی المرتضیٰ نے آنحضرت صلعم کے پاس پرورش پائی تھی اسلئے وہ آنحضرت صلعم کے مکان کو اپنا مکان سمجھتے تھے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ابن عمؓ مجھے بھی ہجرت کرنیکا حکم صادر ہو گیا کفار قریش چاہتے ہیں کہ میرا خاتمہ کر ڈالیں اسلام کو مٹا دیں۔ لیکن نہیں جانتے کہ اسلام مٹنے والا نہیں ہے۔ بیوقوف اور ناواقف قریش یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے نیا مذہب جاری کیا ہے حالانکہ آدم علیہ السلام کا بھی یہی مذہب تھا۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ہودؑ۔ حضرت صالحؑ۔ حضرت لوطؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت سلیمانؑ غرضیکہ تمام انبیاء علیہم السلام اسی مذہب کی تبلیغ و تلقین کرتے چلے آئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے اس مذہب کا نام اسلام اور اس مذہب میں داخل ہونے والے کا نام مسلمان رکھا تھا۔ میں بھی مبلغ اسلام ہی ہوں۔ عہد سلف سے آجتک ہمیشہ ہر زمانہ میں کفار نے اسلام کو دبانے کی کوشش پر زور دیا۔ مگر اسلام نہ مٹا اور نہ آئندہ انشاء اللہ العزیز مٹیگا۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

حضرت علی المرتضیٰ نے کہا۔ مگر آپ نے باہر نکلکر نہیں دیکھا۔ سینکڑوں

اوباش کفار تلواریں لئے مکان کے چاروں طرف کھڑے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تم خوف نہ کرو۔ اطمینان رکھو۔ خدا مجھے انکے شر سے محفوظ رکھیگا اگر آج میں قتل ہو جانے والا ہوتا تو مجھے ہجرت کا حکم نہ ہوتا میں مطمئن ہوں کہ خدا میری حفاظت کرے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ نے دریافت کیا حضور آپ کب ہجرت کرینگے!

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ آج ہی نہیں بلکہ اسی وقت میں روانہ ہو جاؤں گا۔ رات کو تم میرے بستر پر آرام کرنا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے پوچھا کیا مجھے اپنے ہمراہ نہ لیجائینگے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ نہیں اسلئے کہ کفار کی امانتیں میرے پاس موجود ہیں[1] تم صبح تمام امانتیں ان کے مالکوں کے سپرد کر کے یثرب چلے آنا۔

علی کرم اللہ۔ کیا حضور یثرب تشریف لے جائینگے۔

آنحضرت۔ ہاں مجھے یثرب ہی جانے کا حکم ہوا ہے۔

علی کرم اللہ۔ تنہا تشریف لے جائینگے۔

آنحضرت صلعم۔ نہیں میرے رفیق سفر صدیق اکبر ہونگے اب تم اطمینان سے میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔

---

[1] اگرچہ کفار کو آپ سے عناد تھا دشمنی تھی اور ہر وقت آپکو قتل کرنے کی فکر میں رہتے تھے لیکن اس پر بھی آپکی امانت اور دیانت پر سب کو اطمینان تھا یہی وجہ ہے کہ باوجود عداوت اور آپکو قتل کرنیکی فکر کرنیکے اپنے زر و نقد آپکے پاس امانت رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ آپ امانت میں کبھی خیانت نہیں کرتے (صادق)

فوراً حضرت علی المرتضی آنحضرت صلعم کے بستر پر لیٹ گئے ۔ آنحضور صلعم نے امانتیں اور امانتوں کی فہرست جو دن میں تیار کرائی تھی وہ فہرست حضرت علی المرتضی کو دیدی اور خود مصلّہ سے اٹھکر حضرت فاطمہؓ کے پاس گئے ۔

چونکہ رات زیادہ آچکی تھی اسلئے حضرت فاطمہ سو گئی تھیں آپ نے انھیں پیار کیا ۔ تھوڑی دیر کھڑے ہوکر محبّت بھری نظروں سے دیکھا اور چپکے سے فرمایا ۔ میری معصوم بیٹی میری نور نظر الوداع ۔ اے معصومیّت کے مجسّمہ پیکر محبّت اپنے باپ سے بیحد محبّت کرنے والی بیٹی ۔ باپ پر کفار کے مظالم دیکھکر رونے والی معصومہ رخصت ۔ میں تجھے آج خدا کے سپرد کرتا ہوں اس خدا کے جو کائنات عالم کا نگہبان ہے ۔ وہی تیری حفاظت کرے گا اور میری محبّت کی دنیا وہی پھر تجھے مجھ سے ملائے گا ۔

یہ کہتے ہوئے آنحضرت صلعم کی آنکھیں پرنم ہوگئیں حضرت فاطمہؓ آپکی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں ۔ عہد طفلی میں ہی انکی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا ۔ آنحضرت صلعم نے انھیں بڑے ناز و نعم سے پالا تھا لہذا آپ کو ان سے بہت زیادہ محبّت تھی آج حضور اکرم ہجرت کر رہے تھے ۔ وطن کو چھوڑ رہے تھے ۔ عزیزوں کو چھوڑ رہے تھے ۔ لاڈلی بچی سے جدا ہو رہے تھے ۔ بہ مقتضائے طبیعت آپکی آنکھیں پرنم ہوگئیں آپ نے فرمایا میری عزیز از جان بیٹی الفراق ! آپ رخصت ہوکر چلے دروازہ پر آئے ۔ دروازہ پر جھانک کر دیکھا تو بیشمار کفار اور اشرار کو برہنہ شمشیریں لئے دروازہ کے سامنے نہایت مستعدی سے کھڑے دروازہ کیجانب دیکھتے پایا اسوقت نصف

کے قریب رات گذر چکی تھی۔ چونکہ رات اندھیری تھی اسلئے ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آسمان پر تارے بکھرے پڑے تھے۔ ٹھنڈی ہوا کے خوشگوار جھونکے چلنے لگے تھے۔ آنحضرت صلعم نے مٹھی بھر خاک اٹھائی اور سورہ "یٰسین" کی ابتدائی آیات پڑھنا شروع کر دیں۔

یٰسین والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علیٰ صراط مستقیم تنزیل العزیز الرحیم لتنذر قوما ما انذر آباؤھم فھم غٰفلون فاغشینٰھم فھم لا یبصرون

ترجمہ۔ قسم ہے اس مضبوط و مستحکم قرآن کی کہ اے محمد تم رسول بنا کر بھیجے گئے ہو اور سیدھی راہ کے اور قرآن شریف اتارا ہے اللہ غالب اور مہربان ہے تاکہ تم ان کو ڈراؤ جنکے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے اور وہ مذہب اسلام سے بیخبر ہیں اور ان میں سے بہتوں پر حق ثابت ہو گیا لیکن وہ ایمان نہیں لاتے ہم نے انکی گردنوں میں طوق ڈالدیئے ہیں جو کہ انکی ٹھوڑیوں تک پہنچ گئے ہیں اور ہم نے انکے آگے پیچھے دیوار قائم کر دی ہے اس دیوار نے اسکو ڈھک لیا ہے یعنی ان کا احاطہ کر لیا ہے بس وہ نہیں سمجھتے یہ آیات پڑھکر آنحضرت صلعم نے خاک پر دم کیا اور خاک کفار کی طرف پھینکدی۔ اگرچہ یہ خاک مٹھی بھر تھی مگر ہوا نے اسے چاروں طرف پھیلا دیا اور ایسا پھیلایا کہ غبار کا پردہ کفار مکہ اور آنحضرت صلعم کے درمیان حائل ہو گیا حضور اکرم بسم اللہ کہکر

مکان سے باہر نکلے اور کفار کے سامنے سے گذر گئے کسی ایک کافر کی نظر بھی آپ پر نہ پڑی اور سب کے سب جہاں اور جس حالت میں کھڑے تھے وہاں اور اسی طرح سے کھڑے رہ گئے۔

آنحضرت صلعم نہایت اطمینان سے چلکر حضرت صدیق اکبرؓ کے مکان پر پہنچے۔ آہستہ سے دستک دی۔ دستک کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور صدیق اکبرؓ آنحضرت صلعم کو دیکھتے ہی خم ہو گئے۔ سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیکر دریافت کیا۔ تم تیار ہو صدیق اکبرؓ؟

ابو بکرؓ نے جواب دیا۔ بالکل تیار ہوں۔ حضور مکان کے اندر تشریف لے چلیں میں دونوں اونٹنیاں اور عبداللہ بن اریقط رہبر کو لیکر حاضر ہوتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ابھی نہ اونٹوں کی ضرورت ہے اور نہ رہبر کی میں نے راستہ میں دیکھا ہے کہ کفار قریش جگہ جگہ کھڑے نگرانی کر رہے ہیں۔ اگر ہم اونٹنیوں پر سوار ہو کر چلیں گے۔ تو وہ ہماری روانگی سے خبردار ہو جائیں گے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دونوں تنہا چلیں حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا جیسے آنحضرت صلعم کی مرضی۔ کیا میں عبداللہ سے کہہ آؤں کہ وہ اونٹنیاں لے کر مکہ کے باہر آجائے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اسکی بھی ابھی ضرورت نہیں۔ اگر ہم اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ سے بھی روانہ ہوئے تو کفار مکہ نشان پا کا سراغ لگاتے ہوئے ہم تک پہنچ جائیں گے اسلیئے میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ مکہ کے نشیبی طرف جو پہاڑ ہے جسے کوہ ثور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کے کسی غار

میں چھپے رہیں گے اور جب کفار ہم کو ڈھونڈھ کر چلے جائینگے تب ہم اس وقت غار سے نکلکر عازم سفر ہوں گے۔

صدیق اکبرؓ۔ نہایت اچھی تجویز ہے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہمیں کب تک کوہ ثور کے غار میں ٹھہرنا پڑے اسلئے آپکی منشا ہو تو میں اپنے بیٹے عبداللہ کو ہدایت کر آؤں کہ وہ رات کو کھانا لیکر کوہ ثور پر آجایا کرے اور ساتھ ہی دن بھر کی خبریں بھی ہمکو سُنا جایا کرے۔

آنحضرت صلعم۔ نہایت ہی مناسب تجویز ہے۔

صدیق اکبرؓ۔ اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ سے کہدوں کہ وہ بکریوں کا ریوڑ کوہ ثور کے قریب ہی چرایا کرے تاکہ ضرورت کے وقت ہم دودھ پی لیا کریں اور عبداللہ اور میری بیٹی اسماء جو واپس جایا کرینگے تو انکے قدموں کے نشان بکریوں کے ریوڑ کے چلنے سے مٹ جایا کرینگے۔

آنحضرت صلعم۔ یہ رائے نہایت بہتر ہے۔

حضرت ابو بکرؓ مکان کے اندر گئے انکے والد ابی قحافہ ابھی جاگ ہی رہے تھے وہ نابینا تھے۔ انھوں نے قدموں کی چاپ سنکر کہا کون ہے یہ مکان کے صحن میں کون پھر رہا ہے۔

ابی قحافہ ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ چاہتے تھے کہ انھیں بھی انکی ہجرت کا علم نہ ہو مگر انکے ٹوکنے پر بولنے اور ہجرت کی بابت انھیں مطلع کرنے کی ضرورت ہوئی۔ آپ انکے پاس گئے اور آہستہ سے بولے۔ مکرمی بابامیں تھا ابو بکرؓ۔

ابی قحافہ نے دریافت کیا تم آدھی رات کے وقت صحن میں کیا کرتے تھے
صدیق اکبرؓ نے کہا پیارے باپ آج میں بھی یہاں سے ہجرت کر رہا ہوں

ابی قحافہ۔ کیا محمد صلعم کے ساتھ جا رہے ہو۔

صدیق اکبرؓ۔ جی ہاں۔

ابی قحافہ۔ اچھا جاؤ لیکن شاید مکہ والے تم کو جانے نہ دیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے جوش میں آکر کہا۔ انکی مجال نہیں کہ روک سکیں
ابی قحافہ نے ملائمت سے کہا۔ پیارے بیٹے جوش میں آکر اہل مکہ سے لڑنہ پڑنا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے جوابدیا۔ حتی الامکان نہ لڑوں گا۔

ابی قحافہ نے دعا دیکر صدیق اکبرؓ کو رخصت کیا آپ بڑھکر وہاں پہنچے جہاں عبداللہ آپکے بیٹے اور حضرت اسمار آپکی بیٹی۔ عامر آپ کے غلام بیٹھے جاگ رہے تھے۔ یہ تینوں سعید ہستیاں ہو چکی تھیں حضرت صدیق اکبرؓ نے عبداللہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ہمارے پیارے بیٹے ہم کوہ ثور پر جا رہے ہیں اور وہیں کوہ ثور میں اقامت گزیں رہیں گے۔ تم کفار سے ملکر ان کے ارادوں کی رات کو جاکر اطلاع دے آیا کرنا اور بیٹی اسمار تم روزانہ کھانا پکا کر اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ لے آیا کرنا اور عامر تم روزانہ آدھی رات تک کوہ ثور پر بکریاں چرانے لایا کرنا اور جس طرف سے عبداللہ اور اسمار آویں یا جاویں اسی طرف بکریاں لے جایا کرنا تاکہ ان کے قدموں کے نشانات مٹ جایا کریں تینوں

نے اپنے اپنے فرائض کی بجا آوری کا اقرار کیا۔ انھیں ہدایت کر کے صدیق اکبرؓ واپس لوٹے اور آنحضرت صلعم کے پاس آئے۔ آپ نے دریافت کیا کیا تم سب لوگ جاگ رہے تھے جو تم اسقدر جلد ہدایت کر کے چلے آئے حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا جی ہاں حضور ہم تمام جاگ رہے تھے میں نے سب کو انکے فرائض بتا اور سمجھا دیئے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ تو آؤ چلو

دونوں رات کی تاریکی میں غائب ہو گئے خانہ کعبہ میں پہنچکر اسکا طواف کیا جب مکہ کے آخری حصّے کو طے کرنے لگے تو آپ نے پلٹ کر کہا

اے دیار مکہ تو مجھے بیحد مرغوب ہے لیکن افسوس کہ میں آج تجھ سے جدا ہو رہا ہوں۔ تیرے فرزندوں نے مجھے اسجگہ نہ رہنے دیا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے دریافت کیا۔ کیا آنحضرت صلعم آپکو مکہ سے بہت زیادہ محبّت ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہاں بہت زیادہ اسلیئے نہیں کہ یہ میرا وطن ہے۔ بلکہ اسلیئے کہ اسے خلیل اللہ (ابراہیمؑ) نے بنایا ہے۔ یہ مرجع خلائق ہے خدا کا پسندیدہ گھر ہے۔

صدیق اکبرؓ۔ کیا اس شہر میں پھر ہم داخل نہ ہو سکیں گے۔

آنحضرت صلعم۔ ضرور داخل ہونگے مگر اسوقت جبکہ یہ (مکہ) خدا رسول کا گھر بنجائیگا

صدیق اکبرؓ۔ جب تو کچھ فکر نہیں ہم نہیں تو ہماری اولادیں یہاں آکر قیام کریگی

آنحضرت صلعم۔ تم نہ رہو گے نہ میں رہونگا نہ علی رہینگے نہ عمرؓ رہیں گے دشمن رہینگے کوئی نہ رہیگا۔ ہم یثرب میں ہی رہیں گے وہیں جیئیں گے اور

وہیں مرینگے البتہ حج کرنے کے لئے یہاں آتے رہیں گے۔

صدیق اکبرؓ - جس جگہ حضور اکرم رہیں گے ہم سب وہیں رہیں گے ہمکو وہ جگہ بہشت سے بڑھکر عزیز ہے۔

آنحضرت صلعم خاموش ہوگئے اب یہ دونوں مکہ سے باہر نکلکر کھلے میدان میں آگئے تھے۔ یہاں ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا اگرچہ ستارے چمک چمک کر اندھیرے کو دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر شب دیجور کی تاریکی انکی مدھم ضیاء سے دور نہ ہوتی تھی۔ یہ ہر دو آفتاب اور ماہتاب تھوڑی دور چلکر رات کے بڑھتے ہوئے اندھیرے میں غائب ہوگئے۔

# تئیسواں باب (۲۳)

## "جستجو"

کفار مکہ نے آنحضرت صلعم کے مکان کا محاصرہ ابتدائے شب ہی سے کر رکھا تھا۔ تمام رات وہ ننگی تلواریں لئے کھڑے نگرانی کرتے رہے انکا ارادہ تھا کہ آنحضرت صلعم جب نماز کیلئے اپنے مکان سے باہر نکلینگے تو اچانک ان پر حملہ کرکے انھیں شہید کر ڈالیں گے آپکا یہ روزمرہ کا معمول تھا کہ آخری شب میں مکان سے چلکر حرم شریف میں پہنچ جاتے تھے اور صبح تک وہیں رہتے تھے۔ پہلے تہجد کی نماز پڑھتے پھر صبح کی اور دن نکلے

اشراق کی نماز پڑھکر واپس آتے۔ کفار مکہ یہ بھی جانتے تھے کہ آنحضرت کہاں آرام فرماتے ہیں جب آنحضرت صلعم اپنے معمول کے مطابق نہ اٹھے تو کفار مکہ نے مکان کے اندر جھانکا۔ آپ کے بستر پر حضرت علی کرم کو چادر اوڑھے سوتے پایا۔ کفار نے سمجھا کہ آنحضرت صلعم ہی استراحت فرما رہے ہیں وہ اطمینان سے کھڑے نگرانی کرتے رہے جب صبح ہو گئی اور سپیدۂ سحر ہر طرف چھا گیا۔ صبح کی دلفریب روشنی میں کائنات کا ذرہ ذرہ چمکنے لگا تو حضرت علی المرتضیٰ اٹھے۔ چادر اتار کر ایک طرف رکھدی اور ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ کفار اب بھی جھانک رہے تھے انھوں نے حضور اکرم کے بستر سے حضرت علی المرتضیٰ کو اٹھتے دیکھا۔ انھیں حیرت کے ساتھ غصہ بھی آیا۔ جنھیں وہ آنحضرت صلعم سمجھ رہے تھے وہ حضرت علی کرم نکلے۔

حضرت علی کرم چلے اور مکان سے باہر نکلے کفار مکہ نے ان کو اپنے نرغہ میں لے لیا۔ ان اشرار کفار میں عام لوگ نہ تھے بلکہ ابو جہل۔ ابولہب۔ ابو سفیان۔ ولید عتبہ۔ عاص۔ زمعہ۔ ابوالبختری۔ نضر۔ حکیم۔ شیبہ جیسے معزز و متمول لوگ تھے۔ قریش کے سربرآوردہ لوگ۔ تمام رات نگرانی کرتے رہے۔ جاگتے رہے کہ آخر شب میں جب آنحضرت صلعم اٹھینگے تو اندھیرے میں سب ملکر ان کا خاتمہ کر دینگے مگر جب حضرت علی کرم اُنکے بستر سے اٹھکر آئے تو انھوں نے انھیں نرغہ میں لے لیا اور ابوسفیان نے ڈپٹ کر کہا۔ علی بتاؤ محمدؐ کہاں ہے؟ علی اگرچہ کم عمر تھے۔ مگر دلیر۔ بہادر اور نڈر تھے وہ کفار کی کثرت دیکھ کر نہ گھبرائے نہ ڈرے نہ سہمے اور نہ

مرعوب ہوئے بلکہ دلیرانہ انداز سے کھڑے رہے آپ نے فرمایا مجھے خبر نہیں میں تمہارے سامنے تمام شب سوتا رہا ہوں نگرانی تم کرتے رہے ہو تم کو حضور اکرم کا حال معلوم ہوگا۔ کفار کو آپ کے اس جواب سے بحد غصہ آیا۔ ابو جہل نے کہا علی تم ضرور جانتے ہو کہ وہ کب اور کہاں چلے گئے۔ اگر تم ہمکو بتادو تو ہم تم کو مکہ کا حکمران بنا دینگے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا مجھے حکومت کی ضرورت نہیں ہے میں جس حال میں ہوں بہتر ہوں خدا جس حال میں رکھے راضی ہوں مجھے دق نہ کرو چھوڑ دو۔ صبح کی نماز کا وقت قضا ہو رہا ہے۔

ابولہب نے ایک طمانچہ مار کر کہا علی جب تک تم محمد صلعم کا پتہ نہ بتاؤ گے۔ رہائی نہیں پا سکتے۔ ہم تم کو قید کر دینگے اگر تم برابر اپنی ضد پر قائم رہے تو قتل کر دیئے جاؤ گے۔

حضرت علی المرتضیٰ نوجوان تھے اپنی ضد پر اڑے رہے اور انھیں بھی طیش آگیا۔ انھوں نے بگڑ کر کہا۔ یا عم غنیمت جانو آنحضرت صلعم نے کسی مسلمان کو تلوار اٹھانے کا حکم نہیں دیا ورنہ میری تلوار میان سے نکلکر تمہارے حمایتیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی۔ ابوسفیان نے بگڑ کر کہا ذرا سی جان اور گز بھر کی زبان۔ علی المرتضیٰ اپنی جان کے ساتھ دشمنی نہ کرو۔ بتادو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ حضرت علیؓ نے باندازِ شجاعانہ کہا دور ہو جاؤ کمبختو! اور مجھے ڈراتے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ دنیا کی کوئی طاقت مرعوب نہیں کر سکتی۔ ابوجہل کو سخت غصہ آیا اس نے آپکے سر کے بال پکڑ کھینچے

اور ولید اور ابوسفیان نے آپکو گھونسوں سے زدوکوب کرنا شروع کیا حضرت علی المرتضیٰ نے کہا بیرحمو بیدردو خدا تمہارے مظالم دیکھ رہا ہے تم بہت کچھ پھول پھل لیے اب تمہارا باغ ہستی تاراج ہونے والا ہے تم مروگے اور بے کسی کی موت مروگے ایسی موت مروگے کہ کوئی تمہارے لیے آنسو بھی نہ بہائیگا۔ لوگ جانتے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی بددعا خالی نہیں جاتی وہ ڈر گئے اور انھوں نے آپکو چھوڑ دیا۔ آپ نماز پڑھنے چلے گئے۔ ابوجہل نے کہا۔ یہ بہت بُرا ہوا کہ محمد بچکر نکل گئے۔ ہم اب تک اپنے تمام عزائم میں ناکام رہے ابوسفیان نے کہا چلو یہ دیکھیں کہ وہ تنہا گئے ہیں یا ابوبکر صدیق کو بھی ہمراہ لے گئے ہیں۔

ولید نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ دونوں گئے ہونگے تاہم آؤ ابوبکر کے مکان پر چلکر اطمینان کریں۔

سب اس بات پر متفق ہو گئے۔ وہاں سے چلے۔ صدیق اکبر رضؓ کے مکان پر پہنچے۔ کچھ دیر باہر کھڑے رہے پھر سب مکان کے اندر گھستے چلے گئے۔ مکان کے اندر ابی قحافہ۔ حضرت اسمار اور حضرت عائشہ رضؓ حضرت عبداللہ اور حضرت عامر باہر گئے تھے۔ ابی قحافہ ضعیف العمر اور نابینا تھے۔ حضرت عائشہ کم عمر تھیں۔ صرف حضرت اسمار نوجوان تھیں ابوجہل نے اسمار سے دریافت کیا۔ اسمار تمہارے والد کہاں ہیں اسمار پر کسی کا رعب طاری نہ ہوا۔ اُنھوں نے دلیرانہ انداز سے کہا مجھے خبر نہیں ہے ابوجہل نے غضبناک ہوکر اس زور سے طمانچہ مارا کہ ان کے

مکان سے بالی نکلکر گر گئی۔ حضرت اسمار کو جوش آگیا اور انھوں نے غیظ و غضب سے بھر کر کہا۔ ابو جہل شرم کرو۔ مرد ہو کر عورت پر ہاتھ اٹھاتے ہو نہیں جانتے کہ غیور عورت اینٹ کا جواب پتھر سے دیا کرتی ہے تمہارے طمانچہ کا جواب تلوار کی نوک سے دیا جاتا۔ مگر اس وجہ سے معذور ہوں کہ خدا کے رسول نے تلوار اٹھانے سے منع کر دیا ہے۔ ابو جہل نے کڑے تیوروں سے دیکھکر کہا۔ اسقدر جرأت۔

حضرت اسمار نے کہا۔ جرأت دیکھنا چاہتے ہو تو تلوار لو اور سامنے آجاؤ۔ یہ کہتے ہی حضرت اسمار مکان کے اندر گھس گئیں اور تلوار اٹھا لائیں میان سے کھینچکر حضرت اسمار نے کہا اب بتاؤ کون مجھ پر تلوار اٹھانے کی جرأت کرتا ہے؟ ابو سفیان نے کہا اے قریش کی غیور لڑکی تیری ہمت قابل داد ہے تو بہادر ابو بکر کی دلیر لڑکی ہے قوم کو ایسی ہی بہادر لڑکیوں کی ضرورت ہے ابو جہل نے غلطی کی کہ شیرنی کو لومڑی سمجھکر چھیڑا اے اہل قریش تمہاری ایک غیور بیٹی کو جوش آگیا ہے اس کا جوش قابل ستائش ہے آؤ یہاں ابو بکر نہیں ہے واپس چلو اور ان دونوں کو تلاش کرو بیکار وقت ضائع نہ کرو۔ تمام لوگ لوٹے۔ مکان سے نکلے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر مکہ کے چاروں طرف راستوں پر دوڑ گئے یہ تمام لوگ دن بھر سرگرداں و پریشان تلاش کرتے پھرے مگر آنحضرت صلعم اور آپکے رفیق و ہمدرد صدیق اکبر رضؓ کا کہیں پتہ نہ چلا شام کے وقت سب ناکام واپس آئے۔

کفار مکہ کو بڑا اضطراب لاحق ہوا۔ انھوں نے سراغرساں کو بلا کر سراغ لگانے کی ہدایت کی۔ سراغرساں نہایت ہوشیار تھے نقش پا سے سراغ لگایا کرتے تھے۔ دوسرے دن صبح وہ کفار قریش کی ایک جمعیت لیکر سراغرسانی کیلئے روانہ ہوئے۔ نہایت غور بڑی توجہ اور بکمال احتیاط کے ساتھ سراغ لگاتے چلے انھیں ایسی شناخت ایسی پہچان اور ایسی نظر تھی کہ ہزاروں پاؤں میں جن کے نشانات ریت پر نقش تھے۔ آنحضرت صلعم اور صدیق اکبرؓ کے نقش قدم پہچان لئے اور سراغ لگاتے کوہ ثور پر چلے گئے۔ پہاڑ پر چڑھ کر انھیں دقت سے نقش پا کا سراغ ملا۔ مگر سراغرساں نہایت ہوشیار اور تجربہ کار تھے۔

پتھروں پر نقش قدم کا سراغ لگاتے ہوئے ایک غار کے دہانہ تک پہنچے۔ غار نہایت ہی مہیب اور تاریک تھا ایسا تاریک کہ اسکے اندر کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ اس غار کا نام ثور تھا۔ سراغرساں نے غار کے چاروں طرف چکر لگایا۔ انھوں نے کہا۔ یا سرداران قریش اس سے آگے سراغ نہیں چلتا یا تو حضرت محمدؐ اور انکے رفیق ابوبکرؓ یہیں کہیں چھپ گئے ہونگے یا یہاں سے آسمان پر اُڑ کر نہیں جا سکتے۔ لوگ غار کے چاروں طرف پھیل گئے۔ اور نہایت غور اور بڑی توجہ سے تلاش و جستجو کرنے لگے۔

---

# چوبیسواں باب (۲۴)

## "آفتاب اور مہتاب غار ثور میں"

آنحضرت صلعم اور صدیق اکبرؓ مکہ معظمہ سے نکلکر چلے اور نہایت خموشی سے کوہ ثور کی طرف روانہ ہوئے یہ پہاڑ مکہ سے چار میل کے فاصلے پر نشیبی سمت میں واقع تھا۔ دونوں چپ چاپ چلے جا رہے تھے چونکہ کفار کے تعاقب کا اندیشہ تھا اسلیئے کسی قدر تیزی سے چل رہے تھے۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ انکے نقش قدم کا سراغ لگایا جائیگا اسلیئے اس احتیاط سے چل رہے تھے کہ قدموں کا پورا نقش نہ پڑے۔ مگر اسقدر احتیاط پر بھی نقوش قدم ہوتے جاتے تھے بالآخر وہ چڑھتے چڑھتے کوہ ثور پر چڑھ گئے۔ یہاں پہنچکر آنحضرت صلعم نے کہا اب کوئی اندیشہ نہیں رہا۔ دیکھو صبح کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں کفار قریش تلاش شروع کرینگے۔ آمد سحر سے پہلے پہلے غار ثور میں پناہ گزیں ہو جانا بہتر ہے صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ کوہ ثور پر ہم آ ہی گئے ہیں۔ غار قریب ہی ہے انشاء اللہ صبح سے پہلے ہی پہلے اس میں جا چھپینگے۔ دونوں بڑھے اور غار ثور کے کنارے پر جا کھڑے ہوئے۔

یہ غار نہایت تاریک اور مہیب تھا اسکے اندر شائد ہی کبھی کسی انسان کا گذر ہوا ہو حضرت اکرم غار کے اندر داخل ہونے لگے تو حضرت صدیق نے کہا حضور ٹھہریئے یہ غار نہ معلوم کتنے عرصہ سے ناصاف ہے نہیں کہا جاسکتا کہ کس قدر حشرات الارض اسکے اندر ہونگے لہذا کچھ وقفہ کیلئے آنحضرت صلعم ایک چٹان پر بیٹھ گئے۔ صدیق اکبرؓ کے ٹٹولنے پر معلوم ہوا کہ تمام غار کوڑا کرکٹ وغیرہ سے بھرا پڑا ہے اپنے ہاتھوں سے کوڑا کرکٹ اکٹھا کرکے باہر نکال نکالکر ایک دوسرے غار میں پھینکنا شروع کردیا۔ یہ کام یوں تو معمولی کام تھا لیکن تھا بڑا خطرناک ایسی جگہ اکثر زہریلے جانور رہا کرتے ہیں کسی بچھو یا سانپ یا دوسرے زہریلے جانور کا ہونا اور کاٹ لینا ممکنات سے تھا مگر حضرت صدیق اکبرؓ کو اسکی مطلق پرواہ نہ تھی وہ برابر غار کی صفائی میں لگے ہوئے تھے۔ ایک گھنٹہ کی جانکاہی کے بعد انھوں نے غار کو بالکل صاف کردیا۔ اب انھوں نے غار کا جائزہ لینا شروع کیا۔ ہر چٹان اور ہر پتھر کو ٹٹولا انھیں بہت سے سوراخ معلوم ہوئے۔ چونکہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سوراخ خالی ہیں یا انکے اندر حشرات الارض چھپے ہوئے ہیں اسلئے صدیق اکبرؓ نے تمام سوراخوں کو بند کرنا چاہا۔ سوراخ بند کرنے کیلئے کوئی چیز پاس نہ تھی۔ کافی غور و خوض کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے تمام سوراخوں کو بند کرنا شروع کردیا۔ رفتہ رفتہ تمام سوراخ بند ہوگئے۔ مگر ایک سوراخ پھر بھی باقی رہ گیا۔ آپ نے سوچ لیا کہ اس سوراخ پر اپنے پاؤں کا انگوٹھا لگا لینگے۔ غار صاف کرکے جب آپ باہر آئے تو آنحضرت صلعم کو نماز پڑھتے دیکھا آپ

نے بھی نماز پڑھنا شروع کر دی اب سپیدہ سحر نمودار ہو گیا تھا۔ مشرق کی طرف سے دلفریب روشنی کی چادر اٹھکر کائنات پر چھانے لگی تھی۔

اجالا بڑھتا جاتا تھا اور نسیم سحری کے خوشگوار جھونکے چل رہے تھے نماز سے فارغ ہوکر آنحضرت صلعم نے صدیق اکبرؓ سے دریافت کیا۔ کیا غار صاف ہو گیا صدیق اکبرؓ؟ آپ نے جوابدیا ہاں حضور اکرم صاف ہو گیا۔ آپ نے کہا صبح ہو گئی ہے دور تک کی چیز صاف نظر آنے لگی ہے آؤ اب غار میں چھپ رہیں یہ کہتے ہی آنحضرت صلعم اٹھے اور آپکے ساتھ صدیق اکبرؓ بھی اٹھے اور صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ چلئے دونوں چلکر غار کے اندر گھسے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی چادر بچھا دی آنحضرت صلعم چادر پر بیٹھ گئے دوپہر تک دونوں خاموش بیٹھے رہے جبکہ آفتاب نصف النہار پر آگیا اور اسکی پرنور شعاعوں نے کائنات کا ذرہ ذرہ چمکا دیا۔ دہوپ کی تپش نے چٹانوں کو گرما دیا۔ گرم ہوا چلنے لگی تو خیال ہوتا تھا کہ آفتاب کی شعاعیں غار ثور میں پہنچکر بڑھی ہوئی تاریکی کے دور کرنے میں کامیاب ہو جائینگی لیکن غار کچھ ایسے طریقے پر واقع تھا کہ باوجود آفتاب سر پر آنیکے غار کے اندر ایک بھی شعاع نہ گئی۔ بلکہ بدستور اندھیرا رہا۔ دوپہر کے وقت آپ چادر پر لیٹ گئے۔

صدیق اکبرؓ کے زانو پر آپ نے اپنا سر رکھدیا ایک سوراخ جو کہ باقی رہ گیا تھا۔ صدیق اکبرؓ نے اس پر پاؤں کا انگوٹھا رکھدیا تھا کچھ عرصے کے بعد آنحضرت صلعم سو گئے۔ صدیق اکبرؓ بیٹھے آپکی حفاظت کر رہے تھے

سوراخ پر حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا رکھدیا تھا جسمیں
سیاہ سانپ چھپا ہوا تھا۔ اس نے سوراخ سے باہر نکلنا چاہا۔ چونکہ
وٹھا سے راستہ بند تھا۔ اسلیئے سانپ نے انگوٹھے پر ڈنک مارا۔ صدیق اکبرؓ
یفا سے تلملا اُٹھے۔ مگر چونکہ آنحضرت صلعم کی آنکھ کھل جانیکا احتمال تھا
نکہ آپکا سر مبارک صدیق اکبرؓ کے زانو پر تھا اور ذراسی جنبش کرنے
آپکے آرام میں خلل پڑنے کا خدشہ تھا۔ اسلیئے بلا کسی حرکت کے آپ بیٹھے
ے تکلیف برداشت کر رہے تھے۔ یہ سچ ہے کہ جن دو دلوں میں محبت
تی ہے انکو سوتے جاگتے ایک دوسرے کے آرام کا خیال رہتا ہے جسقدر
یق اکبرؓ کو حضور اکرم سے محبت تھی اسی قدر آنحضرت صلعم کو آپ سے محبت تھی
جب صدیق اکبرؓ کے سانپ نے کاٹا اور انہیں تکلیف ہوئی تو
ہی آنحضرت صلعم کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے صدیق اکبرؓ کیطرف دیکھا انکا
ہ پھیکا پڑا ہوا تھا۔ آنحضرت صلعم اٹھکر بیٹھ گئے آپ نے صدیق اکبرؓ
ے پوچھا یا اخی کیا بات ہے تمہارا چہرہ کیوں اترا ہوا ہے۔
صدیق اکبرؓ نے کہا یا رسول اللہ میں نے اس غار کے تمام سوراخ بند
دیئے تھے مگر ایک سوراخ باقی رہ گیا تھا اس سوراخ پر میں نے اپنے پاؤں
انگوٹھا رکھدیا تھا کسی جانور نے انگوٹھے کو کاٹ کھایا ہے حضور اکرم
رمایا۔ دیکھوں کہاں کاٹا ہے۔ صدیق اکبرؓ نے سوراخ پر سے انگوٹھا
یا تو فوراً ہی سانپ نکلکر کھڑا ہوگیا آپ نے سانپ سے خطاب کرتے
ے کہا اے مار سیاہ تونے میرے حبیب کے انگوٹھے پر ڈنگ مار کر مجھے تکلیف

پہونچاتی ہے سانپ نہایت خوفناک اور سیاہ رنگ کا تھا وہ آنحضرت صلعم کیطرف دیکھکر
جھکا اور غار سے باہر نکلکر چلا گیا۔ آنحضرت صلعم نے لعاب دہن صدیق اکبرؓ کے
انگوٹھے پر مل دیا۔ خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ سوزش اور جلن فوراً جاتی رہی مسلمان
سوچیں اور غور کریں کہ قرون اولے کے مسلمانوں کو آنحضرت صلعم پر اور آپ کے
کاموں پر کسقدر اعتماد و اعتقاد تھا۔ اگرچہ گزندہ مار سیاہ کا علاج لعاب دہن سے
نہیں ہو سکتا مگر صدیق اکبرؓ کو اعتماد تھا کہ آنحضور صلعم کے دہن کا لعاب لگنے
سے ناممکن ہے کہ زہر کا اثر ہو سکے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جس طرح تریاق زہر
کے اثر کو زائل کر دیتی ہے اسی طرح سے آپکے لعاب دہن نے سانپ کے زہر کا
اثر دور کر دیا۔ اسکے بعد آنحضرتؐ نے آرام فرمایا۔ تمام دن خموش بیٹھے رہے

جب آفتاب غروب ہو گیا اور کائنات نے سیاہ چادر اوڑھلی اور ہر
اندھیرا پھیل گیا۔ اندھیرا ہونے پر عامر صدیق اکبرؓ کے غلام بکریوں کا ریوڑ لیکر
آگئے۔ صدیق اکبرؓ باہر نکلے۔ عامر نے بڑھکر آپکو سلام کیا صدیق اکبرؓ نے
سلام کا جواب دیکر کہا۔ عامر کچھ دودھ لاؤ۔ کیونکہ حضور صلعم صبح سے بھوکے
پیاسے ہیں عامر کے پاس ایک کاٹھ کا پیالہ تھا وہ پیالہ لیکر ایک بکری کے
نیچے جا بیٹھا اور دودھ دوہنا شروع کیا۔ جب پیالہ دودھ سے لبریز
ہو گیا تو اٹھا۔ اور صدیق اکبرؓ کو دیکھ کر کہا۔ یا سیدی یہ دودھ لیجئے صدیق
دودھ کا پیالہ لیکر چلے ہی تھے کہ حضور اکرم بھی غار سے باہر آگئے آپ نے
پوچھا کیا عامر ریوڑ لیکر آگئے؟ صدیق اکبرؓ نے کہا جی ہاں آگئے لیجئے یہ دودھ
حاضر ہے آنحضرت صلعم پیالہ لیکر ایک چٹان پر بیٹھ گئے آپ نے آدھا دودھ

پیالہ پی کر واپس کر دیا۔ باقی دودھ حضرت صدیق اکبرؓ نے پی لیا جب صدیق اکبرؓ نے عامر کو پیالہ واپس دیا تو دور پر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ چونکہ کفار مکہ کے تعاقب کا اندیشہ تھا اسلیئے آنحضرت صلعم صدیق اکبرؓ اور عامر چوکنے ہو کر دیکھنے لگے تمام پہاڑی پر اس غضب کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا کہ چند قدم کے فاصلے کی چیز بھی دکھائی نہ دیتی تھی۔ یہ تینوں نہایت غور سے اس طرف دیکھ رہے تھے جس طرف سے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی آواز دمبدم قریب آتی جا رہی تھی اُس نے تلوار میان سے کھینچکر کہا یا سیدی اجازت دیجئے اگر دشمن ہو تو اس تلوار سے اسکا خاتمہ کر دوں؟ آنحضرت صلعم نے مسکرا کر کہا عامر تمہارا جوش قابل داد ہے لیکن خدائے بزرگ و برتر نے ابھی مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کا حکم نہیں دیا ہے اسلیئے تلوار میان میں کر لو کسی ظالم قوم پر خدا کا قہر و غضب اسوقت نازل ہوتا ہے جب مظلوم قوم کی مظلومیت حد سے بڑھ جانے آج مسلمان مظلوم ہیں ہر قسم کی ایذائیں برداشت کر رہے ہیں۔ وطن سے بیوطن ہو گئے ہیں۔ گھر در چھوڑ گئے۔ عزیز و احباب چھوٹ گئے دولت چھن گئی مگر مسلمانوں کا خدا پر بھروسہ ہے۔ خدا مظلوموں کی حمایت کریگا اور وہ فارغ البالی سے زندگی بسر کرینگے۔ عامر نے فوراً تلوار میان میں کر لی اب وہ اسقدر قریب آ لیے تھے کہ انکی دھندلی سی صورتیں نظر آنے لگی تھیں ان آنے والوں میں ایک مرد تھا اور ایک عورت جب وہ قریب آ گئے تو ان تینوں نے انھیں پہچان لیا۔ ان میں سے ایک حضرت عبداللہ صدیق اکبرؓ کے بیٹے اور دوسری حضرت اسماء صدیق اکبرؓ کی بیٹی تھیں دونوں نے قریب

آکر پہلے آنحضرت صلعم کو پھر صدیق اکبرؓ کو سلام کیا۔ دونوں نے انھیں دعا دی حضرت اسماء کھانا لائی تھیں انھوں نے آنحضرت صلعم کے سامنے کھانا رکھدیا صدیق اکبرؓ نے عبداللہ سے دریافت کیا۔ پیارے بیٹے کچھ قریش کے کفار کا حال سناؤ۔ آج تمام دن وہ کیا کرتے رہے ہیں؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا پیارے باپ صبح کیوقت جب آنحضرت صلعم کے بستر سے حضرت علی المرتضیٰ اٹھے تو کفار نے انھیں گھیر لیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم (محمدؐ) کہاں گئے انھوں نے لاعلمی ظاہر کی جب تو کفار کو بڑا غصہ آیا اور انھوں نے آپ کو زدوکوب کیا پہلے حراست میں لے لیا لیکن پھر غور کرنے کے بعد آپکو رہا کردیا گیا تمام کفار آنحضرت صلعم کے چلے جانے سے ہراساں اور ترساں ہو گئے ہیں وہ سب ہمارے مکان پر آئے تھے میں گھر میں موجود نہ تھا اسماء تھیں وہ اسماء سے کچھ بڑے پوچھنے لگے کہ تیرا باپ کہاں ہے اُس نے کہا کہ مجھے خبر نہیں ظالم ابوجہل نے غصہ سے بھر کر اسکے ایک طمانچہ مارا۔ جسکے لگنے سے اسکے کان کی بالی گر گئی۔

صدیق اکبرؓ کو جوش آگیا۔ انھوں نے کہا بدبخت ابوجہل تیری قضا تیرے سر پر منڈلا رہی ہے۔ حضرت اسماء سمجھ گئیں کہ ابا جان کو طمانچہ لگنے کا حال معلوم کرکے اذیت پہنچی اور غصہ آگیا اسلئے انھوں نے جلدی سے کہا۔

اباجان ابوجہل نے آہستہ سے طمانچہ مارا تھا صدیق اکبرؓ نے جوش سے بھر کر کہا۔ مگر اس ملعون کو میری بچی کو مارنے کا کیا حق تھا؟ کاش رسول اللہ نے ہمکو تلوار اٹھانیکا حکم دیا ہوتا واللہ میں ابھی وقت اس نامرد بزدل سے

جا کر انتقام لیتا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا یا اخی ہمارا اور تمہارا نیز تمام مسلمانوں کا انتقام خدا لے گا۔ خدا کے سپرد کر دو۔ وہ بہتر انتقام لینے والا ہے۔

یہ سنکر صدیق اکبرؓ نرم پڑ گئے۔ انھوں نے فرمایا میں نے خدا کے سپرد کر دیا خدا میری بیٹی کا انتقام لیگا۔ اچھا عبداللہ پھر کیا ہوا؟ حضرت عبداللہ نے کہا جب انھیں آپ دونوں کا سراغ نہ ملا تو تمام اہل مکہ کو تلاش و جستجو کا حکم دیا۔ لوگ ہر طرف دوڑ پڑے دور تک اُونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر گئے مگر سب کے سب ناکام واپس آئے

آنحضرت صلعم نے فرمایا انشاء اللہ ناکام ہی رہیں گے اب یہ سب بیٹھ گئے اور سب نے ملکر کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر صدیق اکبرؓ نے عبداللہ سے کہا بیاسے بیٹے جاؤ اور اپنی ہمشیرہ کو بھی لے جاؤ۔ کل رات کو پھر آنا اور کفار قریش کی تمام روئیداد سنانا۔ حضرت عبداللہ حضرت اسماء دونوں سلام کر کے چلے گئے انکے چلے جانے کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے عامر سے کہا۔ عامر تم بکریوں کا ریوڑ لیکر ان کے پیچھے اس طرح سے جاؤ جس سے کہ ان دونوں کے نقش قدم مٹ جائیں۔

عامر نے کہا۔ ایسا ہی ہو گا میرے حضور۔ اب عامر ریوڑ لیکر چلا گیا حضرت عبداللہ اور حضرت اسماء اور حضرت عامر کے چلے جانے کے بعد حضور اور صدیق اکبرؓ نے عشا کی نماز پڑھی اور ایک صاف چٹان پر چادر بچھا پڑ رہے صبح تک نہایت آرام اور بیفکری سے سوتے رہے آفتاب طلوع ہونے سے قبل بیدار ہوئے ضروریات سے فراغت کی اور صبح کی نماز پڑھکر

پھر غار ثور میں جا چھپے۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو آنحضرت صلعم اور صدیق اکبرؓ نے
دیکھا کہ ایک بڑی کڑی نے آکر غار کے منہ پر جالا تننا شروع کر دیا۔ جب جالا
تن کر اس نے تمام غار کا منہ ڈھک دیا تو ایک طرف چلی گئی اسکے جانیکے بعد ہی
دو کبوتر آئے اور غار کے قریب گھونسلہ بنانے لگے۔ آنحضرت صلعم نے یہ دیکھکر
کہا۔ اے رفیق سفر تم نے خدا کی حکمت دیکھی۔ ابوبکرؓ نے کہا ہاں دیکھی۔ مکڑی
کا جالا تن کر چلے جانا۔ کبوتروں کا گھونسلہ بنانا بلاوجہ نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا تم نے ٹھیک سمجھا۔ خیال ہوتا ہے کہ آج کفار
قریش پھر ہماری تلاش میں اس طرف آنیوالے ہیں اسلئے قدرت نے ہماری
حفاظت کا انتظام شروع کر دیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا لیکن ایک کمزور مکڑی کا جالا تننا اور صحرائی
کبوتروں کا گھونسلہ بنانا ہماری کیا حفاظت کرسکتا ہے آنحضرت صلعم نے
فرمایا۔ خدا اپنی حکمت کے بھیدوں کو خود ہی جانتا ہے ہم انکی تہ تک نہیں
پہنچ سکتے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کچھ کہنے والے ہی تھے کہ کبوتر پھڑپھڑا کر اڑے
آنحضرت نے فرمایا۔ ہوشیار باش دشمن آپہنچے

اب دونوں چپ ہو گئے۔ انھیں غار کے باہر بھاری قدموں کی آواز
سنائی دی۔ اسوقت آفتاب نصف النہار کے قریب پہنچ چکا تھا۔ لو چل رہی
تھی۔ اگرچہ غار کے باہر تیز دھوپ پڑ رہی تھی۔ مگر غار کے اندر اب بھی
اندھیرا تھا۔ آنحضرت صلعم اور صدیق اکبرؓ خاموش بیٹھے قدموں کی چاپ سن
رہے تھے۔ آواز بڑھتی ہوئی آ رہی تھی متعدد لوگوں کے قدموں کی چاپ تھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے نہایت آہستگی سے کہا یا حبیب اللہ کفار سر پر آ پہنچے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا لا تحزن ان اللہ ۔ یعنی مطلق خوف نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ چپ ہوگئے۔ اب قدموں کی آواز اسقدر قریب آگئی کہ ان غار نشینوں نے یہ سمجھ لیا کہ دشمن کو ان کا سراغ لگ گیا اور وہ ان کی تلاش میں غار ثور پر آگئے ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے گھبرا کر سر اٹھایا اور اوپر نظر کر کے کہا تو ابوجہل ابولہب اور ابوسفیان کے سامنے کھڑے تھے اُس طرف انکی پشت تھی حضرت صدیق اکبرؓ نے سرگوشی کے طور پر کہا۔

میرے حضور یہ سامنے ہی آگئے۔ اگر یہ اپنے پاؤں کیطرف نظر کرلیں تو ہم نظر آ جاویں۔ آنحضرت صلعم نے تسلی آمیز انداز سے کہا مطلق نہ ڈرو یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وظنک باثنین اللہ ثالثھما ۔ ترجمہ تم نے ان دونوں کو کیا سمجھا ہے جنکے ساتھ تیسرا اللہ ہے (جب خدا ہمارے ساتھ ہے تو ہمکو کسی کا خوف نہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ کچھ کہنے والے تھے کہ کسی نے کہا یا سردار ان قریش اس سے آگے سراغ نہیں چلتا یا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے رفیق ابوبکر یہیں کہیں چھپ گئے ہیں یا آسمان پر اڑ گئے ہیں۔

ابوجہل نے کہا یہیں کہیں تلاش کرو یہیں کہیں چھپے ہونگے آسمان پر اڑ کر نہیں جاسکتے اسکے بعد آواز بند ہوگئی۔ صرف قدموں کی چاپ سنائی دی حضرت صدیق اکبر اور آنحضرت صلعم سمجھ گئے کہ لوگ انھیں تلاش کر رہے ہیں۔ کچھ عرصے کے بعد کسی نے کہا تمام پہاڑ چھان مارا کہیں بھی سراغ نہیں

ملا۔ نہ معلوم وہ کہاں گم ہو گئے۔

ابوسفیان کی آواز آئی ہم نے پہاڑ کا چپہ چپہ چھان مارا وہ اس جگہ نہیں ہیں سراغرسانوں نے ہمکو دھوکہ دیا ہے عجب نہیں جو یہ ان دونوں سے ملے ہوں اور ہمکو دھوکہ دیکر دوسری طرف لے آئے ہوں۔

ابوجہل نے کہا۔ مجھے ان سراغرسانوں پر اطمینان ہے یہ ہم کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ ایک سراغرساں نے کہا۔ حضور ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم نے آپکو دھوکہ نہیں دیا۔ بلکہ ہم نقش پا کا سراغ لگاتے ہوئے ٹھیک طور پر یہاں لائے ہیں مگر یہاں آکر نقش قدم غائب ہو گئے ہیں۔

ولید نے کہا۔ اس غار ہیں، تو دیکھو شاید اس غار کے اندر چھپے ہوں حضرت صدیق اکبرؓ یہ سنکر کچھ مضطرب ہوئے آنحضرت صلعم نے اشارہ سے ان کو تسلی دی۔

اسوقت کفار ان سے اسقدر قریب تھے کہ آہستہ سے بولنے سے بھی احتمال تھا کہ شائد ان کی آواز کفار مکہ کے کانوں تک پہنچ جائے اسلئے دونوں بالکل خاموش رہے۔

ابوجہل نے استہزاد کے طور پر کہا۔ غار کے اندر ضرور ہونگے ولید ذرا عقل سے کام لو یہ غار برسوں سے بحالت خطرناک پڑا ہے۔ کوئی انسان اسکے اندر گھسنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

ابوسفیان نے کہا۔ کیا تم نے مکڑی کا جالا نہیں دیکھا اگر کوئی انسان غار کے اندر داخل ہوتا تو کیا یہ جالا صحیح و سالم رہتا دیکھو ایک تار بھی نہیں ٹوٹا

ابولہب بولا۔ ولید کی تو عقل ماری گئی ہے نہ کبوتروں کا گھونسلہ نظر آیا نہ گھونسلہ سے اُڑنے والے کبوتر دکھائی دیئے بھلا اس بدعقلی کا بھی کچھ ٹھکانا ہے آؤ وہ یہاں نہیں ہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں چلے گئے یا ولید بھڑکا رہا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ تمام کفار جمع ہوئے اور بے نیل مرام واپس لوٹ آئے جب وہ دور نکل گئے۔ تو صدیق اکبرؓ نے کہا خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ہمیں بچا لیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو لوگ خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ خدا انکی حفاظت اور اعانت کرتا ہے ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ دنیا کی تمام طاقتوں سے بے نیاز ہو کر صرف خدا کی طاقت پر بھروسہ کرے انشاء اللہ خدا ضرور اسکی اعانت کرتا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ بلاشبہ درست ہے میرے حضورؐ ہم کفار کے اسقدر قریب اور اس درجہ سامنے تھے کہ اگر وہ ایک قدم بڑھکر غار کے اندر جھانکتے تو ہم انکو نظر آجاتے۔ مگر خدا کو ہماری حفاظت منظور تھی اسلئے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ کفار دھوکہ کھا کر واپس چلے گئے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اب بخوف وخطر آرام کرو۔ دونوں غار کے اندر چادریں بچھا کر پڑ گئے۔ آفتاب ڈھلنے پر اُٹھے غار سے باہر نکلے تیمم کر کے نماز پڑھی اسوقت آفتاب نہایت آب و تاب سے نکلا ہوا تھا۔ دھوپ انتہائی شدت سے پڑ رہی تھی

گرم ہوا کے جھلس دینے والے جھونکے چل رہے تھے آنحضرت صلعم نے صدیق اکبرؓ سے کہا۔ کسی بلند چٹان پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نظر ڈال کر

دیکھو کہ عامر یہاں ریوڑ چرا رہا ہے۔ صدیق اکبرؓ نے بہت اچھا کہا اور ایک اونچی چٹان پر چڑھ گئے کوہ ثور پر شاذ و نادر ہی کوئی درخت تھا۔ آفتاب کی تمازت کسی درخت کو اگنے ہی نہ دیتی تھی۔ ننگا پہاڑ اور جھلسی ہوئی چٹانیں تھیں۔ صدیق اکبرؓ سب سے اونچی چٹان پر چڑھ گئے۔ انھوں نے گھوم پھر کر چاروں طرف نظر ڈالی۔ ہر طرف تند و تیز ہوا سے اٹھتے ہوئے بگولے نظر آئے یا سفید ریگزار سمندر کی طرح سے لہریں مارتا ہوا نظر آیا مگر جب انھوں نے یثرب کی طرف دیکھا تو ادھر سے ایک سانڈھنی سوار تیزی سے آتا ہوا نظر آیا صدیق اکبرؓ نیچے اترے انھوں نے آنحضرت صلعم کے قریب آکر کہا۔ یا رسول اللہ عامر کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ ہر طرف تند اور تیز ہوا نے ریگ زار کے بگولے اٹھا رکھے ہیں البتہ یثرب کی طرف سے ایک سانڈھنی سوار آ رہا ہے۔

حضور اکرم نے فرمایا۔ چونکہ ہماری ہجرت کی خبر یثرب پہنچ گئی ہے اسلئے یثرب والے ہمارا انتظار کر رہے ہیں ممکن ہے کہ ہمارے نہ پہنچنے کی وجہ سے انکا کوئی قاصد آ رہا ہو۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا یہی میرا خیال ہے کہ میں پہاڑ سے نیچے اتر کر اس سانڈھنی سوار کو روک لوں۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ نہیں اول تو اندیشہ ہے کہ کہیں کفار کوئی پہاڑ کے دامن میں چھپے ہوئے نہ ہوں دوسرے ممکن ہے کہ جس قاصد کو ہم مسلمان کا قاصد سمجھ رہے ہیں کفار کا قاصد ہو آؤ ہم غار کے اندر چھپ جائیں یہاں دھوپ کی تمازت تکلیف دے رہی ہے۔

صدیق اکبرؓ نے کہا چلیے دونوں غار کے اندر داخل ہوئے اور چادروں پر جا بیٹھے۔ دیر تک دونوں خاموش بیٹھے رہے کچھ عرصہ گذرنے پر انھوں نے کسی کے قدموں کی چاپ سُنی۔ دونوں چونکے اور حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ پھر کوئی آرہا ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ہاں آرہے ہیں شائد دو آدمی ہیں آواز قریب آتی جارہی ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا میرے حضور مجھے تلوار چلانیکی اجازت دیجئے آخر کار ہم کبتک چھپے بیٹھے اور کبتک ڈرتے رہیں گے

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جب تک خدا کا حکم نازل نہ ہو ہمکو تلوار نہ اُٹھانا چاہئے دیکھو پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے!!

صدیق اکبر نے اوپر نظر کی انھوں نے عامر کو سامنے کھڑے دیکھا وہ خوش ہوئے اور انھوں نے کہا عامر تم ہو؟ کیسے آئے غار کے اندر چلے آؤ۔ عامر غار کے اندر گئے انھوں نے دونوں کو سلام کیا دونوں نے سلام کا جواب دیا۔ عامر نے کہا یا رسول اللہ یثرب سے ایک قاصد آیا ہے اور وہ آنحضرت صلعم سے ملنا چاہتا ہے۔

آپ نے فرمایا اُسے بلا لو۔ عامر واپس چلے گئے اور فوراً ایک یثربی مسلمان کو ہمراہ لیکر آئے۔ یثربی مسلمان نے آتے ہی آپکو سلام کیا۔ آپ نے دریافت کیا تم چلچلاتی دھوپ اور گرم ہوا میں کیسے آئے۔

یثربی مسلمان نے کہا۔ یثرب کے تمام مسلمان آپکی آمد کے منتظر ہیں روزانہ یثرب سے باہر نکلکر شام تک آپکا انتظار کرتے ہیں جب آپ

نہ آئے اور عرصہ گذر گیا۔ تو مجکو وجہ تساہل معلوم کرنے کیلئے خدمت اقدس میں روانہ کیا گیا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا میں یثربی مسلمانوں کا مشکور ہوں افسوس ہے کہ میں اسوقت ایسی حالت میں ہوں کہ تمہاری مدارات بھی نہیں کر سکتا۔ پہاڑ کے اندر چھپا ہوا ہوں یا اخی میری قوم مجھے ستاتی ہے قتل کرنیکے درپے ہے نہیں چاہتی کہ یثرب جاؤں مگر میرا خدا میری امداد کر رہا ہے میں پرسوں یثرب کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اگر تم ٹھہرنا نہ چاہو تو واپس چلے جاؤ اہل یثرب سے کہدو کہ میں آرہا ہوں۔

صدیق اکبرؓ نے کہا عامر انھیں خوب دودھ پلاؤ اور جب یہ روانہ ہو جائیں تب تم رات کو آنا۔ عامر قاصد کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئے انکے چلے جانے کے بعد ان دونوں غارنشینوں نے عصر کی نماز پڑھی عصر کے بعد جب دن چھپ گیا تو انھوں نے غار کے اندر ہی مغرب کی نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر باہر آئے اگرچہ اسوقت آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ مگر تمام دن تپنے والا پتھر اب بھی گرم تھا اور اب بھی گرم ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ یہ دونوں ایک کھلی چٹان پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر میں ہی عامر ریوڑ لیکر آگئے۔

انھوں نے بتایا کہ قاصد دودھ پی کر اُسی وقت چلا گیا تھا۔ تمام دن صدیق اکبرؓ اور آنحضرت صلعم نے کچھ کھایا پیا نہ تھا اسلیے دونوں کو بھوک اور پیاس معلوم ہو رہی تھی۔ دونوں نے تھوڑا تھوڑا دودھ پیا۔ صدیق اکبرؓ نے عامر سے دریافت کیا۔ تم نے دن میں کفار قریش کو دیکھا۔

عامر نے کہا یا سیدی آج دن بھر میں پہاڑ کے دامن ہی میں بکریاں

چرا تا رہا ہوں۔ میں نے سرداران قریش کو پہاڑ پر آتے دیکھا تھا میں ڈر گیا کہ کہیں وہ ظالم آپکا سراغ نہ لگا لیں لہذا میں بھی گوشہ بر آواز ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اگر انھوں نے آپکو اسیر کر لیا تو میری تلوار ضرور انکے سروں پر پڑے گی میں نے تلوار کی صیقل بھی کرالیا تھا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اسکی نوبت ہی نہ آئی اور وہ خائب و خاسر ہو کر واپس لوٹ گئے انکے چلے جانے کے بعد میرا ارادہ ہوا کہ وہ دودھ لیکر آنحضرت صلعم کے پاس آؤں مگر مآل اندیشی نے ایسا نہ کرنے دیا۔ صدیق اکبرؓ نے کہا تم نے بہت اچھا کیا۔ کیونکہ تمہارا آنا بہتر نہ تھا۔ عامر نے کہا قاصد کو بھی اس وقت لیکر حاضر ہوا۔ جب کفار مکہ شہر میں چلے گئے تھے۔

اس وقت حضرت عبداللہ اور حضرت اسمار دونوں آگئے حضرت اسمار نے بڑھکر کھانا آنحضرت صلعم کے سامنے رکھدیا اور حضرت صدیق اکبرؓ نے عبداللہ سے دریافت کیا۔ عبداللہ آج کی روئیداد بیان کرو۔

عبداللہ نے کہا آج بھی کفار و اشرار تمام جنگلوں کی خاک چھانتے رہے دوپہر کے وقت مکہ میں واپس آئے عصر کے وقت انھوں نے حرم تشریف میں مشورہ کیا اور قرار پایا کہ جو کوئی آنحضرت صلعم اور صدیق اکبرؓ کو گرفتار کرکے لائے اسے سو اونٹ انعام دیئے جائینگے چنانچہ اسی وقت اس انعام کا اعلان کر دیا گیا آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ انشاءاللہ کفار اپنے ارادہ میں ناکام رہیں گے اب ہمیں کل شب کو یہاں سے روانہ ہونا چاہیے صدیق اکبرؓ نے خوش ہو کر کہا۔ کیا میں عبداللہ سے کہ وہ کل شب کو دو اونٹنیاں لے آئے

اور عبداللہ بن اریقط کو اطلاع دیدیجائے کہ وہ شب کو اپنے اونٹ لیکر رہبری کیلئے آجائے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ہاں انکو ہدایت کردو۔ صدیق اکبرؓ نے عبداللہ سے کہا۔ میرے بیٹے تم نے باتیں سُن لیں کل ان پر عمل کرنا۔ دونوں اونٹنیاں لیکر خفیہ طور پر آجانا۔ عامر بھی ہمارے ساتھ چلینگے انکا سامان بھی اونٹ پر بار کرلانا۔ عبداللہ بن اریقط سے کہدینا کہ وہ بھی رات سے پہلے یہاں آجائے اور میری بیٹی اسماء تم کل ستو اور کھجوریں تھیلیوں میں بھر کر لانا۔ میرے کپڑے بھی لیتی آنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اور کچھ سمجھانیکی ضرورت نہیں ہے تم تمام باتیں سمجھ گئے ہو عبداللہ اور حضرت اسماء نے کہا۔ ہاں خوب ہم سمجھ گئے۔ اسکے بعد سب نے بیٹھکر کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر حضرت عبداللہ اور حضرت اسماء چلے گئے۔ عامر انکے پیچھے ریوڑ لیکر روانہ ہوئے ریوڑ کے چلنے سے عبداللہ اور اسماء کے نقش قدم مٹتے چلے گئے۔

آنحضرت صلعم اور حضرت صدیق اکبرؓ نے عشا کی نماز پڑھی اور ایک چٹان پر چادر بچھا کر سونے کے ارادہ سے لیٹ گئے۔ چونکہ گرمی زیادہ تھی اسلئے دیر سے نیند آئی۔ تقریباً آدھی رات گئے سو گئے لیکن جب نیند آگئی تو آرام سے سوتے رہے۔ صبح سویرے بیدار ہو کر دونوں نے ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھی اور نماز پڑھتے ہی پھر غار کے اندر چلے گئے۔

دوپہر تک غار کے اندر بیٹھے رہے جب آفتاب ڈھل گیا اور ظہر کی نماز کا وقت

آگیا تو دونوں نماز میں مصروف ہو گئے۔ ابھی یہ نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ عامر دودھ لیکر آگیا اُس نے دودھ ایک طرف رکھدیا اور خود بھی نماز پڑھنے لگا۔ نماز سے فراغت کر کے حضرت صدیق اکبرؓ نے عامر سے دریافت کیا کہو آج تو کفار اس طرف نہیں آئے عامر نے جواب دیا یا سیدی نہیں آج بھی کچھ شتر سوار سویرے ہی یثرب۔ طائف۔ جدہ اور دوسری اطراف میں گئے ہیں۔ لیکن کفار عام طور پر جستجو کیلئے نہیں نکلے آنحضرت صلعم نے فرمایا غالباً وہ ناکام ہو کر بیٹھ رہے ہیں۔ عامر نے کہا بلاشبہ حضور اکرم ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ صدیق اکبرؓ اور آنحضرت صلعم نے دودھ پیا اور دودھ پی کر صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ عامر دیکھتے رہو کہ کفار مکہ کہاں جاتے ہیں آج شب کو ہم یہاں سے روانہ ہو جائینگے تم کو بھی ہمراہ چلنا ہوگا اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا کہ یثرب کیجانب کتنے لوگ جاتے ہیں اور پھر وہ واپس آتے ہیں یا نہیں۔

عامر نے کہا۔ بہت خوب یا سیدی۔ عامر یہ کہکر چلا گیا۔ آفتاب اور ماہتاب غار ثور میں آرام کرنے لگے۔ لقایا تمام دن وہ آرام کرتے رہے جب رات ہو گئی تو سورج غروب ہو گیا اور دونوں غار سے باہر آئے اور ایک صاف سی چٹان پر بیٹھکر عبداللہ اور عامر کا انتظار کرنے لگے۔

آفتاب ابھی غروب ہوا ہی تھا کہ ماہ صفر ۱۴ نبوی کی ۳۰ تاریخ تھی۔ اندھیری رات تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا جھلسی ہوئی چٹانیں مہیب اور وحشتناک معلوم ہو رہی تھیں آسمان پر ستارے تیر رہے تھے اور انکی ہلکی

ہلکی ضیاء تاریک فضا میں آکر کھوئی جاتی تھیں۔ ساکنان ارض اس کی روشنی سے مستفید نہ ہوسکتے تھے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد عبداللہ اور اسماء آگئے دونوں نے آتے ہی سلام کیا آنحضرت صلعم نے دعا دیکر دریافت کیا عبداللہ آج کفار مکہ کیا کرتے ہیں؟ عبداللہ نے جواب دیا۔ کفار مکہ کے اشراف لوگ تو تھک کر ناکام ہوکر بیٹھ گئے مگر مفلس اور لالچی لوگ گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہوکر تمام دن مارے مارے پھرتے رہے مگر اب انکا بھی تمام جوش سرد پڑگیا ہے۔

صدیق اکبرؓ نے دریافت کیا۔ تم نے عبداللہ بن اریقط سے کہدیا تھا کہ وہ اونٹنیاں لیکر آجائے؟ عبداللہ نے جواب دیا کہدیا تھا وہ تمام دن تیاریاں کرتا رہا ہے یقین ہے کہ اب وہ آتا ہی ہوگا۔

اسوقت عامر ریوڑ لیکر آگئے انھوں نے آتے ہی دودھ پیش کیا آنحضرت نے دودھ پیا۔ جب آپ دودھ پی کر فارغ ہوئے تو عبداللہ بن اریقط اونٹنیاں لیکر آگئے اور انکے ساتھ ایک اونٹ بھی تھا اُس نے آتے ہی سب کو سلام کیا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے دریافت کیا۔ عبداللہ تم تیار ہوکر آگئے؟ عبداللہ بن اریقط نے کہا۔ جی ہاں میں تیار ہوکر آگیا ہوں!!

صدیق اکبرؓ۔ کسی آدمی نے تم کو آتے تو نہیں دیکھا۔

عبداللہ۔ نہیں۔

صدیق اکبرؓ۔ کسی سے تم نے باتوں کی رو میں اپنی یا ہماری روانگی کا حال تو نہیں کہہ دیا۔

عبداللہ۔ نہیں کیا میں ایسا ذلیل تھا کہ رازداری کا عہد توڑ کر اہل عرب کی

اور اپنی قومی شرافت کو بٹہ لگاتا یاد رکھیے جس طرح سے آپ ہیں اسی طرح سے ہیں بھی عرب ہوں ایک عرب کبھی غداری نہیں کر سکتا۔ کبھی دہوکہ نہیں دے سکتا اور کبھی عہد شکنی نہیں کر سکتا ہمارا قومی طرۂ امتیاز یہی ہے۔

صدیق اکبرؓ۔ بلا شبہ تم سچ کہتے ہو عبد اللہ۔

عبد اللہ۔ میرے خیال میں ہم کو جلد روانہ ہونا چاہیے اگر ہم ابھی چل دیں تو دن نکلنے تک کافی دور نکل جائیں گے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ بلا شبہ جلدی کرو۔ جو سامان عبد اللہ اور اسما لائے ہیں بار کر دو اور فوراً روانہ ہو جاؤ صدیق اکبرؓ نے بہت بہتر کہا اور اونٹنیاں بٹھا کر سامان بار کرنا شروع کیا۔ ساتھ ہی یہ کیا تھا۔ چند جوڑے کپڑوں کے چند چادریں اور کمبل دو تھیلے ایک ستو کا اور ایک کھجوروں کا۔

یہ سامان تھا اس شہنشاہ دنیا و دین کا زاد راہ کیلئے جنکی بابت تمام مسلمانوں کا اعتقاد تھا کہ دنیا انھیں کی وجہ سے عالم وجود میں آئی ہے اور خالق ارض و سما نے انھیں اپنے پاس عرش بریں پر بلایا بہشت کی سیر کرائی آج اگر کوئی متمول مسلمان سفر کرتا ہے تو سینکڑوں چیزیں کئی خادم اور ہزاروں روپے ہمراہ لیکر چلتا ہے اور تو اور اگر علمائے کرام جو کہ حضور صلعم کے جانشین کہلاتے ہیں تو معتقدین کا گروہ ہمراہ لیتے ہیں ریل میں سیکنڈ کلاس میں سفر کرتے ہیں۔ تانگہ فرسٹ کلاس لیتے ہیں۔ توشہ دان میں لحمید ارشور بہ جلوہ پراٹھا۔ بریانی۔ مطنجن اور اسی قسم کے دوسرے کھانے

رکھوا لیتے ہیں پاندان ہمراہ ہوتا ہے۔ قدم قدم پر پان کھاتے ہیں منہ صاف کرنا مسواک کرنا۔ دانت مانجنا تو جانتے ہی نہیں۔ دانت سیاہ ہو کر ایسے کریہہ المنظر ہو جاتے ہیں کہ جہاں بولنے کیلئے انھوں نے منہ کھولا سیاہ دانت نظر آئے اور دیکھنے والے کو نفرت ہوئی۔ کیا آنحضرت صلعم پان کھاتے تھے یا پان کھانا سنت ہے۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں پر جو آنحضرت صلعم کے جانشین ہو کر ان مکروہات میں پھنسے ہوئے ہیں نہیں جانتے اس بات کو کہ عوام کے دل پر اس شخص کی تقریر کا کیا اثر ہو سکتا ہے جو سنت نبوی پر قائم نہ ہو اور جو آدمی سنت نبوی سے منحرف ہو اسکی تقریر کا ذرا بھی اثر نہیں ہو سکتا۔

پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اگر علمار نے تھوڑا بہت سفر خواہ وہ ریل سے ہی کیوں نہ ہو تو تھک گئے۔ لگے بدن دلوانے اور صرف ایک ہی آدمی بدن نہیں دباتا بلکہ کئی کئی کندی کاری میں لگ جاتے ہیں۔

راقم الحروف کو تھانہ بھون جانے کا اتفاق ہوا ایک مقتدر عالم جلال آباد ہو کر آئے تھے۔ صرف چند میل کا فاصلہ تھا۔ آتے ہی پلنگ پر دراز ہو گئے اور دو تین نہیں پورے چار آدمی پیر دبانے لگے پھر اسوقت تک دباتے رہے جب تک کہ عشا کا وقت گذر گیا۔

گویا ان میں سے کوئی بھی عشا کی نماز جماعت سے نہ پڑھ سکا۔ یہ ہیں آج کل کے علمار کی کیفیات۔ کیا ہو دیوں اور عیسائیوں کی طرح علمار بھی آرام طلب بن گئے ہیں۔

کوئی عالم یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضور صلعم یا صحابہ کرام کا بھی یہی وطیرہ تھا۔ جو انکا آج ہے اسلام جاہ طلبی کی تعلیم دینے نہیں آیا ہے وہ قوم بہت جلد تباہ ہو جاتی ہے جسکے افراد جسکے فرزند آرام طلب بنجاتے ہیں صحیح زندگی جد و جہد کا نام ہے اگر ہمارے بزرگ بھی آرام طلب ہوتے تو ہرگز اسلام دنیا میں نہ پھیلتا۔ کوئی جانتا بھی نہ کہ اسلام بھی کوئی مذہب ہے میرے بزرگو عزیزو اور دوستو آرام طلبی چھوڑ دو۔ اعزاز و جاہ کی تمنا بھول جاؤ کاہلی اور سستی سے پرہیز اور بے راہ روی سے بچو۔ قرآن مجید کی تلاوت کرو۔ سمجھکر پڑھو اور عمل کرو۔ آنحضرت صلعم کی سیرت کا مطالعہ کرو اور قومی بزرگوں کی سوانحیات کو بغور دیکھو تاکہ معلوم ہو کہ تمہارے بزرگوں نے کیا کیا۔ کس طرح ترقی کی کس حالت سے اٹھے کس پستی سے اٹھے کیسے گرجے۔ دنیا کو کیسے تسخیر کیا۔

وہ بھی انسان تھے۔ تم بھی انسان ہو وہ پستی سے نکلکر بام عروج پر پہنچے دنیا میں آفتاب بنکر چمکے۔ انھوں نے طاغوتی سلطنتوں پر قبضہ کر لیا اور دنیا کا کثیر حصہ فتح کر لیا۔ دنیا ان سے لرز گئی تم سلطنتیں کھو بیٹھے بندھی ہوئی ہوا کو اکھاڑ دیا۔ اب تم سے کوئی نہیں ڈرتا۔ بلکہ تم سب سے ڈرتے ہو اگر آج بھی تم سنبھل جاؤ اور قرآن شریف کو مشعل راہ بنالو تو تم بدستور سابق دنیا پر چھا جاؤ گے پھر دنیا تمہارے قدموں پر آ جھکے گی۔

آنحضرت صلعم نے زاد راہ کا جائزہ لیا۔ کھجور کا تھیلہ کچا وہ سے باندھ دیا مگر جب ستو کا تھیلہ باندھنے لگے تو اتفاق سے اس میں تسمہ نہ تھا حضرت اسماء تسمہ گھر میں بھول آئی تھیں اور یہاں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے تھیلہ

باندھا جاتا۔ سب سوچنے لگے کہ اب کیا کریں۔ فوراً ہی حضرت اسمارؓ کی سمجھ میں آیا انکا نطاق (کمربند) بڑا تھا انھوں نے آدھا کمربند کاٹ کر پائجامہ میں باندھا اور آدھا تھیلہ میں باندھکر تھیلہ کجاوا سے باندھ دیا۔ آنحضرت صلعم انکی اس تدبیر سے بہت مسرور ہوئے آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ اسمارؓ تم ذات النطاقین ہو!!

حضرت اسمارؓ شرما گئیں مگر آنحضرت صلعم جو لقب یا خطاب انھیں دے چکے تھے وہ ایسا مشہور ہوا کہ تمام عرب میں آپکی شہرت ہوگئی اور تاریخوں میں بھی حضرت حضرت اسمارؓ کو ذات النطاقین ہی لکھا جاتا ہے۔

سب سے پہلے آنحضرت صلعم ایک اونٹنی پر سوار ہوئے اس اونٹنی کا نام القصویٰ تھا۔ اسکے بعد صدیق اکبرؓ ایک دوسری اونٹنی پر بیٹھے انھوں نے عامر کو اپنے پیچھے سوار کرایا اور تیسرے اونٹ پر عبداللہ بن اریقط رہبر سوار سوار ہوئے جب چار آدمیوں کا یہ مختصر قافلہ چلنے لگا تو حضرت اسمارؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور انھوں نے فرمایا اے اللہ میاں مسلمانوں کی رہنمائی کر۔ میرے باپ اور خاندانی غلام اور ان کے رہبر کی حفاظت کیجیو!! صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ عزیز بیٹی الفراق۔ فراق کا نام سنتے ہی حضرت اسمارؓ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ انھوں نے فرمایا پیارے باپ کیا تم ہمیشہ کیلئے مجھ سے جدا ہو رہے ہو؟ صدیق اکبرؓ نے فرمایا نہیں میری بچی ہمیشہ کے لئے نہیں میں دارالامان میں پہنچکر جلدی ہی تجھے اور تیری چھوٹی بہن عائشہ کو اور تیرے بھائی عبداللہ کو بلا لوں گا۔

حضرت اسمارؓ نے سسکیاں لیتے ہوئے فرمایا دیکھو ہم کو بھول نہ جانا

آپکے جانیکے بعد کفار ہمکو بہت ستائینگے لہذا ہمیں بہت ہی جلد بلا لیںآنحضرت صلعم نے فرمایا اسمار نہ گھبراؤ خدا تمہاری اور تمہارے عزیزوں کی حفاظت کریگا جب ہم کو اطمینان نصیب ہوگا ہم سب سے پہلے تم کو ہی بلائینگے حضرت اسمار نے کہا میرے حضور یاد رکھیے گا کہ آپکی دعاگو بیکس اور مجبور ہستیاں آپ سے دور ظالم اور اشرار کفار کے درمیان بڑی زندگی گذار رہی ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا تم میرے سب سے عزیز صحابی کی اولاد ہو تم کو کیسے بھول سکتا ہوں اسمار میں کسی ایک مسلمان کو بھی نہیں بھول سکتا مجھے میری امت اپنی زندگی اور دنیا وجہاں کی نعمتوں سے زیادہ عزیز ہے میری بیٹی الوداع ۔ حضرت اسمار نے فی امان اللہ کہا یہ مختصر قافلہ روانہ ہوا عبداللہ اور اسمار ریوڑ ہانک کر لے چلے قافلہ نہایت خموشی سے چل رہا تھا صرف تین اونٹ یا اونٹنیاں تھیں کوہ ثور سے اتر کر پہاڑ کا نشیبی میدان طے کرنے لگے ابھی یہ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ سامنے سے ایک اعرابی آتے ہوئے نظر آیا یہ اعرابی کہیں دور سے چلا آرہا تھا اسکے پاؤں پر گرد جما ہوا تھا اس نے قریب پہنچکر ان شتر سواروں کو دیکھا فوراً ہی اسکی زبان سے نکلا کون محمدؐ اور ابوبکرؓ ہو ضرور دونوں قوم سے ڈر کر بھاگے جارہے ہیں اعرابی نے یہ باتیں نہایت آہستگی سے کیں کہ شتر سواروں نے نہ سنیں وہ برابر چلتے رہے یہاں تک کہ کچھ دور چلکر رات کی تاریکی میں غائب ہوگئے ۔ اعرابی بدستور مکہ کیجانب چلتا رہا ۔ مگر اب اس نے اپنی رفتار تیز کردی ۔

# (۲۵)

# پچیسواں باب

## تعاقب

اعرابی جلد جلد چلکر مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ چونکہ رات زیادہ آگئی تھی اس لئے مکہ معظمہ کی تمام گلیاں سارے راستے سنسان پڑے تھے ایک متنفس بھی آجا نہ رہا تھا تمام شہر میں خموشی طاری تھی گویا ہر شخص خواب نوشیں کے مزے لے رہا تھا اعرابی چلکر ایک مکان کے اندر گھسا۔ مکان کے مکیں سو رہے تھے وہ بھی ایک چٹائی پر پڑکر سو رہا۔ صبح جب آفتاب نکلا تو وہ اُٹھا ضروریات سے فراغت کرکے حرم شریف پہنچا۔ حرم شریف میں سینکڑوں بُت پرست بتوں کے سامنے جھکے ہوئے انکی پرستش کر رہے تھے ایک طرف چند آدمی بیٹھے باتیں کر رہے تھے ان لوگوں میں ایک آدمی سراقہ بن مالک تھا یہ شخص قریش مکہ سے تھا نہایت مشہور بہادر اور جنگجو وتنڈ تھا اعرابی ان لوگوں کے پاس بیٹھ گیا جب وہ باتیں کر چکے تب اعرابی نے کہا۔ سراقہ میں رات عقلان کیجانب سے آ رہا تھا میں نے تین شتر سوار جاتے دیکھے اگرچہ

اندھیرا تھا مگر جب میں نے بغور دیکھا تو انھیں پہچان لیا وہ محمدؐ اور انکے رفقاء تھے
سراقہ نہایت توجہ سے اسکی گفتگو سن رہا تھا وہ سمجھ گیا کہ بالضرور آنحضرت
اور آپکے جاں نثار صحابہ ورفقاء ہونگے اسے طمع دامنگیر ہوئی۔ چنانچہ قریش
مکہ نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص آنحضرت صلعم اور انکے رفقاء کو پکڑ کر
لائیگا۔ اُسے سو اونٹ انعام دیئے جائینگے اسلئے اس نے سوچا کہ وہی
کیوں نہ اس انعام کو حاصل کرے لہٰذا اس نے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے
کیلئے کہا انہیں محمدؐ نہ تھے وہ تو پرسوں ہی یثرب چلے گئے یہ کوئی اور
لوگ ہونگے۔

اعرابی نے کہا شاید مجھے ہی دھوکہ ہوا ہو۔ سراقہ نے کہا ہاں تم نے
دھوکہ کھایا مجھے بہ وثوق معلوم ہوا ہے محمدؐ یثرب چلے گئے ہیں لوگوں نے
سراقہ کی بات پر اعتماد کر کے اعرابی کو جھٹلانا شروع کیا تھوڑی ہی دیر کی
گفتگو کے بعد سب لوگ اُٹھے۔ سراقہ سیدھا گھر پہنچا۔ گھر پہنچتے ہی اُس نے ہتھیار
اور گھوڑا اپنے غلام کے ہاتھ شہر سے باہر بھیج دیا اور خود عوام کی نظروں
سے بچتا ہوا مکہ سے باہر آیا۔ باہر آتے ہی وہ مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا
اور غلام کو ہدایت کی کہ کسی کو نہ بتانا کہ میں کہاں جا رہا ہوں بلکہ تو اسی
جگہ کھڑا رہ اگر کوئی اس طرف جانا چاہے تو اسے بلطائف الحیل ٹال دینا
اور اس طرف نہ جانے دینا مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس طرف محمدؐ گئے ہیں
اور میں انکے تعاقب میں جا رہا ہوں اگر میں نے ان کو گرفتار کر لیا تو
آج سو اونٹ کا انعام حاصل کر دونگا۔ غلام نے سر اطاعت خم کیا سراقہ روانہ ہو

بھی وہ چند قدم ہی چلا تھا کہ ایک گدھا گھوڑے کے قریب سے گذرا۔ گھوڑے نے خوفزدہ ہو کر سکندری کھری۔ سراقہ ہوشیاری سے نہ بیٹھا تھا۔ دھڑام سے پیچھے گرا۔ اسے گدھے پر بڑا غصہ آیا۔ وہ اٹھا کپڑے جھٹکنے لگا اور گدھے کو گالیاں دینے لگا۔ کپڑے جھٹک کر گھوڑے پر سوار ہوا اور قدم قدم چلا۔ کوہ ثور پر پہنچکر اُس نے اونٹوں کے نقش قدم دیکھے وہ خوش ہو کر ان نقوش پر نہایت تیزی سے روانہ ہوا۔ پورے تین گھنٹے تک نہایت تیزی سے چلتا رہا جب آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تو اس نے دور سے تین اونٹ جاتے ہوئے دیکھے وہ سمجھ گیا کہ جنکی تلاش میں وہ گھر سے نکلا ہے سامنے وہی جا رہے ہیں اس نے مہیز لگا کر گھوڑے کو اور تیزی سے دوڑایا۔ گھوڑا نہایت سرعت سے فراٹے بھرتا ہوا جا رہا تھا لیکن ابھی اس سرعت سے ایک میل بھی نہ چلا تھا کہ اُس نے ٹھوکر کھائی اور گھوڑے کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔

اگرچہ سراقہ نہایت ہوشیاری سے بیٹھا تھا مگر اس مرتبہ بھی سنبھل نہ سکا۔ لڑھکنی کھا کر گھوڑے کے آگے جا گرا اسے پھر غصہ آیا وہ سمجھا کہ شاید پھر کسی گدھے نے گستاخی کی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا مگر وہاں گدھا نہ تھا اس مرتبہ اسے گھوڑے پر غصہ آیا۔ مگر جب اس نے گھوڑے کے پاؤں کی طرف دیکھا تو اسکے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنسے ہوئے تھے وہ سخت متعجب ہوا۔ رفتہ رفتہ اسکی حیرت دور ہو گئی اور اس پر خوف و ہراس کا عالم طاری ہوا۔ مگر خوف بھی زیادہ عرصہ تک نہ رہا اسکی جبلی شجاعت خوف پر غالب آگئی اُس نے گھوڑے کو نکالا اور پھر

اسی پر سوار ہو کر تیزی سے روانہ ہوا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ آنحضرت صلعم اور انکے رفقا نہایت اطمینان اور بیخوفی سے باتیں کرتے چلے جا رہے تھے اُسے اُنکے اس اطمینان پر حیرت ہوئی مگر اُس نے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی جب گھوڑا شتر سواروں کے قریب پہنچا تو دفعتاً وہ پیٹ تک زمین میں دھنس گیا اور سراقہ پھر گھوڑے سے نیچے آ پڑا۔ اب سراقہ پر ہیبت طاری ہو گئی اُس نے سمجھ لیا کہ جنکے تعاقب میں وہ دوڑ کر آیا ہے ان تک رسائی غیر ممکن ہے ان کا خدا انکی حفاظت کر رہا ہے اُسے اس بات پر افسوس ہوا کہ وہ انعام حاصل کرنے میں ناکام رہیگا۔ مگر وہ دانشمند تھا نہ مآل اندیش تھا اس نے آنحضرت کو آواز دیکر کہا اے رسول اللہ کے رہنما ایک ذرا ٹھہر کر میری باتیں سن لیجئے آپ نے اسکی آواز سنکر سواری روکدی۔ فوراً تینوں اونٹ روک دیئے گئے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ سراقہ جلد آ کر کھڑا ہو گیا کہتا ہے سراقہ دوڑ کر آپ کے پاس پہنچا۔ اُس نے کہا اے مسلمانوں کے ہادی میں آپکو اور آپکے رفقا کو اسیر کرنیکے ارادہ سے آیا تھا۔ جب سے میں نے آپکے تعاقب میں گھوڑا روانہ کیا ہے اسوقت سے اب تک تین مرتبہ گھوڑے سے گر چکا ہوں پہلے دو مرتبہ میں نے اتفاق سمجھا مگر اب تیسری مرتبہ جب میرا گھوڑا پیٹ تک دھنس گیا تو میں نے سمجھا کہ آپ کا خدا آپکی حفاظت کر رہا ہے آپکو کوئی اسیر نہیں کر سکتا۔ میرے حضور مجھے یقین آ گیا ہے کہ آپ ایک نہ ایک دن عرب کے حکمران ہونگے نہ صرف مکہ بلکہ تمام عرب پر آپکا تسلط ہوگا اسلئے میں

چاہتا ہوں کہ آپ میرے اور میرے متعلقین کے لئے ایک امان نامہ لکھدیں۔ جب موقعہ آئے تو میں اور میرے عزیز امن و سکون سے رہ سکیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اسے امان نامہ لکھدو۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اونٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے امان نامہ لکھکر سراقہ کی طرف پھینکدیا۔ سراقہ نے اٹھا کر نہایت احتیاط سے اپنے عمامہ میں باندھ لیا۔ یہ پہلا امان نامہ لکھا گیا تھا۔

سراقہ نے کہا۔ اب حضور اطمینان سے تشریف لے جائیں میں واپس جا رہا ہوں۔ جو لوگ اس طرف سے آپکے تعاقب میں آ رہے ہونگے میں ان کو واپس لیجاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کے ان الفاظ کا کچھ جواب نہ دیا اور آپ روانہ ہو گئے۔ سراقہ بھی اپنے گھوڑے کے پاس آیا۔ اسے نکالا۔ سوار ہوا اور واپس مکہ کی طرف لوٹ گیا۔

ناظرین کرام۔ اس سے آگے کے واقعات کا مطالعہ کرنیکے لئے اسی ناول کا دوسرا حصہ آفتاب عالم سوم منگوا کر پڑھیں۔ جسکے چند ایک عنوانات ذیل ہیں۔ اسلام کا تافر۔ آفتاب رسالت قبا میں۔ آغاز و انتقام بمعاہدہ بین الاقوام اذان جہاد فخر عالم نرغہ اعدا میں وغیرہ وغیرہ قیمت علاوہ محصول ۱۲ روپے